

# تذكرة الظفر

سوانح

استاذ المحمد ثين حضرت مولانا

مفتی ظفر احمد عثمانیؒ

تالیف: مفتی محمد عبدالشکور ترمذیؒ

ترتیب: قمر احمد عثمانی

کَلَامُهَا قَدْ دُرِّدَتْ بِهَا ذِكْرُهَا



استاد الحشرین محمد و خواطرا محمد عثمانی نواز شریف

تالیف

عبدالغنی الشیخ کرمی

ترتیب

قمر احمد عثمانی

مطبعہ محمد علی عثمانی

# تذكرة الظفر

سوانح

استاذ المحدثين حضرت مولانا

مفتی ظفر احمد عثمانی

تالیف: مفتی محمد عبدالشکور ترمذی

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

معاون خصوصی: مفتی امداد اللہ یوسف زئی

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

كَلَّا إِنَّمَا تَذَكَّرُ فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ

# تذکرۃ الطفر

سوانح

استاذ الحشر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نواز شہ قریں

تالیف

مولانا ابوالحسن علی عثمانی

ترتیب

قدرا احمد عثمانی

مطبوعات علمی کمالیہ



صفیق ظفر احمد عثمانی  
مورخ فقہاء  
عربی و اسلامیات

جلد ۱۵۷۹۳۳  
ناشر محفوظ حسین

Accrui: 15-381

نام کتاب \_\_\_\_\_ تذکرۃ الخلفاء  
مصنف \_\_\_\_\_ مولانا سید عبدالکادر ترمذی  
مترجم \_\_\_\_\_ مولانا قمر احمد عثمانی  
بار اول \_\_\_\_\_ ۱۹۴۴ء  
تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
کتابت \_\_\_\_\_ مشائخ احمد جامعہ اشرفیہ لاہور  
طباعت \_\_\_\_\_ المطبع الاسلامیہ السعودیہ لاہور  
قیمت \_\_\_\_\_ چوبیس روپے

طابع و ناشر

مظفر احمد عثمانی

برائے مطبوعات بی کمالیہ  
(فیصل آباد)

# گزارش احوال و اشی

زیر نظر تذکرہ کی طباعت و اشاعت کے تمام مصارف  
خدمت و محرم برائے ان کے علمبردار اولاد اہماد نے خود برداشت  
کئے ہیں اور اس پر کسی طرح کی شے لانی یا طوائف  
میں نہیں کی  
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب دہلوی صاحب کرامت  
کا گراں قدر حلیہ تبرکاً شامل کر لیا گیا ہے اور یہ ان ہی کی  
توجہات باطنی اور ظاہری دعاؤں کا اثر ہے کہ گونا گوست  
مشکلات و مصائب کے باوجود یہ تذکرہ ہدیہ ناسرین  
کیا جا رہا ہے۔

مترجم !



## اُسے مرد مجاہد کے سرگزشتِ حیات

- جس نے مسلمانوں کے حمایت کے لیے لاکھوں کے مقابلے میں  
مروڑے جیہ علماء اسلام کو بیاہر کر دیے۔
- جس نے شب و روز کے منت سے پاکستان کے حق  
میں سبقت دینے کے لیے ہم سر کر دیے۔
- جس نے پاکستان کے مشرقی حصے میں اپنے ہاتھوں سے  
پاکستان پرچم کے رسم پرچم کھڑے ادا کر دیے۔
- جس نے اپنے خون سے سینے سے بنائے ہوئے پاکستان کو  
دولت ہوتے دیکھا تو اسے صدمہ جات کا کونہ برداشت نہ کر سکا۔
- اور جسے پاکستان کے لیے اسے مرد حق نے اپنا سب کچھ  
 قربان کر دیا تھا اسے پاکستان کی سرزمین کے ایک گوشہ  
میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مژدہ چھایا کہ اسے مزید کچھ دیکھنے  
کے ہمت نہ رہے تھے۔



| نمبر    | نام عنوان                                   | صفحہ | نمبر | نام عنوان   | صفحہ |
|---------|---|------|------|---|------|
| ۱       | نظم   | ۱۲   | ۱۲   | جامع العلوم کا پور میں داخلہ                        | ۶۳   |
| ۲       | پیش قدمی                                    | ۱۳   | ۱۵   | مولانا غفری کی زیارت و کرامات                       | ۶۸   |
| ۳       | عربی میں تعلیم                              | ۱۴   | ۱۶   | معدنہ حدیث کی تشکیل                                 | ۶۹   |
| ۴       | مذہب اہل حق                                 | ۲۳   | ۱۷   | مولانا غفری احمد مبارک پوری کی<br>کی خدمت میں حاضری | ۶۹   |
| باب اول |   |      | ۱۸   | مفتا ہر العلوم مبارک پوری داخلہ                     | ۷۰   |
| ۵       | خانہ دینی حالات                             | ۴۶   | ۱۹   | تشکیل درسیات  | ۷۱   |
| ۶       | کتب شریعت میں مرقم                          | ۵۱   | ۲۰   | حاج بیت اللہ احمد پوری مدظلہ                        | ۷۲   |
| ۷       | تاریخ پیدائش                                | ۵۳   | ۲۱   | خطاب میں حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام              | ۷۳   |
| ۸       | مولانا سعید احمد مرحوم کے فقہی حالات        | ۵۴   | ۲۲   | کی زیارت کا واقعہ                                   | ۷۳   |
| ۹       | بیان القرآن پر مباحثہ                       | ۵۶   | ۲۳   | مولانا محمد نجیب کی کرامت                           | ۷۴   |
| ۱۰      | دارالعلوم دیوبند میں داخلہ                  | ۶۰   | ۲۴   | جناب لیاقت علی خان نیر علیہ السلام                  | ۷۴   |
| ۱۱      | دارالعلوم سے دارالعلوم میں                  | ۶۰   | ۲۵   | پاکستان کو قیامت کا علم                             | ۷۵   |
| ۱۲      | فرمانِ تحریر کا عربی شعر                    | ۶۲   | ۲۶   | حج بدل کر سننے کی ہدایت                             | ۷۸   |
| ۱۳      | قرآن مجید اور تعلیم<br>مذہب انجیلی کی تفسیر | ۶۳   | ۲۷   | قرآن سے نہ کہ برہنہ                                 | ۷۹   |

| نام مؤلف                             | صفحہ نمبر | نام مضمون                        | صفحہ نمبر |
|--------------------------------------|-----------|----------------------------------|-----------|
| انکادات خاصہ                         | ۸۲        | باب دوم                          |           |
| قوت کے بارے میں مولانا کا طریقہ      | ۸۳        | علمی خدمات                       | ۱۳۹       |
| حکومت کے رویے سے بچ کرنا             | ۸۸        | مظاہر العظیم سارنچو پریس مدنی    | ۱۳۹       |
| سلطان عبدالعزیز بن سعود سے نمکات     | ۸۹        | حدر سارنچو العظیم مقامہ بھون     | ۱۴۰       |
| تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مولانا    | ۹۴        | حدر سارنچو بید و بخون            | ۱۴۱       |
| مردم دہرا دھلیہ کے تاثرات            | ۹۴        | ڈھاکہ ٹیویژن سے تعلق             | ۱۴۲       |
| تبلیغی جماعت کے لیے نصاب تسلیم و ذکر | ۹۹        | حدر سارنچو العظیم ڈھاکہ          | ۱۴۲       |
| میدان حرارت میں خطاب                 |           | بھاندر ڈھاکہ ڈال ڈھاکہ ڈھاکہ     | ۱۴۳       |
| زخم چتر سے کنواں نہیں                | ۱۰۰       | حدر سارنچو عالیہ ڈھاکہ           | ۱۴۴       |
| جہ ویدیہ ایشیائی سے حرلی تقریر       | ۱۱۸       | بھاندر اسلامیہ ڈھاکہ             | ۱۴۵       |
| کراچی ویدیو پوٹریو                   | ۱۲۲       | شرقی پاکستان سے دل برداشتہ       | ۱۴۵       |
| آلہ تجر العوت کے بھاندرے میں         |           | ڈھاکہ العظیم الاسلامیہ مشن ڈھاکہ | ۱۴۶       |
| استحقاق کا جواب                      | ۱۲۸       | ڈھاکہ ڈھاکہ                      | ۱۴۸       |
| پہلا نکاح اولاد اولاد                | ۱۳۰       | حضرت مولانا کے مشن ڈھاکہ         | ۱۵۰       |
| حضرت مولانا ضعیف الحد صاحب کا طبع    | ۱۳۱       | مولانا محمد ادریس کا مذہبی قوت   | ۱۵۰       |
| مولانا محمد امجد علی اور ان کی تعذیب | ۱۳۲       | مولانا عبدالرحمن کا مہر قوت      | ۱۵۲       |
| مولانا قمر الدین کی اولاد کی تعذیب   | ۱۳۵       | مولانا بدر عالم سارنچو           | ۱۵۲       |
| پہلی اولاد حضرت کی وفات              | ۱۳۶       | شیخ الحدیث مولانا ڈھاکہ ڈھاکہ    | ۱۵۳       |

| نام مؤلف                                  | صفحہ نمبر | نام مضمون                                 | صفحہ نمبر |
|---|-----------|---|-----------|
| مولانا اسد انور عالم مظاہر العظیم سارنچو  | ۱۵۴       | ایک عاشق و واقف                           | ۲۰۰       |
| قوت کیم اور بناری شریف کیم خصوصی تعلق     | ۱۵۹       | سیرت و تبارک                              | ۲۰۱       |
| باب سوم                                   |           | مستوفی مہمان و محاسبات                    | ۲۰۳       |
| تعقیقات و تالیفات                         | ۱۶۳       | مولانا کے زوال کے اسباب                   | ۲۰۵       |
| احکام القرآن                              | ۱۶۴       | دینی مدارس کے الفاظ کے اسباب              | ۲۰۶       |
| علم حدیث، اللہ بالعلم                     | ۱۶۵       | علمی دلچسپی کا خاص مرکز                   | ۲۰۸       |
| حضرت مولانا کا علمی مسکن اعتدال           | ۱۶۱       | یعنی افادیت خاصہ                          | ۲۱۰       |
| نزعہ از شب و از قریب                      | ۱۶۴       | حکومت مسلم کے ریڈیو پر اعلان ہلال اکمل    | ۲۱۲       |
| علم فقر، اعلیٰ حکم و بھر و قادی           | ۱۶۵       | باب چہارم                                 |           |
| علم تقویٰ                                 | ۱۶۹       | تبلیغی جد و جد                            | ۲۱۸       |
| انقولی المنصور فی ابن المنصور             | ۱۸۳       | حضرت نجم الدین کا انہماق و خوشی           | ۲۲۲       |
| حق ادا اہدیت حقیت                         | ۱۸۵       | فقر بھائی میں تبلیغ                       | ۲۲۳       |
| علمی تحقیقی مقالہ                         | ۱۸۹       | مولانا شریف قادیانی کو نہ ظہر کا تبلیغ    | ۲۲۶       |
| غیر اسلامی حکام کی خود فخریہ کی تحقیق     | ۱۹۰       | اہل حدیث سے ٹکٹو                          | ۲۲۸       |
| تورید پر دینیت                            | ۱۹۰       | اطراف لنگال میں ملاحظہ                    | ۲۲۸       |
| غلیب بھائی کے لڑائی کے جوابات             | ۱۹۱       | بڑے سکول میں قرآن کی تعلیم کی تجویز       | ۲۲۹       |
| تورید پر مستندیت                          | ۱۹۲       | حضرت عثمانی کے مولانا کو کتب خانہ پر پڑنا | ۲۳۱       |
| اصلاحات خیالات محمودی                     | ۱۹۳       | مسٹر سوپر گنٹو                            | ۲۳۲       |
| دارالاسلام اور دارالحدیث کے مسائل و مسائل | ۱۹۴       | ایک تاریخی واقعہ                          | ۲۳۴       |

| صفحہ نمبر | نام عنوان                                    | صفحہ نمبر | نام عنوان                                   |
|-----------|--|-----------|---|
| ۳۵۶       | مجلس کثرت الشرائع                            | ۳۵۶       | باب ہفتم                                    |
| ۳۵۷       | جہانگیر کا انکیش                             | ۳۵۷       | حکام اور دشمنان کی زندگی کے تعلقات          |
| ۳۵۸       | تھاہرین میں مولانا شاکر علی کی آمد           | ۳۵۸       | حضرت حکیم الامت کے اردو میں مولانا کے اثرات |
| ۳۵۹       | حکمت حکام ہندوستان کے مسائل                  | ۳۵۹       | حضرت صفائی کے ہندو میں اثرات                |
| ۳۶۰       | اجلاس پنڈ                                    | ۳۶۰       | مولانا کا خواب اور شیخ اشادہ                |
| ۳۶۱       | کاملاً اعظم سے ملاقات                        | ۳۶۱       | آخری دن اور آخری وقت کی خدمت                |
| ۳۶۲       | نری ملی                                      | ۳۶۲       | ناراضیوں کی اہمیت                           |
| ۳۶۳       | تحریک پاکستان                                | ۳۶۳       | مولانا کی نوئی کی تحریری مدد کا             |
| ۳۶۴       | جمعیت علماء اسلام کا سنگ بنیاد               | ۳۶۴       | باب ششم                                     |
| ۳۶۵       | مولانا شیر علی عثمانی کو صدارت لینے سے انکار | ۳۶۵       | ذہب و سیاست                                 |
| ۳۶۶       | نازک ترین دور                                | ۳۶۶       | صدا کا اصل کام                              |
| ۳۶۷       | موردی صاحب کا کردار                          | ۳۶۷       | امتن کی حالت                                |
| ۳۶۸       | مولانا عثمانی کا بیان                        | ۳۶۸       | قرآن کی دلیل                                |
| ۳۶۹       | طوفانی دور                                   | ۳۶۹       | ایک قابل اصلاح عقلی                         |
| ۳۷۰       | اعظم گڑھ کا جلسہ                             | ۳۷۰       | حکام اور سیاست                              |
| ۳۷۱       | یافتہ، کامل انکیش                            | ۳۷۱       | نقشبیت                                      |
| ۳۷۲       | یافتہ ملین کا مددگار                         | ۳۷۲       | حضرت حکیم الامت کا سیاسی مسلک               |
| ۳۷۳       | یافتہ ملین کا مکتوب                          | ۳۷۳       | نظرئے پاکستان                               |
| ۳۷۴       | مولانا شیر علی عثمانی کا اظہارِ مسرت         | ۳۷۴       | مولانا عثمانی کا سیاسی مسلک                 |

| صفحہ نمبر | نام عنوان                             | صفحہ نمبر | نام عنوان                              |
|-----------|---------------------------------------|-----------|--|
| ۳۷۵       | واقعہ صدر ازبیت                       | ۳۷۵       | باب ہفتم                               |
| ۳۷۶       | مولانا کا ایک خواب                    | ۳۷۶       | مولانا کی اصلاحات                      |
| ۳۷۷       | علوم و مسرت کا آثار                   | ۳۷۷       | تبلیغی اصلاحات                         |
| ۳۷۸       | وراثت کی طرف اشارہ                    | ۳۷۸       | مجلس صیانتہ المسلمین                   |
| ۳۷۹       | اقاٹر باقی اور طریق تربیت             | ۳۷۹       | مجلس و حرمت الخلق                      |
| ۳۸۰       | مجازینِ بیعت اور عقائد                | ۳۸۰       | الرحمن تبلیغ القرآن و دعا              |
| ۳۸۱       | معیار اجادت و خلافت                   | ۳۸۱       | ایک شہر کا ازالہ                       |
| ۳۸۲       | صاحب نسبت اور صاحب نسبت کا فرق        | ۳۸۲       | حکیم الامت کے تبلیغ کے اہم چند ارشادات |
| ۳۸۳       | مجازین کے لیے مقررہ عمل               | ۳۸۳       | مولانا کا عثمانی اعتزال                |
| ۳۸۴       | فہرست مجازین                          | ۳۸۴       | باب ششم                                |
| ۳۸۵       | حضرت مولانا مرحوم رحمہ اللہ           | ۳۸۵       | ملوک و نقضات اور تربیت باطن            |
| ۳۸۶       | کی چیز مطلوبہ مستحسب                  | ۳۸۶       | مولانا سادہ پور سے بیعت                |
| ۳۸۷       | حقیقت بیعت                            | ۳۸۷       | شیخ سادہ پوری سے فکری ربط              |
| ۳۸۸       | الرحمن کے لیے خاص ہدایت               | ۳۸۸       | مولانا محمد حسین صاحب کا مذہبی         |
| ۳۸۹       | مستحقان                               | ۳۸۹       | حضرت صفائی کی طرف رجوع                 |
| ۳۹۰       | معلومات                               | ۳۹۰       | نسبت یگانہ و نسبت                      |
| ۳۹۱       | مولانا مرحوم رحمہ اللہ از علیہ السلام | ۳۹۱       | خلافت و اجازت بیعت                     |
| ۳۹۲       | کی ایک تحریر                          | ۳۹۲       | حضرت مولانا عثمانی کے تصدیق            |
| ۳۹۳       | عملیات                                | ۳۹۳       | باب ششم                                |

| صفحہ نمبر | نام عنوان                                | صفحہ نمبر | نام عنوان                        |
|-----------|--|-----------|----------------------------------|
| ۳۸۰       | مردان کے لیے بشارت                       | ۳۸۱       | مردان و عورتوں کی شہادت میں شرکت |
| ۳۸۱       | مکاتہ کے حکیم عثمان جلالی کی خطب         | ۳۸۲       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۲       | مسلم ایک کے حق میں فتنے                  | ۳۸۳       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۳       | حصول پاکستان کے لیے ہمارا بیان           | ۳۸۴       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۴       | کابینہ مشن کے نام کار                    | ۳۸۵       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۵       | سلسلہ ریفرنسز                            | ۳۸۶       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۶       | پاکستان کی پریم کٹ                       | ۳۸۷       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۷       | پاکستان کے پہلے دنوں کی پہلی تقریر       | ۳۸۸       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۸       | اردو زبان کی تہذیب و حمایت               | ۳۸۹       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۸۹       | قائد اعظم کا دورہ مشرقی پاکستان          | ۳۹۰       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۰       | قائد اعظم سے حکومت                       | ۳۹۱       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۱       | مولانا محمد عثمانی کا دورہ مشرقی پاکستان | ۳۹۲       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۲       | آئین اسلامی اور مولانا عثمانی            | ۳۹۳       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۳       | بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی                | ۳۹۴       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۴       | سفارتشہ پر غور                           | ۳۹۵       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۵       | مولانا عثمانی اور مسکو واپسی             | ۳۹۶       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۶       | مولانا محمود دہلوی کی تقریر              | ۳۹۷       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۷       | محمد علی جناح کے حالات                   | ۳۹۸       | مردان و عورتوں کی شہادت          |
| ۳۹۸       | مقام اسلام کا نقشہ                       | ۳۹۹       | مردان و عورتوں کی شہادت          |

| صفحہ نمبر | نام عنوان                          | صفحہ نمبر | نام عنوان               |
|-----------|------------------------------------|-----------|-------------------------|
| ۴۰۰       | موجودہ مقام وطن کے لیے دو چیزیں    | ۴۰۱       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۱       | غسل و کھن                          | ۴۰۲       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۲       | آزادی زبانت                        | ۴۰۳       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۳       | آزادی زبانت کا اجتماع              | ۴۰۴       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۴       | فنا کی امامت                       | ۴۰۵       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۵       | قبر میں آثار                       | ۴۰۶       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۶       | مولانا مرحوم کے بارے میں محرم      | ۴۰۷       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۷       | ملا کر کام کے تاثرات               | ۴۰۸       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۸       | اور تقریر کے بیانات                | ۴۰۹       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۰۹       | مولانا مرحوم زعماء ملت اور         | ۴۱۰       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۰       | میدان جہاد کی نظریات               | ۴۱۱       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۱       | قری سب کا آخری                     | ۴۱۲       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۲       | شرایع حقیقت                        | ۴۱۳       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۳       | تقریر کی خطوط و بیانات             | ۴۱۴       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۴       | اور تہذیب و ادب                    | ۴۱۵       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۵       | تاریخ اور وقت و نجات               | ۴۱۶       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۶       | بعد وفات جہاد کی حرکت کرنا         | ۴۱۷       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۷       | مقام وطن کا تہذیب                  | ۴۱۸       | مردان و عورتوں کی شہادت |
| ۴۱۸       | حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی پیش کش | ۴۱۹       | مردان و عورتوں کی شہادت |



# اس صدی کا امام اعظم تھا

(فتوہ احمد عثمانی)

عالم باعمل خلف راشد  
علم و عرفان و اگہی کا چراغ  
قائد عالمان و دین متین  
عالم و ماہر شریعت بھی  
مرد عادت بھی صاحب دل بھی  
غم حشران و آہی آس پر  
دوئی بزم اولیاء بھی وہی  
چتر شعی بارگاہ خلیل  
کلب گوہر نشان شرف بھی  
مشریف تاقوی کا نور نظر  
رہ نادر ملک و دانا  
عالم و فاضل و فقیہ و ادیب  
مفتی و واعظ و مقرب بھی  
مفتی و محدثین بھی وہی  
اسے اعلا و شہرت ہوئی  
پیشہ علم کا وہ ضمیمہ تھا  
اس صدی کا امام اعظم تھا

لے ہوئی تھی اس بارگاہی صاحبزادی نے عظیم الامت مولانا شرف علی تاقوی  
لے ہوئی تھی اس بارگاہی صاحبزادی نے عظیم الامت مولانا شرف علی تاقوی

# پیش لفظ

حضرت مولانا محمد علی جمال احمد صاحب قناری مولانا محمد علی جمال احمد صاحب قناری

مبتداً و مختصراً و مفصلاً و متناً

مولانا مفتی عبدالشکور صاحب مہتمم مدرسہ تاجیہ ماہی دال ملہ سرگودھا، خلیفہ  
حضرت مولانا خضر احمد صاحب عثمانی صاحبزادے حضرت مولانا محمد علی جمال احمد صاحب قناری  
مستوفین اور تمام کتب پر احسان کیا۔ ایسے زبردست عالم دین اور شیخ کا تہارت کرایا  
جن کی مثال اس زمانہ میں نہیں ملے گی ہے۔ اگرچہ ان کی یادگاروں میں دو کتابیں تو  
ان کے علوم و معارف کے تہارت کے لیے نذرہ دہلیں ہیں ایک احکام القرآن کی  
پہلی دو منزلیں (باقی دوسرے اہل علم کی ہے) اور اعلام السنن اٹھارہ جلدوں میں۔ یہ  
تو اہل زبردست شاہکار ہے کہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر اب تک  
وجود میں نہ آئی تھی۔ آج کل پراگندہ کاغذ ہے۔ غیر متعلقین جو خود کو اہل حدیث  
کہتے ہیں انچی غلط فہمیوں کے پراگندہ ہیں یہ کہا کرتے ہیں کہ خفی لوگ حدیثوں کے  
خلافت کرتے ہیں اور اس پر ہیں ہمیں حوام کو ہم قوت بنانے کے لیے ائمہ مجتہدین کی  
تحقیقات مسائل اور قرآن و حدیث سے دراج و قوی مسئلوں کے استنباط و انتہا کے  
تسلیم کرنے والوں کو مشرک کہہ جاتے ہیں جو خود ان کے ایمان کے لیے خطرہ ہے۔  
اور ائمہ عقلمان کو بھی برا کہتے ہیں جو بروئے حدیث شریف تاقی ہونے کی دلیل ہے۔  
مولانا نے اس کتاب میں وہ تمام احادیث یکجا کر دی ہیں جن سے متنی فقہ کے  
مسائل ماخوذ ہیں اور پھر اس پر مشرک بھی تحریر فرمادی تھوڑے مذبذوبوں سے بڑھ کر  
اعتنا کا حدیثوں پر عمل اور سنت کو سمجھ کر کے سب پر عمل پر شروع کے ناسخ پر مضمون کے  
قوی دراج کا اشتہار و تحریک و میل کی مفصل دراج حدیثوں کی تفصیل کے موافق تہذیب اور

گہرائیوں کے مسائل کا اخذ اور غیر متعین کی بہت ترانہوں کی حقیقت ظاہر کر دی ہے۔ اعتراضات کا پادہ ہوا ہونا دکھلا دیا ہے اور ایک ہزار سال کی پیاس بجھا دی۔ فائدہ مد -

مفتی صاحب جو موت سے حضرت مولانا کے سیاسی و فنی مسک کی بھی خوب وضاحت کی ہے اور مقیم حق نیرنے کی حقیقت سامنے لا کر دکھادی ہے سولی سیاست جو دین کا جز ہے اور دنیا کی سیاست جو عیاری دنیا فریب کا نام ہے ایک انگ کہ کے دکھلا دی ہے ثابت کر دیا ہے کہ فنی کی علم سولی سیاست کا علم اور حسب دستہ علم ہی کہتے ہیں اور ذریعہ سیاست سے کہہ گئی گمراہی کی پناہ سے بچاؤ کر کے کہتے ہیں کہ کون سا عمل کی شاکت ہی یہ ہے لا یخْدَعُ دَلَا یُخْدَعُ (نہ دھوکا دیتا ہے نہ دھوکہ میں آتا ہے)۔

جو بعض صحابہ نے حضرت عیسیٰ خضر ترین سے روایت میں کہا تھا: چو کذا فنی سیاست نام ہی ہو کر دنیا فریب کا ہے جس میں ملن بھی اس سے متاثر ہو گئے اور حقیقت اُن کی نظر سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اس لیے اس مسک کی تشریح و توضیح بہت ضروری چیز تھی۔ اشدت سے صاحب مفتی صاحب نے غیر حد فرما کر تمام مسائل کو فنی کی پہلوئی کی طرف منسوب کیا۔

مراد نظر بر جو اہر ظفر

۱۳۹۵ھ ۱۳۹۵ھ

## قصیدہ نعتیہ از حضرت مجدد

ذال الظلام وللاح النور بالانق  
برق تاقی فی وابین افق  
جہان کی چھت گئی نہ تاقی میں روشنی گئی  
برق من نور اور بد عمل جبل  
یہ برق طرے یا کہ کی ساقی کے یک پڑ پڑ  
یا صبح دن بد کو شست ادا نہ کیا  
یکہ بد عمل ہو کر فنی کے اشارہ سے  
یا ملاح صحت مشیر لا مثال لہ  
جس کا نیر تو قیال بھی میں جو صورت د

معتمد خاتمہ الشیائے دم  
مرد عالم الانبیاء و المرسلین  
لحقہ الانام و ان کا ہم و عالم ہم  
قام خلق سے فیض ہے سب کی زبان پاکیزہ

ذاک النجاء جمیل نوحہ النور  
پاکیزہ حضرت خرم صورت مزہر و نیکی  
قدحیا و دلالت فی حرج زلی حدیج  
انہا نعت میں تہذیب سے کو گویا فانی ہو گیا

فاطیل کا نلیل قد امحی ذرا شبہ  
جہان لٹ کر رہا ہے فانی پھر کی تہذیب اور  
فناشق صبح الہدیٰ میں نور طلعہ تہ  
پس ایک پہلو کی تہذیب ہدایت نور ہوتی

برق تاقی فی وابین افق  
جہان کی چھت گئی نہ تاقی میں روشنی گئی  
برق من نور اور بد عمل جبل  
یہ برق طرے یا کہ کی ساقی کے یک پڑ پڑ  
یا صبح دن بد کو شست ادا نہ کیا  
یکہ بد عمل ہو کر فنی کے اشارہ سے  
یا ملاح صحت مشیر لا مثال لہ  
جس کا نیر تو قیال بھی میں جو صورت د

معتمد خاتمہ الشیائے دم  
مرد عالم الانبیاء و المرسلین  
لحقہ الانام و ان کا ہم و عالم ہم  
قام خلق سے فیض ہے سب کی زبان پاکیزہ

ذاک النجاء جمیل نوحہ النور  
پاکیزہ حضرت خرم صورت مزہر و نیکی  
قدحیا و دلالت فی حرج زلی حدیج  
انہا نعت میں تہذیب سے کو گویا فانی ہو گیا

فاطیل کا نلیل قد امحی ذرا شبہ  
جہان لٹ کر رہا ہے فانی پھر کی تہذیب اور  
فناشق صبح الہدیٰ میں نور طلعہ تہ  
پس ایک پہلو کی تہذیب ہدایت نور ہوتی

فامیو اناس فی علم و فی حکم  
 بزرگانش و کوشش فرمایند و در وقت که  
 داخل بیت احد امیرت عرفت  
 و در ده جان قوم جرات میں شہرہ ہم تم ب  
 فاعلم و العدل سادعت و انیتها  
 مرد و دل کے جوش کے نیچے چلنے لگے  
 و الصبر و الصدق و العفة من حلتها  
 مبرور و کرامت اس کا پاس تھا و اس کی  
 حب انفسی و تقوی اللہ شہیتها  
 محبوب رسول و درخت خدا اس کا شہرہ تھا  
 یا اکرم من عند اللہ صفة  
 نہ وہ خود کے نزدیک و میرے پاس زیادہ عزیز  
 قد خلع اللہ بالہ سزایہ اذ  
 ہرگز نہ تھے نہ اس سے قہر میں نہ زلف میں ہیں  
 حق بلغت من العباد و ذر و ذہا  
 یہ ان کے ہونے کی لڑائی و اپنے ساتھ نہ رہنے کی  
 اقال دہل عالہ یو نہ اہل  
 ہرگز ہرگز نہ رہی کا ہرگز نہ رہی کا جمال  
 و حکمت انت فیہا حاضر السبق  
 یہ نعمت و حکمت میں ہے جس کا پہلے سے ہے  
 و انما

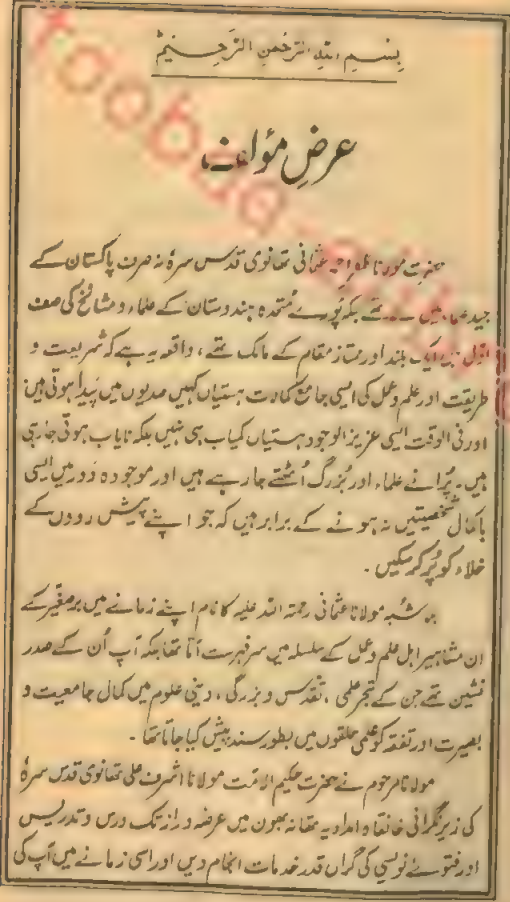
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عرض مولف

حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دہلوی قدس سرہ نہ صرف پاکستان کے  
 جید عالم ہیں۔ بلکہ آپ نے متعدد ہندوستان کے علماء و مشائخ کی معیت  
 فرمائی ہے۔ آپ ہندوستان اور مقام کے مالک تھے، واقعہ یہ ہے کہ شریعت و  
 طریقت اور علم و عمل کی ایسی جامع کائنات ہستیاں کہیں مدیوں میں پیدا ہوتی ہیں  
 اور فی الوقت ایسی عزیز الوجود ہستیاں کیا ہی نہیں بلکہ تاباب ہوتی جا رہی  
 ہیں۔ میرا نے علماء اور بزرگ ائمہ جہاں رہے ہیں اور موجودہ دور میں ایسی  
 باکمال شخصیتیں نہ ہونے کے برابر ہیں کہ جو اپنے ہمیشہ رسوں کے  
 علماء کو پر کر سکیں۔

یہ مشہور مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اپنے زمانے میں بہت مقرب تھے  
 ان مشاہیر اہل علم و عمل کے سلسلہ میں سرفہرست آقا تھے کہ آپ ان کے صدر  
 نشین تھے جن کے علم و عمل، تقدس و بزرگی، دینی علوم میں کمال جامعیت و  
 بصیرت اور تعلق کو علمی حلقوں میں بطور سند پیش کیا جاتا تھا۔

مولانا محمد رفیع صاحب نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ  
 کی زیر نگرانی و نفاذ و امداد یہ مقام نہجوں میں عرضہ و تدریس و تدریس  
 اور فتنے نوسخی کی گراں قدر خدمات انجام دیں اور اسی زمانے میں آپ کی



لوگ قوم سے ایسی بلند پایہ تالیفات و تصنیفات عالم ظہور میں نہیں ہیں پر عام  
اسلام کے مشہور عالم نے آپ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔  
تھانڈھون کے علاوہ مولانا مرحوم نے ہندوستان کے مختلف دینی مراکز میں علمی  
خدمات انجام دی ہیں اور ایک طویل عرصے تک ڈاکٹر یونیورسٹی مدراس میں  
ڈاکٹر سے بھی وابستہ رہے ہیں جس کے نتیجے میں آپ سے استفادہ کرنے والے  
شگردان کرام میں جہاں اپنے وقت کے بڑے بڑے محدث اور جلیل القدر  
مفت نظر آتے ہیں اسی طرح مجددِ عموم کے ہم عصرونے بھی آپ کی ذاتِ بابرکات  
سے علمی استفادہ کیا ہے۔

مسلم لیگ کی ہندو جہد آزادی اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں بھی آپ  
کی خدمات جلیلہ بڑی قابلِ تکرار جملہ قابلِ فراموش ہیں۔ مولانا مرحوم کی سیاسی  
جہد و جدہ کا آغاز ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ہندویش سے شروع ہوا  
حکیم امت حضرت تھانوی کے مانند عمومی حیثیت سے تھے۔ مولانا  
تھانوی رشتہ خدایہ کا تاریخی پیغام پڑھ کر سرسخت و متاثر ہوئے اور بعد ازاں  
اکابرینِ مسلم لیگ کے سامنے حضرت تھانوی کے کلمہ کو پیش کر کے فرمائی تھی۔  
اس کے بعد مسلم لیگ اور گھوس کے زمرہ نے مختلف اجتماعات کے سلسلہ میں  
آپ نے چوتھے ہندوستان کا خلائی دورہ کیا جس کے مسلموں سے عہدِ کوکب  
کے حق میں ہمارے کیا اور جہاں جہاں کا گھوس کے اندر یہ تجدیدِ قیامت کا ارتقا  
اور قیامت کے پہلے پھر اس کے باطل اثرات کو مٹا دیں اور یہ بات بلا غور  
و تدبیر مانتی ہے کہ اس پیش کی کہ مہمانی میں مولانا مرحوم کے دورہ  
کو بہت بڑا دخل تھا جس کا برعکس اعتراف مولانا مرحوم اور کلام میں کیا گیا ہے

مولانا کی کتاب ہے۔

اسی طرح سب سے زیادہ اہم کی ہم جو نہایت معروف و نامور تھی، مس کی فتح کا  
سہرا بھی مولانا مرحوم کے سر تھا۔

مکی سیاسیات میں مولانا کی زندگی سے دو قومی نظریہ اور مسلمانوں  
کی جدگاہ کی تخلیق کے نہ صرف مہمانی بلکہ رانی اور علمبردار رہے ہیں اور آپ نے  
کا گھوس کے اندر نہ صرف قومیت کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور ہر زمانہ میں  
ہندو قوم، یعنی دوسرے دھرمی گروہوں کا کھوکھلا پن واضح کرتے اور اس کے نقصانات  
سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے ہیں۔ مولانا مرحوم عام سیاسی لیڈروں کی  
طرح سیاسیات میں تھکے نہیں لیتے تھے اور نہ کسی سیاسی جوڑ توڑ اور کھانچاڑ  
سے کوئی سروکار رکھتے تھے بلکہ ایک ہندو متبدل دینی رہنما ہونے کی حیثیت  
سے سخت اسلامیہ کو جب بھی اس کی دینی اور سیاسی رہنمائی کی ضرورت  
پیش آتی تھی یا جب بھی مولانا نے یہ محسوس کیا کہ اس وقت مکی سیاست میں محمد  
لینا مسلمانوں کے عام مفاد میں ہے تو دوسرے دینی مثلاً غل علیہ کے ساتھ  
مکی سیاست میں علمی طور پر حصہ لیتے۔ سب سے پہلی دینی مجلس کی۔ یہی وجہ ہے کہ  
مولانا مرحوم نے شجرہ اہل سیاست کی باہمی دیرینوں اور متعبدانہ مشورہ پرستی  
کی روش سے دل برداشتہ ہو کر صرف دینی میں مکی سیاست سے کنارہ کشی  
اختیار کر لی تھی اور درحکومت ہند و ہندو متبدل دینی رہنماؤں کی مشین الویٹ  
کی حیثیت سے دوسرے دھرمی گروہوں کو تربیت کے کام میں کیوں کرنے  
سے متنبہ ہونے سے شکر تھا کہ جب ملک میں مولانا مرحوم اور دوسرے دینی  
اعلیٰ قیادت کے قیام نہ کرنے کے لیے مکی سیاست میں علمی طور پر حصہ لینے کی ضرورت

پیش آئی تو انتہائی صفت اور پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے یہ  
ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔

واقعہ یہ ہے کہ ایسی ہر صفت و صوف اور جان کی شایستگی کا  
تعارف کرانے اور اس کی سیرت نگاری کا حق ادا کرنے کے لیے جو البتہ  
صلاحیت درکار ہے اس سے راقم الخوف کا دامن بالکل خالی ہے اور  
مولانا مرحوم کے ملی و ملی کمالات اور سیاسی کارناموں کی تفصیل کو تحریری  
شکل میں منضبط کر کے پیش کرنے اور جا بجا بکھرے ہوئے مختلف اور  
منتشر مضامین کو جمع کر دینے کا یہ کام کوئی معمولی کام بھی نہیں ہے بلکہ صحیح  
بات تو یہ ہے کہ مجھ سے کوتاہ نظر اور کم ہمت کے بس کا یہ کام بالکل نہ تھا  
اسی لیے دلی خواہش اور قلبی تعلق کے باوجود اس موضوع پر رقم اٹھانے  
کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ مگر بنیاد کے عزیزم مولانا مشرف علی صاحبی  
کے اشارہ سے مولانا عبدالرشید ارحم نے خط لکھ کر حضرت مولانا مرحوم  
کے بارے میں مجھ سے ایک مختصر تحریر لکھنے کی فرمائش کی۔ ان کو بتائیں  
بڑے مسلمان میں شامل کرنے کے لیے مطلوب تھی۔ یہ وقت کسی تحریک  
پر وہ داعیہ قلبی قوی ہوا اور حضرت مولانا مرحوم کے سوانح حیات مرتب  
کرنے کی تحریک از سر نو پیدا ہوئی اور اپنی نا اہلی اور گونا گوں معذرتوں  
کے باوجود اس کام کو سرانجام دینے کا عزم زادہ کر لیا لیکن کچھ تو حضرت مولانا  
مرحوم کی جانی کے رنج و غم اور وفات کے صدمہ جان کا وہ نے دل و دماغ کو  
نہ توڑ کر بڑا مقابلا ہی دنوں مجھ پر امراض کا ہجوم و تسلسل غمزدہ و از گسک  
نام رہا۔ مذکورہ وظائف و مشکلات کے باوجود اس کام کی انجام دہی کے

حق تعالیٰ نے یہ سامان پیدا فرمایا کہ میرے لیے حضرت مولانا کے سوانح  
حیات کے ساتھ غیر معمولی رغبت و انس اور مومن کے تذکرہ کا دل میں بہت  
زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی کہ اس کے بغیر میں ہی نہیں، نامتواں اس صورت حال  
نے میرے لیے اس دشوار اور محنت طلب کام کو بہت آسان اور اسکی صوفیت  
و مشقت کو نہایت سہل کر دیا۔ لہذا اس کام کی تکمیل میں کافی وقت صرف  
ہوا مگر میرے لیے یہ کہ وہ کائناتیں باعث سعادت اور سبب انس بھی بنی رہی  
کہ میرے اوقات کا بیشتر حصہ حضرت مولانا مرحوم کے حالات و کمالات کے خیال  
میں بسر ہوتا جو انشاء اللہ نفع سے خالی نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا بڑا شکر ہے کہ ایک سال سے مجھے کم مدت کے  
تخلّف و متفرق لمحات اور اوقات فرصت کی سعی و کوشش کے بعد حضرت  
مولانا مرحوم کا یہ تذکرہ مرتب ہو کر اس قابل ہو گیا کہ منظر عام پر آکر توفیق  
مفتیان کے لیے و تہہ نیکین بن سکے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے استفادہ  
کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

میرے ان سب کرم فرماؤں اور دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں  
نے اس کام میں میری کسی سطح پر بھی معاونت کی یا اس میں دلچسپی لیکر میری  
حوصلہ افزائی اور طمانیت قلب کا باعث بنے۔ خصوصیت سے حضرت  
مولانا مرحوم کے صاحبزادگان سلیم اور مولانا محمد وحید صاحب اساتذہ دارالعلوم  
ننڈو الہ آباد کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے حضرت مولانا مرحوم کے  
آخری لمحات حیات اور واقعات و وفات کی تفصیل سے آگاہ فرما کر میری بڑی اہم  
فرمانی جہاں ہم انشاء اللہ اسی طرح نگرانی جناب مولانا مفتی بیل احمد خان صاحب مفتی

ہر مہاشرفیہ لاہور کا بھی خصوصی طور پر شکریہ گزار رہیوں کہ مصحف نے اس تذکرہ کے کثرت سے گوشہ دار اس کے بعض اہم ابواب اول سے آخر تک جو ماحول نامہ خود مدخل فرما کر ایک حقیقت افزہ تقریظ پیر و قلم کی اور تذکرہ کا تاریخی نام "جواہر نظر" بھی آپ ہی کا عطا فرمودہ ہے۔

آخر میرا بھی عرض کر دوں کہ میری اکثر تحریرات کو حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و محبت کی وجہ سے اُن محترم کی نظر اصدقی کا شرف اور حضرت مرحوم کی دُعاؤں اور حوصلہ افزاء کلمات کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے مگر یہ تذکرہ اس شرف و سعادت سے کبیر محروم ہے اور مجھے اس حیران نصیبی کا جس قدر غم و اندوہ ہے اُس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس احساس کو اگر کسی چیز نے کم کیا ہے تو صرف اس بات نے کہ اس میں بہت سے مفامین حضرت مولانا مرحوم کی مطلوبہ اور غیبرہ مطلوبہ تحریرات سے ہی ماخوذ ہیں۔ اس لیے یقین ہے کہ یہ تذکرہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ روحانی طور پر طبع مبارک کے موافق اور پسند خاطر ہی ہو گا۔

اپنی تمام معروضات اس کے اندر اس پر ختم کرتا ہوں کہ ناظرین صاحب تذکرہ کے حالات و کمالات پر نظر رکھیں اور عبارت کے حسن و قبح پر زیادہ توجہ نہ دیں کیونکہ اس میں لغائی اور عبارت آرائی سے جاتے حالات و واقعات کی سادہ لفظوں میں حقیقت نمائی کی کوشش کی گئی ہے اور اس تذکرہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کے

ذریعے مولانا مرحوم کا ذکر خیر تادیب باقی رہے۔

ۛ نہ نقیض بسہ مشوشم نہ جو نہ ملتہ نہ ختم  
نفعیہ یاد تو میرم نہ چ عبارت و چہ مغانیم

امید ہے ناظرین حضرات مولانا مرحوم کی جہنمی درجات کی دُعاؤں کے ساتھ ساتھ مرتب تذکرہ کے لیے بھی انباءِ اُمت اور سلف صالحین کی پیروی کی دُعا فرمائے رہیں گے۔



# حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و صلوٰۃ کے بعد نامِ اہلِ اسلام اور برادرانِ طریقت کی خدمت میں عرض ہے کہ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ یہاں سے جانے کے لیے ہی آیا ہے۔ ہر نفس کے لیے موت کا ذائقہ چکھنا اور ہر جان دار کو فنا کا جام نوش کرنا لازمی ہے۔ ہر فرد بشر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اعلیٰ ہو یا اعلیٰ، امیر ہو یا غریب بلکہ اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام سبھی کا موت کے دروازے سے گزر ہوا اور جو باقی ہیں ان سب کو بھی اس پل سے عبور کرنا ہے۔ غرض کہ اس کے لیے موت سے مغربا کوئی جانے پہچانے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ساری دنیا ہی ناپائدار اور اس عالم کا ذرہ ذرہ فنا پذیر اور عارضی ہے۔

غرض اس عالم آب و گل اور دُنیا سے بے پروا ہوتی کچھ ایسی چیز کے لیے موت مقرر اور یہاں سے کوچ کرنا ضروری ہے جو ہر ذرہ زندگانی کا عارضی لباس پہن کر پورہ عدم ہے۔ سدا کی یاد دہاؤں ہوئی ہے اور موت دیوتا کا تسلسلہ اندر آئیے فنا میں آمد و رفت کا یہ تسلسلہ ابتداء و ختم سے یوں نہ آ رہا ہے۔ کسی نے پہچان لیا ہے۔

چراغِ زاد بتا جاوے بیدار بیدار

زجاج دہرے گل من علیا خان

یعنی موت کے وقت یہ مجبوری و ناپائیداری تو صرف ان لوگوں کے لیے

ہے۔ جنہوں نے یہاں کی زندگی کو حق تعالیٰ کی حکم و دیوانہ اندازہ نہیں لیا میں گھبرا اور اس سرمے فانی کی عارضی فانی و دنیا میں ہر نفس کو اسی کے ہو رہے اور آخرت کی ابدی راحتوں اور اراک کی مازوں لذتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ لیکن جن لوگوں نے یہاں کی زندگی کو حق تعالیٰ اور اعمال صالحہ کی روشنی میں پس کر دیا وہ موت کے شین گھبرا تے بلکہ موت انہیں خوش گوار معلوم ہوتی ہے اور وہ آخرت کی دائمی راحتوں کو یہاں کی چند روزہ زندگی پر براہِ گوشت ترجیح دیتے ہیں۔

دُنیا پرستوں کے ذہن میں موت اور اس کے بعد تیش آنے والی زندگی کی جو ہیبتناک بلکہ وحشت ناک تصویر بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح مومن نیکوں اور جان کنی کا جو خوف ناک و پوشر با نقشہ دلوں پر نقش ہے صلحاء اور اہل اللہ کے غلوب میں اپنی موت اور موت کے بعد کے حالات کا تصور اس سے یکسر مختلف ہے۔

اللہ والے موت کو اپنے محبوب حقیقی کے وصال کا ذریعہ سمجھتے اور بقا، مدد کا واسطہ تصور کرتے ہیں اور یہ حضرات چونکہ اپنی زندگی میں خدا سے وعدہ لائے کہ ایک کی اجابت و زندگی کا حق ادا کر کے آخرت کی زندگی کو کامیاب کامزن بنائیں گے اور اپنے آقا و مولے کی رضا جوئی کے لیے شب و روز سرگرداں رہتے ہیں اور اسی کے لیے دن رات مجاہدات و ریاضات اور محنت و مشقت برداشت کرتے ہیں اسی لیے وہ ہمہ وقت لقاءِ محبوب اور اعمالِ مطلوب کی تمنا میں رہتے ہیں اور موت کی دواؤں سے گھڑے بغیر یہ دولت میرٹز نہیں آسکتی اس لیے ان حضرات کے لیے

موت بھی محبوب و مرغوب ہو جاتی ہے اور ان کے لیے موت کا وقت خود مقرر  
کے لیے انتہائی حکمت وہ اور مبرا آتا ہوتا ہے۔ سرور و شادمانی و فرحت و  
سرور کی گھڑی بچاتا ہے۔

۱۔ خوشا وقتے و خرم روزگارے

کہ یارے بر خود از وصل یارے

واقعی جس موت کے نتیجہ میں دھالی محبوب کی دولت جیسے آئے اصل  
زندگی تو وہی ہے۔

۲۔ زندگانی تو ازل گفت حیاتے کہ مرگست

زندہ آنت کہ بادوست و مالے وارو

اور چونکہ یہ حضرات اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اسی ناپائیدار دنیا  
اور اس کی فانی لذتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اپنی تمام خواہشات کو  
محبوب حقیقی کی محبت اور وجود مطلق کی طلب میں وقف کر دیتے ہیں اور  
اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اسی کی ذات ازل اور ابدی ہے۔

وہ ہمیشہ سے باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ دائمی، جا، اور دوام خلق  
اسی کی ذات پاک کا خاصہ ہے اور اسی لیے یہ حضرات اپنی ذات کو ذات  
مطلق میں غم کہہ کر خود بھی غم و دوام حل کر لیتے ہیں۔

۳۔ ہرگز نہیں واک و لاش زندہ شد لاش

ثبت است بر جریہ عالم دوام

بلکہ مراد ان اور عبادت کامل کی موت سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ  
اس کی تمام جسمانی کیفیتوں اور بدنی تنظیموں کا خاتمہ ہو جائے اور اوست عالم

اور سکون و طہان کا نہ ختم ہونے والا دور شروع ہو جائے کہ اس کے  
دین و ایمان ہمیشہ کے لیے ہر قسم کے امکانی مضامین اور مشغولیات کو موقوف  
ماحول ہو جاتا ہے اور تہ کے مضبوط قلعے میں داخل ہوتے ہیں وہ تمام  
دنوی مقاصد فخر اور آزمائشوں سے بلکہ ان تمام خطرات سے جو اسے  
اپنی فوری زندگی سے آغوشہ ہو گئے۔ اپنے ایمان کے بارے میں لاحق  
رہتے ہیں۔ نہ دنیا ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود اس دنیا سے  
کو پرہیز کرنے والے کا فراق اور احساس جدائی اس کے پیمانہ نگار اور  
مستقلین و متوسلین کے لیے طوری طرح باعث رنج و غم اور اس کی محبت و  
رفاقت سے وقتی محرومی کا احساس اندرون و اہم کا سبب ہی ہوتا ہے۔

اسی لیے ہر شخص کی موت سے اس کے متعلقین و پیادگان متاثر ہوتے ہیں  
اور یہ رنج و غم کسی کو کم کی کو زیادہ ہوتا ہے کیونکہ دالے کے ساتھ  
ہر شخص کے شمس و قمر کے کم و بیش ہونے کے باعث احساس جدائی کی  
کی بیش بھی طبی اور فطری بات ہے لیکن اہل اللہ کا فیض عام اور علاقہ تعلقات  
وسیع سے وسیع سے تر ہوتا ہے اس لیے ان کی وفات کے اثرات بھی  
بڑے وسیع بہت گہرے اور انتہائی دور رس ہوتے ہیں۔ یہاں وجہ ان  
ان کی رحلت اور جدائی سے ان کے ہزاروں ارادت مندوں کی  
زندگیاں متاثر اور ان کے دامان عقیدت سے وابستہ لاکھوں انسانوں  
کی عمارت حیات متزلزل ہو جاتی ہے۔ پھر یہ تاثر صرف علقہ اداوت عقیدت  
اور متوسلین و مستغیرین تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ان حضرات کی جدائی  
میں بہت سی ایسی آنکھیں بھی اشکبار نظر آتی ہیں جن کو بظاہر ارادت عقیدت

کا کوئی خاص تعلق بھی نہیں ہوتا۔ غرض ان حضرت کی مہربانی کے غم میں غلام و خواص بلکہ ایک عالم فطین و سگوار ہوتا ہے۔

جب عام لوگوں اور اسے تعلق رکھنے والوں کے اندر وہ غم کا یہ عالم ہو تو جن نیند مندوں کی زندگی کا سہا بادی ان سے چھین گیا ہو اور جن عقیدت کیٹھنوں کے سکون و طمانیت قلب کا آسرا ہی ان کی نفروں سے اوجھل ہو گیا ہو ان کے رنج و ملال اور اضطراب و الم کا کیا ٹھکانہ ہو گا؟ یہ بات تو یہ ہے کہ ان حضرت کے اٹھ جانے سے ان کے نیاز مندوں اور عقیدت کیٹھنوں کی امیدوں اور آرزوؤں کے چراغ ہینہ کے لیے غم ہو جاتے ہیں اور ایسی نادار و تودہ ہستیوں کے دُش ہوئے کے ساتھ ہی نہ محوں و وابستہ کی عقیدت کی متانیں بھی ان کے ساتھ کفن پوش ہو جاتی ہیں۔ یہ وقت کس قدر اندوہ ناک اور بیخود گذرے دلدزدانک ہوتا ہے اس کا اندازہ اس شخص کو ہو سکتا ہے جو اس حادثہ و حادثات سے درچار ہوا ہو۔ دوسرے شخص کو نہ تو اس کا اندازہ ہی ہو سکتا ہے اور نہ اس و مہربانی کی نسبت کو جو بزر و تم کے ذریعے بیان کیا جاسکتا ہے۔

ایسی وفات حسرت آیات بر کم و انوار کے اخبار کے لیے چند قہرات الشک بہانہ کافی ہیں مگر چشم خونمانہ نشان کو برسوں ٹھون کے آنسو بہانے چاہیں اور ایسی عالمی موت کے لیے چند کلمات تعزیت کافی نہیں ہو سکتے مگر نہ بڑے دفتر جمین کے مجرد و مخزون دلوں و دُشمنی کا سامان نہیں بن سکتے۔ کیونکہ یہ کوئی شخصی المیہ یا ذاتی حادثہ نہیں

ہو تاکہ پوری قوم کا اجتماعی المیہ اور ملت کا قومی نقصان ہوتا ہے کہ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

و اماں تیس ہند ملک واحد

ولکنہ ہند ہاں قوم تہدا

تیس کی موت موت ایک شخص کی موت نہیں ہے بلکہ وہ پوری قوم کی زندگی و تہذیب کا ہند ہاں ہوئی۔

**واقعہ ارتحال** ۲۳ ربیعہ ۱۳۲۴ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۵ء بروز ایک شنبہ صبح صادق سے کچھ پہلے شیخ الاسلام پاکستان

حضرت العلام مولانا اشیع ظفر احمد عثمانی قنا لوی قدس سرہ السامی کا جو سانحہ ارتحال کراچی میں پیش آیا وہ پوری ملت اسلامیہ کے حوادث عظیم میں سے ایک ایسا عظیم حادثہ تھا جس پر حضرت مولانا مرحوم کے صرف حبیبی دوست متعلقین اور جماعتی و روحانی مشیتیں ہی غمین نہیں ہوئے اور ان محترم کے خاندانی اقرباء اور حبیبی رشتہ دار ہی مغموم نہیں ہوئے بلکہ بڑھئیہ یک دہند اور بلاد اسلامیہ کے لاکھوں عقیدت رکھنے والے اس سے متاثر اور ملت اسلامیہ کے ہزاروں غمگین کے قلوب اس صدمہ نہ جانکاہ سے بجز و مضطرب ہیں۔ اس عظیم حادثہ ارتحال نے اکابر علماء و مشائخ کی کمیت توڑ دی۔ اور عظیم روحانی شخصیتوں کے بیانا مہر کو چھلکا دیا۔

جن عالم حقانی اور عارف ربانی کی زندگی کے ساتھ لاکھوں انسانوں کی حیات و ممانی وابستہ ہو اور جس کی زندگی سے ہزاروں مسلمانوں کی حیات ایمانی کی تعمیر ہو رہی ہو اس کی موت یقیناً موت العالم کی حقیقی مصداق اور

پوسے عام بشری کی موت ہے۔ اس لیے ایسی موت پر اگر ہر ایک انگلی  
اٹک رہا ہو اور ہر دل سوگوار ہو تو عین تلافی کے لیے طبیعت بکھلا کر اپنے حقوقِ جنت  
کی ایک قطی اور فطری صورت ہے جو نہ فقط مذہب ہے نہ شرع بلکہ علمِ امت  
ہے یعنی وقت کی جو ہر سلمان کا ہر سلمان پر حق ہے۔

یوں تو رنج و غم اور اندوہ دائم کے ہزبات و احساسات وقت  
گزرنے کے ساتھ ساتھ گزرا اور صنعتیت جو جایا کرتے ہیں اور دنیا کی ہر  
چیز کی طرح ان احساسات و اثرات کو بھی بے و دوام حاصل نہیں ہوتا لیکن  
قرطبی کے حاصل ہونے کے قدرتی نظام کے علاوہ دنیا کی بے شہابی اور  
ناپائیداری کا بار بار بیان کرنا اور حق تعالیٰ کے حکم و حکیم ہونے کا مرتبہ بھی  
قرآن کے اصولی کا کامیاب علاج ہے۔

انبیاء، پیغمبر اسلام، دور اولیاءِ علی کے ساتھ وفاق و وفات کو یاد کرنا  
بھی ایسے تاریخی عقیدوں کی نوعیت کے ساتھ باطنی اور اخلاقی صبر  
ہوتا ہے اور ایسے معانی پر غور و تامل اور حادثہ عام کے قریب محض نہ  
فردوں کے لیے سب سے زیادہ جرات کی ہے اور جو ہر چیز کی بے وقعتی  
بے دوہ مرتبہ ہے کہ جب باطنی طور پر ان کے محبوب سید کو میں اور اس کے  
بہنوں کے درمیان میں ہر لمحہ غم و غصہ کے طغیانیوں کی آواز دینا ہے  
معاذِ خدا کہ تو یہ کس بہانہ پر یہ کہہ سکے کہ یہاں رہ سکتا ہے ؟  
تو ان حضراتِ مجددات

نہ کوئی رپا ہے نہ کوئی رستہ کا  
رستہ کا تو ذکرِ ملکوتی رستہ کا

مولانا عثمانی کی علمی و روحانی شخصیت

حضرت مولانا غفر محمد ثانی  
اور مولانا غلام محمد شریعت کے  
تبعہ عالم تھے بلکہ حضرت مرحوم علومِ طریقت اور سنی و اہل سنت کے بھی کامل  
رشتہ تھے اور آپ کی ذات گرامی عدم ہی تھی اور عدم باطنی دونوں کا فخر بھی  
اور علمِ طریقت سے زیادہ علمِ سنیہ حضرت موصوف کا اصلی جوہر اور حقیقی زیور تھا۔  
آپ کے علم و فضل و اندک و اعلیٰ تقویٰ و عبادت، خشیت و طہیبت، مسائل  
تو فہم اور دیگر اوصافِ فاضلہ سے اسلام کی یاد آواز ہوئی تھی اور آپ کے  
فرضِ محبت سے میان و بیگان کی ایسی دولت ملتی تھی اور دین کا وہ بھی  
مزن نہ پیدا ہوتا تھا جو نفس کو بوس کے پڑھنے پڑھانے سے کبھی پیدا  
نہیں ہو سکتا کسی نے کچھ کہا ہے۔

سے نہ کہ بوس سے نہ دھنوں سے نہ زور سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ابنِ علم و فضل اور بہت کمالات سے نعمت ہونے کے باوجود مولانا  
مرحوم حادث و عو کی سادگی میں خود اپنی شان آپ تھے نہ تو مولانا کے  
خود روئش میں کوئی خلعت تھا اور نہ ہی انھوں کو مذہب میں کوئی تعصب  
تھا۔ سادہ و سخی کے بڑے بڑے سچے بیٹھنے والے طور و طریق اور تہذیب  
جدید کے روبرو نہ ڈر کر غور و جست۔ ہر چیز و وضعِ اعلیٰ ایکس و عظام  
بہرِ عقلوں میں اپنے بزرگوں کے طریقے کے واقع ہمیشہ سادگی اور بے تعلقی  
کوئی تھی نہ کہ رعب و ترس کہ حضرت مولانا مرحوم جیسی شریعت و طریقت  
کی جامع ذات اور تادیرہ مذہبی تعلیمات میں پیدا ہوئی ہیں اور

ایسے مردانِ حق آگاہ کہ کہیں قرون میں ظہور ہوتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی بنی بنی مہر و نانوہ ملی و روحانی شخصیتوں کے فضل و کمال، علم و عرفان اور دینی بصیرت و نقاہت، تقویٰ و طہارت اور رسوخ فی العلم پر تمام دینی اور علمی محققوں میں باہم اتفاق اعتقاد کیا جاتا تھا حضرت مولانا خضر احمد عثمانی نے صرف ان کی معرفت اول میں شمار ہوتے تھے بلکہ ان میں سرپرست اور ان کے صدر نشین تھے۔

حضرت مولانا مرحوم ابدار زمانہ تعلیم سے ہی اپنے حقیقی کاموں حضرت حکیم الامت مولانا اثر علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی توجہات عالیہ اور خصوصی تربیت کامرگز بنے رہے اور حضرت تھانوی نے مولانا کی تعلیم و تربیت کا اس طرح اہتمام فرمایا جیسے کوئی شفیق و مہربان باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے۔

حضرت تھانوی کی خدمت میں تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزرتے ہوئے حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری شارح ابوداؤد کے ظلی عاطفت میں توجہ کی باطن کی آخری منزل میں گرنے کا شرف بھی مولانا مرحوم کو حاصل ہوا اور اس طرح مولانا مرحوم کو اپنے زمانہ کے عظیم الامت کی بزمِ علم و عرفان سے مستفید ہونے کا مآثر اپنے دور کے محدثِ حلیہ کی محفلِ ارشاد و ہدایت سے مستیز و مستفیض ہونے کے یکساں مواقع میسر آئے اور آپ ایک وقت علم و عرفان کی شمعِ فروزان، محفلِ ارشاد و ہدایت کے شرفِ نشیمن بن کر اور میدانِ حکمت و سیاست کے شہسوار اور علم و عمل، خاص و عموم، تقویٰ و بصیرت و کردار کی جملہ خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ

جو کربلی و درروحانی دنیا میں نمودار ہوئے اور اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے شمعِ نورانی سے ایک عالم کو متاثر اور ہزاروں ترش لہجوں معرفت کو سیراب و شاداب کیا۔

علمی اور روحانی شخصیتوں کا مرکز  
آستانہ نعیم، دیوبند اور  
سہارنپور اور ان کے اطراف

الکات کو حق تعالیٰ نے اس زمانہ میں ایسی ایسی علمی اور روحانی شخصیتیں رکھ کر لایا تھا کہ ان کے علم و فضل، غلوصلِ عمل اور زہد و تقویٰ کو دیکھ کر اس حد کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور ان کی محبت کی برکت سے ہزار باندگانِ خدا کو یقین و معرفت کی دولت میسر آتی تھی، انہی سسرپا خاص و مجتہد علم و عمل روحانی شخصیتوں اور برگزیدہ سنیوں میں سے ضلع مظفرنگر یوپی کے قصبہ حقانہ نعیم میں ایک عظیم روحانی تھی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جگر کی تھی جن کے فیضِ محبت سے ہزاروں بندگانِ خدا کو فیض پہنچا اور بہت سے تشنگانِ معرفت کو اس چشمہ عرفان سے سیرابی حاصل ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند  
عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب  
مہاجر کی کی دعا، حاکمِ مہاجر اور ان کے روحانی

داروں و قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور  
حجتہ اسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء  
مقرب کی مساعی میلہ کا مبارک نتیجہ دارالعلوم دیوبند کا قیام تھا جس کے چشمہ  
فیض سے سیراب ہونے والے فضلا نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند

کے مسلمانوں کو بیک عالم اسلام کے بہت بڑے حصے کو اپنے علمی و روحانی فیض سے سیراب اور ایک جہاں کو نویدِ معرفت سے متور کیا۔ اس چشمہ فیض سے فیض یاب ہو کر اور اس ہوا رہ علم میں پرورش پا کر بے شمار علماء و ہر اور فضلاء نکلے اور بڑے بڑے روحانی پیشوا پیدا ہوئے جو آسمان فضل و کمال اور علم و عرفان کے دشنہ آفتاب و مانتاب بن کر نکلے اور انہوں نے اپنے علم کا ہر اور علم باطن کے ذریعے ایک عالم کو فیض یاب کیا اور علم و معرفت کی روشنی کو افکارِ عالم میں دور دور تک پہنچا دیا۔

**حضرت سہارنپوریؒ اور مولانا تھانویؒ**

احمد لکھنوی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے براہِ راست علمی کتاب کرنے والوں اور روحانی فیض پانے والوں میں سے حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوریؒ علمِ لغت میں درجہ کمال پر فائز ہونے کے علاوہ بہت سے اور کمالِ اجتہادِ فہم کے ساتھ متعصب ہوئے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو علمِ تصوف اور تفسیرِ قرآن نیز تربیتِ شاگردی میں مبالغہ حاصل کرنے کے علاوہ اصلاحِ رسومات اور اصلاحِ معاشرہ میں وہ منصب حاصل ہوا کہ ہندو اہلِ مذمت اور حکیمِ اہلِ ملت کے عقب سے مشرف و معزز ہوئے۔

**مولانا عثمانیؒ کی جامعیت**

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے حقانہ جہوں، سہارنپور اور کانپور کے مرکزِ علوم میں خارجی و علوم کی تحصیل کرنے کے علاوہ حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت حکیم احمد تھانویؒ کے مرکزِ صدق و صف میں باطنی تربیت کی تکمیل

فرمائی۔ ان دونوں درباروں سے کتاب فیض کے بعد ہر طرحِ حضرت مولانا کا باطن و رو آشکار بن گیا تھا اور علومِ تصوف و سلوک میں بصیرت حاصل ہو گئی تھی۔ اسی طرح علومِ ظاہری حدیث و تفسیر اور فقہ میں بھی کمال و درجہ کی مہارت و فتاہیت حاصل ہو گئی تھی۔ غرض جہاں علوم اسلامیہ پر حضرت مولانا کی نظر اس قدر عمیق اور صادق تھی اور صادق اس قدر وسیع تھا کہ اس کی نظیر اس زمانے میں نہ صرف ترمذی میں کھنڈ پر سے عالمِ اسلام میں نہیں ملتی۔ بلکہ شہرِ حضرت مولانا نہایت علمی اور روحانی کمالات میں اسلاف کے سچے بائشیں اور ان کی اہلِ تالیف و تالیف کے تھے جن پر آپ کی تحفہ کی اور بلند پایہ علمی تعنیفات، تفسیر و تفسیر کی خدمات اور تربیتِ سلوک کا مجمعِ ذوق مشاہدہ مل جاتا ہے۔

حضرت مولانا کی تصانیف کو دیکھ کر بدعتِ ترویج کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے وسیع النظر عالم، بلند پایہ محقق، دقیق النظر محدث، عظیم النظر مفسر اور اہلِ حدیث اور علمِ رجال کے مغلِ مامری تھے بلکہ اہلِ نقد و درایت میں مولانا مرحوم کی تحقیقات کو استاذِ کارِ جہ حاصل تھا نیز قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ کے ساتھ دقتِ نظر اور سلامتِ فکر اور اپنے مدعا کو بہترین اسلوب اور دل نشین انداز میں بیان کرنے کا جو خاص ملکہ تھی تھانے نے حضرت مرحوم کو عطا فرمایا تھا وہ ان کے رب تھانے کا ان پر خاص عطیہ تھا، ذہانت و ذکاوت فکر کی گہرائی اور دقتِ نظر میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔

تو کئی نفس اور تربیتِ باطن میں مولانا مرحوم کا طریقہ تربیت و سلوک

تقاعان ہونے کے ساتھ بہت ہی مشفقانہ اور مہربان تھا اور اس میں آپ اپنے مشائخ عظام کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کا طریقہ سلوک اس حضرت کے طریق سلوک کے مابین مطابقت تھا جو آپ کے مکتوبہ مکاتبات متعلقہ تربیت سالکین سے واضح ہے۔

### اعتدال

ایسی جامع کمالات شخصیت اور ہمہ گیر ہستی کے کمال است اور علمی و روحانی عظمتوں کا صحیح اور اس کی سیرت و عمل کی رفعتوں کی پوری پوری معرفت یا اس کے فاضل و کمال اور مقام و مرتبہ کا مکمل عرفان ہم جیسے کو تادم و ستون اور علم و عمل سے ماری لوگوں کے بس کی بات نہ تھی جبکہ اس عظیم شخصیت کے کمالات اور اس کی علمی عظمتوں کا اعتراف کرنے والوں میں بہت کم مرتبہ شفا حس اور نامور شخصیتوں کے علاوہ حضرت حکیم الامت جیسی نابغہ روزگار علمی و روحانی شخصیت بھی شامل ہو اور علامہ محمد زاہد کوثری محرمی جیسے فاضل بھی نہ درویش اعظمی تعلق بھی جس کے علمی کارناموں کو دیکھ کر ایران و مشرق و مغرب ہوں ایسی شخصیت کے علمی و روحانی کارناموں کا تذکرہ نہیں کرنا اور ایسی جامع کمالات ہستی کی سیرت نگاری کا حق ادا کرنا ہم جیسے کم وادوں کے لیے کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

حضرت مولانا مرحوم کے علم و فضل و کمالات کے بارے میں کچھ لکھنا دراصل آپ کے ہم عصر بزرگوں اور ہم پیشوں کا کام تھا یا پھر یہ کام آپ کے فاضل تلامذہ میں کسی ایسے شخص کے لیے موزوں تھا جس کو مولانا مرحوم کے فضل و کمال اور مرتبہ و مقام کے بارے میں اگر پوری طرح نہیں

تو بقدر ضرورت ہی واقفیت حاصل ہوتی۔

### سبب تالیف

چونکہ ہمیں دو توبہ کے دلوں میں اپنے محسن و مربی کے حالات و کمالات کے تذکرہ کا خیال پیدا ہوا تھا فاضلہ طبیعت سے اور طبعی طور پر محبت و توسل کو اپنے فرشتہ کے سوانح کا معلوم کرنا محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ اس تقاضائے طبیعت نے مجھے جیسے ناتوان و مولا نا مرحوم کا تذکرہ مرتب کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر چونکہ تربیت و ارشاد مربی و فرشتہ کی طرف سے توسل و مسترشد پر ایک دینی احسان ہے۔ اس لیے فرشتہ کے کمالات کا تذکرہ اور اس کے کرامات و حالات سے سگاہی کسی توسل و مسترشد کے لیے تقاضائے طبیعت ہونے کے علاوہ تقاضائے عقل بھی ہے۔ بنا پر یہ اپنے محسن و مربی اور شفیق و مہربان فرشتہ کے حالات و کمالات کے تذکرہ کو مرتب کرنے کا دل میں خود بخود شدید تقاضا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بعض عزیزوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت مولانا مرحوم کے حالات و زندگی کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ قلمبند کر دیا جائے اس لیے اپنی نااہلی اور کم ہمتی کے باوجود اور محاذ بہت کدہ و ریت پر کدہ کے مصداق حضرت مولانا مرحوم کے جمہور حالات معلوم ہو سکے اور جتنا بھی مواد آپ کی سیرت و سوانح کے بارے میں مہیا کیا جاسکا اسی کو ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے۔ امید ہے حضرت مولانا مرحوم کے حالات و کمالات اور خدمات و خیرہ کاریہ کے تذکرہ حسب اشرار عند ذکرہ طین منزل رحمۃ (بیکو کاروں کا ذکر رحمت حق کے نزول کا سبب ہوتا ہے) انشاء اللہ العزیز ہم سب کے لیے



## جلسہ میانہ السلیں

حق تعالیٰ جو اخیر عارفان میں جناب حکیم شریفی صاحب شعبہ تاریخ و ادبیات پنجاب یونیورسٹی

لاہور کو جنہوں نے سوانہ کے مولا نامہ رحمہ کو اپنے حالات و سوانح حیات کو سپرد قلم کرنے پر آمادہ فرمایا۔ اسی طرح مجلس میانہ السلیں لاہور کو بھی اللہ تعالیٰ جو اپنے خیر عنایت فرمائیں کہ اُن کی سعی و کوشش سے حضرت مولا نامہ رحمہ کے یہ جواہرات اور خود نوشت سوانح انوار اسطر فی آثار النظار کے نام سے دو حصوں میں طبع ہو کر منظر عام پر آئے۔

راقم کا ذاتی تاثر اس احقر کو اپنی نااہلی کے باوجود حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت والد ماجد مولا نامہ نقی سید

عبد الکریم صاحب کی جمعیت میں اپنے عبد طفولیت ہی سے حضرت حکیم اہمیت مولا نامہ شریف علی صاحب متعاونی نور اللہ مرقدہ کے داماد و مرید ہیں۔ قیام و حاضری کا شرف حاصل رہا ہے اس لیے حضرت حکیم راقم کے متوسلین و متنبین اور سلسلہ اشرفیہ کے اکابر و بزرگوار سے تربیت و شناسائی کی سعادت حاصل رہی ہے اور تھانہ محو کے زمانہ قیام سے ہی متعاونی سلسلہ اہمیت کے متوسلین کے ساتھ ذہنی و فکری رابطہ اور مسلکی ہم آہنگی کے ساتھ عقیدت و محبت کی دولت بھی بجا اللہ نصیب رہی ہے۔ اس لیے یوں تو اس وسیع حلقے کی کوئی بھی منت رخصت اس گھر میں سے چھوٹا یا جہی نہیں رہی مگر حضرت مولا نامہ نظار احمد غانی قدس سرہ کے ساتھ اسس ناچیز کا رجحان قلب اور تعلق خاطر شروع ہی سے بہت زیادہ رہا ہے۔

حضرت مولا نامہ رحمہ یافتہ و شریف کے خاص الخیاص تہمت یا تلمذ اور فیض یافتہ تھے اور بارگاہ اشرفیہ کے زمانہ زلزلہ کا حاضریاں مجلس محضرات میں بھی ایک خاص اور ممتاز مقام کے مالک تھے۔ اس تشریح نگاہ نے پوش سنبھالتے ہی حضرت مولا نامہ رحمہ کو دربار اشرفیہ کے قربان خاص کی صف اول میں دیکھا تھا۔ اس کیفیت سے مولا نامہ رحمہ کے لیے احقر کے قلب و دماغ میں وقعت و غلبت کے جو نقوش و تاثرات قائم ہوئے اس کا اندازہ کسی تعلیمی بیان سے نہیں ہو سکتا۔ اور اس تلبی تاثر کی تصویر غور قیاس پر کسی طرح نہیں لکھنی ماسکتی۔

حضرت مولا نامہ رحمہ کے ذاتی اوصاف و کمالات کو قریب سے دیکھنے کا اس بے بنی عت کو مدتوں موقع میسر رہا ہے۔ چنی وجہ سے کہ دربار اشرفیہ کے ہزار باغیچہ یافتہ اور مہربان القدر حضرت علماء کرام میں جس شخصیت کی علمی عظمت و جامعیت اور روحانی سلطنت کا گہرا تاثر اور پورا تسلط قائم ہوا وہ حضرت مولا نامہ روح و فطرت کی ذات ستورہ صفات ہے۔ لیکن اس کے باوجود حالات کے بیان میں جذباتی غلو اور عقیدت مندانہ مبالغہ آرائی سے بچنے کے لیے پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ اور صرف مستند و قنات کبار اشرفیہ مطہرات یا تعلیمی تحریروں کی مدد سے حضرت مولا نامہ رحمہ کے علمی و روحانی فیوض اور دینی خدمات کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے اور کثمت و کرامات یا ذاتی تاثرات کے بیان سے عبارت کو کہیں بھی حوصلہ و سبب کی کوشش نہیں کی۔

سوانحی تذکروں کی اصل اہمیت | زمانہ ماضی میں ملت صالحین اور اکابر کے جو سوانح حیات اور

حالات زندگی جمع کئے گئے ہیں ان میں خود کتنی ہی تفصیل اور استیعاب سے کام لیا گیا جو اور حالات و واقعات کو جمع کرنے میں کتنی ہی محنت و کاوش کی گئی ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سوانحی تذکرے ان بزرگوں کی مکمل شخصیت کا صحیح تعارف کرانے کے لیے قطعی کافی ہوتے ہیں اور ان میں پیش کردہ حالات و واقعات ان اکابرین کرام کے اصلی کمالات سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے۔

یہیں یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ سیرت کی کتابوں میں ذکر کردہ واقعات و حالات ان حضرات کی اصل زندگی کے واقعات و سوانح کا بہت ہی ٹوٹا سا حصہ ہوتے ہیں اور ان میں بھی سوانح نگار کے ذوق، اس کی تلاش و جستجو، ذرائع معلومات اور نظر انتخاب کا بڑا دخل ہوتا ہے اور سیرت نگار بننے کے مخصوص ذوق اور خاص طرز فکر کے مطابق اپنا ایک خاص معیار انتخاب مقرر کرنا پڑتا ہے اور اپنے اسی قائم کردہ معیار کے تحت ہی صاحب سیرت کے پیرا یا کچھ سے ہونے والی حالات و واقعات میں سے چند منتخب واقعات کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان کر دیتا ہے۔ پھر حالات و واقعات کے مدونہ صاحب سیرت کی بہت سی کیفیات اور مدعا ہوا میں ایسی ہوتی ہیں جن کو قلم کے ذریعے بیان کیا ہی نہیں جاسکتا۔

نہ ان میں کرام اور اہل سیرت سے زیادہ کسی دوسرے طبقے نے سوانح و ہر کے تہنہ اور ان کی چھان بین میں نہ اتنی کوشش کی اور نہ اتنی

وقت و نظر سے کام لیا پھر بھی وہ اتنا ہی بیان کر کے جو انہیں کسی مدنی طرح دستیاب ہو سکا یا زبان قلم سے بیان کیا جا سکے۔

کسی شخصیت کا محض سیرت نگاری کے ذریعے مکمل تعارف کرانا ممکن ہی نہیں۔ اس لیے اصل چیز زیادت و محبت ہے جس کے ذریعے شخصیت کا صحیح تعارف ہوتا ہے۔ اور یہ بھی امر واقع ہے کہ کتب سوانح یا سیرت نگاری نے جس دور میں واقع ہوئے ہیں وہ محفوظ کئے ہیں یا جن بزرگوں کے سوانح ہم تک پہنچائے ہیں وہ من مہلک اور نقل و نباتی کے ذریعے ان روایات کا یہاں حصہ بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

سیرت نگاری کا فائدہ | اگرچہ سیرت نگاری کے ذریعے کسی شخصیت کا مکمل تعارف حاصل نہیں ہوتا پھر بھی

فی الجملہ صاحب سیرت کا اہماتی تعارف ہو جاتا ہے اور یہ بھی بے شک خود ایک بہت بڑی تاریخی اور دینی ضرورت ہے کیونکہ جن اکابر اہل اللہ کے لیے سوانح نگاری کا اہتمام نہیں کیا گیا اور ان کے حالات زندگی کو تعبیر نہیں کیا گیا تو ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتے ہیں جن کے نام کے ہوا ان کے اصل حالات اور دینی خدمات سے کوئی بھی آشنا نہیں۔

اس لیے سیرت نگاری کسی شخصیت کے اہماتی تعارف کے علاوہ اُنہندہ نسلوں میں اس کے ذکر و تکریم کے باقی رہنے کا سبب بن جاتی ہے اور اس کا عائد اور اہمیتی (واجعل لی لسان صدیق فی السعیدین) سے مستحسن ہونا ثابت ہے جو صاحب سیرت کے لیے بھی ذکر و تکریم کا

ذرا یہ ہوتی ہے اور صاحب سوانح کے متبعین اور متوسلین کے لیے بھی  
جہالت و بیہوشی کے علاوہ انس و محبت اور سکون قلب کا ٹھوس سبب  
بن جاتی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کے نقش قدم  
پر چلنے اور ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔ نیز بآئہ امارت کی  
برکات سے حمہ وافر نصیب فرمائیں۔

غرض جن لوگوں نے صاحب سوانح کی زیارت و محبت سے بھی  
استفادہ کیا ہے ان کے لیے یہ واقع صاحب سوانح کی یادگار  
اور تذکرہ کا کام دیتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو صاحب تذکرہ کی زیارت  
اور محبت میسر نہیں آتی۔ ان کے لیے سوانح حیات صاحب سوانح کے  
تعارف کا ذرا یہ بن جاتے ہیں اور ہدایت و راہنمائی کا کام تو  
بہر صورت ان سے لیا ہی جاسکتا ہے۔ نیز صاحب سوانح کے  
حق میں زمانہ دراز تک اس کے ذکر خیر کے لیے ذرا یہ ثابت  
ہوتے ہیں۔

اس لیے سلفا اور خلفا حضرات علما نے کلام اور شاخ و غلام  
کے سوانح حیات لکھنے کا معمول ہمیشہ سے چلا رکھا ہے۔ حدیث شریف  
میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

”جو کوئی شخص کوئی طہرہ اختیار کرنا چاہتا ہے اس  
کو چاہیے کہ وہ اس لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو  
گور چکے ہیں۔ تاکہ زندہ آدمی پر آزمائش کا اندیشہ  
رکھتا ہے۔“

یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے لیے گزرسے ہوئے بزرگوں کا  
طریقہ اختیار کرنا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ ان کے ملامت و  
واقعات معلوم ہوں۔ لہذا ملامت و واقعات کا حق کرنا اور سیرت و سوانح  
کا مرتبہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور حضرت مولانا مرحوم کے سوانح اور  
حالات کا یہ تذکرہ علماء و مصلحت کے معمول کے موافق اسی غرض  
سے مرتب کیا گیا ہے۔ تاکہ آئندہ نسلوں میں ان کی ہدایت و راہنمائی  
کا ذرا یہ بنے اور ان خیرم کے تذکار جلیلہ زمانہ دراز تک  
باقی رہیں۔



## باب اول

### خاندانی حالات

مولانا مرحوم کے آباؤ اجداد  
خاندان، نام و نسب اور وطن  
حضرت مولانا مرحوم کا نام نامی اور  
اہم گرامی داد سیال کی طرف سے  
”غفر احمد“ رکھا گیا تھا اور یہی نام  
عام زبانوں پر مشہور بھی ہوا۔ نانہالی نام ”ظریف احمد“ رکھا گیا تھا مگر مشہور  
نہیں ہوا۔ بعد میں تاریخی نام ”مرغوب نبی“ رکھا گیا جس کے مجموعہ حروف سے  
اجد کے قاعدہ کے مطابق سن پیدائش ۱۳۱۰ھ نکلتا ہے۔

اصلی وطن  
مولانا مرحوم کا اصلی وطن قلعہ دیوبند (ضلع سہارنپور) ہے  
آپ محلہ دیوان کے رہنے والے تھے۔ یہ محلہ مولانا مرحوم  
کے جد امجد دیوان لطف اللہ مرحوم کی طرف منسوب ہے۔ یہ بادشاہ دہلی  
شاہ بہان کے عہد میں دیوان کے منصب جلیل پر فائز تھے۔ دیوبند میں  
والہ معلوم کے صدر مشرقی دروازہ کے سامنے محلہ دیوان کا پرنسکوہ دروازہ  
اب تک اُن کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

نسب عالی  
حضرت مولانا مرحوم دیوبند کے معروف و معزز عثمانی خاندان  
کے ایک ممتاز فرد تھے۔ یہ ریح دیوبند کے مولف سید  
محب دہلوی صاحب شیخ برہنہ عثمانی کے حالات کے متن میں

کھتے ہیں :-

”یہ شیخ جن الدین کبیر و بیاد پانی بقی کے خاندان۔۔۔ ہیں۔ اور  
کبیر الاولیاء شیخ یعقوب کی تیسری پشت، ہیں جس۔ شیخ جلال الدین  
کبیر الاولیاء کبیر و دارت مشہور ہے۔ دونوں بزرگوں میں  
پانچ پشتوں کا فاصلہ ہے۔ حاجتین انساب کے معروف طریقے  
کے مطابق پانچ پشتوں میں ۱۶۶ سال کا فرق ہونا چاہیے۔ اس  
سے قیاس ہوتا ہے کہ شیخ ابولوفاد دیوبند میں نویں صدی  
کے اوائل میں سکونت پذیر ہوئے ہوں گے۔ یہ دہلی سے  
خاندان تعلق کا آخری عہد تھا۔ محلہ میں ان کا مزار خاص  
حالت میں ہے۔“

اس کے بعد شیخ ابولوفاد کا سلسلہ نسب مولانا فضل الرحمن صاحب  
عثمانی کے شجرہ سے حسب ذیل طریقہ پر نکل گیا ہے :-

”ابولوفاد بن عبد اللہ بن حسین بن عبد الرزاق بن عبد الکبیر  
بن حسن بن عبد اللہ عرف ضیاء الدین بن یعقوب بن یحییٰ  
بن اسماعیل بن محمد بن ابوبکر بن علی بن عثمان بن عبد اللہ  
بیرجانی بن عبد الرحمن کا زرونی بن عبد العزیز ثالث بن خالد بن  
ولید بن عبد العزیز ثانی بن شہاب الدین المعروف عبد الرحمن اکبر  
بن عبد اللہ ثانی بن عبد العزیز بن عبد اللہ اکبر بن عمر بن  
امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ“

(تاریخ دیوبند ص ۶)

سید محبوب صاحب کی تالیف "تاریخ دیوبند" سے واضح ہے کہ اس عثمانی خاندان کے جد اعلیٰ شیخ عبدالرحمن گاروئی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ سے تشریف لا کر علقہ ماوراء النہر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں قاضی شکر کے منصب پر فائز ہو کر سلطان مرحوم کے ہمراہ ہندوستان آئے اور پانی پت کی فتح کے بعد وہاں مقیم ہو گئے۔ پانی پت کے مشہور شیخ طریقت حضرت جلال الدین بکیراہ دیا، اپنی شیخ عبدالرحمن گاروئی کی باہر کی پشت میں ہیں اور دیوبند کی عثمانی برادری کے مورث اعلیٰ شیخ ابوالوفاء کی سر جوئی پت میں ہیں۔ بیکار اوپر کے سلسلہ نسب سے واضح ہو رہا ہے جس شخص دیوبند کے تمام عثمانی شیوخ انہی ابوالوفاء کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے مولانا مرحوم کے جد امجد دیوان لطف اللہ مرحوم بھی انہی شیخ ابوالوفاء کی اولاد میں بڑی مشہور شخصیت کے مالک ہوئے ہیں۔ چنانچہ سید محبوب بھٹری صاحب لکھتے ہیں:-

"شیخ ابوالوفاء عثمانی کی اولاد میں دیوان لطف اللہ ایک مشہور شخصیت گوری ہے یہ شاہ جہاں کے عہد میں ایک عہد میں دیوان کے عہد میں پرفائز تھے۔ دیوبند میں ایک عظیم الشان خاندان کی یادگار ہے جس کا ب صرف پرشکوہ دروازہ و دروازے کی بڑیاں اور جنوب مغرب کی دیواروں کا کچھ حصہ ہی رہ گیا ہے۔ اندر کی عمارتیں تقریباً ختم ہو چکی ہیں اور دیوان لطف اللہ کے دیوان خاص کی جگہ اب دارالعلوم کے

عظیم الشان مہمان خانہ کی دو مشہور عمارت بن گئی ہے۔"  
تاریخ دیوبند میں دیوان لطف اللہ مرحوم کا یہ سلسلہ نسب ابوالوفاء عثمانی کا مکان "شجرہ کلہی" تیار کردہ دفتر انوار الحق "میں پیش کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

"دیوان لطف اللہ بن خواجہ امیر علی بن زونہ تا احمد بن مولانا عبدالرزاق بن مولانا محمد حسن بن خواجہ حبیب اللہ علی بن خواجہ جعفر بن علی بن محمد بن قاضی شکر بن قاضی فضل اللہ شہیر بن شیخ ابوالوفاء عثمانی رحمۃ اللہ علیہ"

(تاریخ دیوبند ص ۱۷۷)

اس کے بعد رضوی صاحب نے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دیوان لطف اللہ مرحوم تک مدکورہ شجرہ کلہی کے حوالہ سے اس طرح نقل کیا ہے:-

"مولانا ظفر احمد نقوی بن لطیف اللہ بن مہناہل احمد بن کریمت ٹھیک بن نجیب بن حیات اللہ بن عنایت اللہ بن لقا اللہ بن احسان اللہ بن نصیر اللہ بن دیوان لطف اللہ"

(تاریخ دیوبند ص ۱۷۷)

مولانا مرحوم کے والد کا نام شیخ حفیظ احمد عثمانی ہے۔ وہ دیوبند کے انجمن دیوان لطف اللہ کی اولاد میں ہیں۔ انہوں نے فارسی اور کچھ انگریزی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ موم و صلوات کے پابند تھے۔ وہ دیوبند کے مشہور پیر اہل بیت حضرت حاجی غیاث حسین دیوبندی سے بیعت تھے مولانا



مکتب کرامت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی  
تعلیم اور مولانا عثمانی کے ساتھ قربت داری  
مولا محمد قاسم نانوتوی  
کے پروردگار  
کے بنی خواجہ  
جس کی صاحبزادی

کی شادی دیوبند میں محلہ دیوان والوں کے یہاں ہوئی تھی۔ چنانچہ شیش  
کرامت میں اپنی خواجہ محمد بخش کے واسطے تھے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی دیوبند کے محلہ دیوان والوں کے ساتھ قربت  
رشتہ داری کا تعلق تو تھا ہی۔ نانوتہ میں ایک واقعہ ہمیشہ اگیا جس کی وجہ  
سے مولانا نانوتوی کو ان کی نوعمری میں اسی مکتب کرامت میں تعلیم حاصل  
کرنے کے لیے دیوبند بھیج دیا گیا۔ گو یہ جو شخصیت آگے چل کر بانی دارالعلوم  
اور قاسم العلوم بننے والی تھی۔ اس کی ابتدائی تعلیم و تربیت شیش کرامت میں  
کے اسی کرامت مکتب میں ہوئی تھی۔ پھر اس دینی شوق کے حد و پیر کرامت میں  
کی صاحبزادی سے مولانا محمد قاسم نانوتوی کا عقد نکاح ہوا۔ نانوتوی  
کے نانوتہ سے دیوبند منتقل ہونے کا یہی سبب تھا۔ ان کے گھوٹے  
تاج کا ظہور اگرچہ کافی عرصہ بعد دارالعلوم دیوبند کے قیام کی صورت  
میں ہوا مگر اس کی بنیاد بہت پہلے رکھی جا چکی تھی۔

غرض مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنے ابا و اجداد کی سکونت کے لئے  
سے اصل دیوبند ہی چلا اور دیوبند کے یہی بڑے معروف و معروف مشائخ  
خاندان کے جنم و پیدائش میں درمولانا عثمانی کے خاندان کے ساتھ مولانا محمد قاسم  
نانوتوی کی قربت و رشتہ داری کا تعلق بہت پرانے زمانے سے تھا۔

قاسم نانوتوی کے ساتھ مولانا عثمانی کے مٹی وروانی آفتاب کے ساتھ یہ  
انسانی قربی بھائی رشتہ بھی موجود تھا کہ مولانا محمد قاسم کے اوسے بھائی  
کی ہمیشہ مختصر اور مولانا کے والدین لطیف احمد کی طرف سے حضرت مولانا  
نانوتوی کی ذریعہ مختصر تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت مولانا نانوتوی مولانا  
نظر احمد عثمانی کے والد مرحوم کے بھائی ہوئے۔

پیشانی حضرت احمد عثمانی مرحوم کا عقد بھائی بھون  
مولانا عثمانی کی نانہال  
کی فاروقی برادری کے عزیز و مشائخ

مولا محمد قاسم کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا تھا اس طرح آپ کی نانہال  
تھا۔ دونوں میں مٹی اور مولانا کی والدہ مختصر حضرت حکیم امانت مولانا شاہ  
اشرف علی نانوتوی کی حقیقی ہمیشہ تھیں اور آپ حضرت نانوتوی کے خواہر زادہ  
اور حقیقی بھائی تھے۔

تاریخ پیدائش | مولانا نظر احمد عثمانی تمام تاریخ اول سن ۱۲۵۷ کو دیوبند  
کے اپنے بھائی مکان واقع محلہ دیوان میں پیدا ہوئے۔  
اگرچہ بھائی کے نام کی عمر کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور والد صاحب  
نے دوسرا نکاح کر لیا تھا۔ لیکن مولانا کی پرورش دادی صاحبہ نے ہی کی  
دوسری والدہ سے مولانا کے ایک بھائی تھے۔ یہی بھائی احمد صاحب عثمانی جو  
ابو احمد بقیات ہیں اور جو صاحبزادہ میں سکونت پذیر ہیں۔ اور  
ایک بھائی جو اپنے آبائی مکان دیوبند میں رہتے ہیں پیدائش ہوئے۔  
آپ کے بڑے بھائی مولانا سعید احمد رحیمہ علیہ جو ان عمری ہی میں  
انتقال فرما گئے تھے۔

مولانا سعید احمد مرحوم کے مختصر حالات

بڑے تھے۔ انہوں نے قرآن مجید دیوبند ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ پھر حسب وصیت والدہ مرحومہ حضرت عظیم نامت مولانا اشرف علی تھانوی نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کو اپنے پاس بلایا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عظیم امامت مدرسہ جامع العلوم کانپور کے شیخ الحدیث اور مدیر با تدبیر تھے۔ حضرت تھانوی جب تک کانپور میں رہے مولانا سعید احمد کی تعلیمی اور اخلاقی بہر طبع سے نگرانی فرماتے رہے۔ پھر جب مدرسہ میں کانپور سے مہانت کا تسنن ترک کر کے مستقل طور پر تھانہ بھون میں قیام پذیر ہو گئے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی خصوصی ہدایت پر اُن کی خانقاہ کو دوبارہ آباد فرمایا اور ارشاد و ہدایت، تجدید دین اور اصلاح امت کے کام میں ہمہ تن مشغول ہو گئے تو مولانا سعید احمد مرحوم کو بھی اپنے ساتھ لے آئے اور ان کو اپنی نگرانی میں خانقاہ اراکیہ تھانہ بھون کے مدرسہ میں داخل کر دیا۔ نصاب مہانہ اسکول کی تکمیل مولانا مرحوم نے حضرت تھانوی کی خدمت میں کی تھی۔ فیہ فیہ الاموال، توحید و تعویذ، شرح عقائد نسفی، جہادیں عربیہ، اسماء غیبیہ کی بڑی کتابیں اور درس فقہ کی کچھ دوسری کتابیں آپ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے پڑھی تھیں اور حضرت مولانا دوم کے چند دفتر بھی سبقتاً حضرت عظیم امامت سے ہی بڑے تھے۔

پھر میں آپ کو دوبارہ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں داخل

کیا گیا اور مدرسہ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا فیصل احمد صاحب سہارنپور کی اور دیگر اساتذہ کرام سے دورہ مدنیہ پڑھا اور مدرسہ میں تیسری مرتبہ جامع العلوم کانپور میں داخل ہو کر مطلق و فلسفہ وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور دوبارہ امتحان فرغت دینیات میں شریک ہوئے اور تمام شرکاء امتحان میں سب سے اول نمبر پر کامیاب ہوئے۔ مولانا سعید احمد مرحوم بہت ہی ذہین تھے ان کے بارے میں عام طور پر یہ خیالی کیا جاتا ہے کہ ان کا دورہ زندہ رہتے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا مکتبہ فائدہ ہوتے۔

مرحوم نہایت خوش بیان مقرر تھے۔ جس زمانے میں ترکوں کی امداد کے لیے مسلمانوں نے انجمن ہلال احمر قائم کی تھی، سہارنپور شہر کی ہلال احمر نے مولانا تھانوی کو وعظ کی دعوت دی، حضرت تشریف لے گئے اور آپ کی تقریر ہوئی۔ اسی جلسے میں حضرت تھانوی کی تقریر کے بعد مولانا سعید احمد صاحب نے بھی ایک گفتگو تک تقریر کی تھی۔ مولوی محمد عبداللہ خاں وکیل سہارنپور جو سرستید احمد خاں اور علامہ شبلی نعمانی کے سامعین و محرمین تک علی گڑھ رہ چکے تھے ان کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ تھانوی گڑھ رہا تو علامہ درجہ کا مقرر ہو گا۔

اس زمانے میں وعظ و تفتیش کے عہدہ حضرت تھانوی علیہ رحمۃ نے ترکوں کی امداد و اعانت کے لیے ایک مفصل مضمون بعنوان الصحت المنشورہ فی فضائل اعانت المجرورہ رسالہ انور بابت ماہ رمضان ۱۳۰۲ھ تھانہ بھون سے شائع فرمایا تھا۔

## جامع العلوم کانپور میں درس مولانا سعید احمد مرحوم جامع العلوم

کا پورہ سے فارغ ہو کر کسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے تھے اور آپ نے یہاں کئی سال تک درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔

## بیان القرآن پر حاشیہ حضرت عظیم الامت مولانا تھانوی کی تفسیر بیان القرآن ۱۳۲۶ھ میں پہلی بار شائع

ہوئی تھی۔ مولانا سعید احمد مرحوم نے اس کے بعض اہم مقامات پر اردو میں مفید حواشی تحریر فرمائے تھے جن کو حضرت تھانوی نے پسند فرما کر اپنی تفسیر میں بطور حاشیہ داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ پر "بیان البیان" کے نام سے جو حواشی درج ہیں وہ مولانا سعید احمد مرحوم کی رائے بہا علمی خدمت اور ان کی بہترین یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا نوموت نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے وعظ بھی قلمبند فرمائے ہیں۔

مولانا سعید احمد مرحوم نے عربیت کم پانی تھی۔ ۱۳۲۶ھ میں کیرانہ ضلع منظر گجر، قواب مقرب خاں کے خاندان میں میر تقی میر کی نظم "میری میری میری" کے ساتھ شادی ہوئی اور شادی کے بعد منظر گجر کے بعد منظر طاعون میں بروز جمعہ انتقال فرما گئے۔ راتہ راتہ وراثتاً بیکہ و اجڑوں۔

(حاشیہ وعظ سوساۃ المصطفیٰ)

حضرت تھانوی کو مولانا سعید احمد مرحوم کے ساتھ بڑی تعلق تھا۔ وہ ان الفاظ سے جو حضرت نے ان کے انتقال کے بعد فرمائے صاف

خبر ہو رہا ہے۔ حضرت نے ایک موقع پر فرمایا "مجھ کو ان کے راتہ راتہ سب سے زیادہ محبت تھی تب میں کہنا چاہتا تھا کہ میں باہر راہ سے اختیار تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ سب کام چھوڑ کر تھانویوں کی خدمت میں اس تقاضے کو روکتا ہوں اور اس سے منع کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو مختلف کاموں میں بے مشغول نہ کر لیں۔ کیونکہ اگر کہیں ایک باہمی اس تقاضے پر عمل کریں تو ہمیں ہر علت ہی ٹاک جائے گی۔"

یہی اس تعلق و زبنت کے باوجود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت و اصلاح اہل ان کے لیے سب سے زیادہ محنت کا برتاؤ بھی انہی کے ساتھ کیا۔ اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اپنی مثالی خوش بائی ترک کر کے نہایت سادہ وضع میں رہنے لگے۔ چنانچہ جب انتقال کے بعد ان کے کپڑے بغرض تقسیم کئے گئے تو ان کی سادگی و سادگی کو بہت وحشت ہوئی تھی۔ (بحوالہ اشرف السوانح)

**واقعہ تبلیغ ۱۳۲۳ھ** سے پہلے کا واقعہ ہے کہ مقام کیرانہ ضلع کانپور میں اسی زمانہ میں کیرانہ ضلع کی ریٹرو ڈائریز کا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کو علم ہوا اور اندیشہ ہوا کہ اس مقام کے بیشتر لوگ متدین و پوجا میں لگے ہیں۔ بیشتر ہندو وادھ میں رواج پانچ لکھ ہیں۔ مگر یہ جو حق رکھتے تھے اور نکاح کے ساتھ ہندو وادھ طریقہ پر ہمیں بھی ہوتے تھے۔ حضرت تھانوی سامان خود و نوش اور ذریعہ وغیرہ ہمراہ لے کر ایک جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ مقام سرداروں سے گفتگو کی اور کئی روز تک قیام فرمایا جب وہ لوگ خوب پختہ ہو گئے اور یہ وعدہ کیا کہ ہم مرتد نہ ہوں

تب وہاں سے واپس تشریف لائے۔ اس تبلیغی سفر میں مولانا سعید احمد مرحوم بھی تھانہ بمبھون سے ہی حضرت تھانویؒ کے شریک سفر تھے اور اسی سفر میں حضرت نے مولانا مرحوم کو بعض دوسرے دیہات میں بھی تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔ سخت گرمی اور لو کا زمانہ تھا مولانا سعید احمد اپنے ساتھ سٹوٹے لئے تھے اس کو گھولنے کے لیے ان لوگوں نے برتن بھی نہ دیا۔ آپ نے رد مال بھی میں خود اس پانی ڈال کر گھول لیا اور جس طرح ہو سکا کھا لیا اور غیر معمولی تعب و مشقت برداشت فرمایا۔

(بحوالہ اشرف السوانح)

مولانا سعید احمد مرحوم کی مجلسی یادگار حضرت ایک صاحب زادی ہیں جو اپنے والد مرحوم کے انتقال کے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں اور ان کو حضرت تھانویؒ کی بہرہ بننے اور اغوش تربیت میں پرورش پانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے ان کی والدہ محترمہ سے عقد ثانی کر لیا تھا جس کا تفصیلی تذکرہ خود حضرت تھانویؒ کے قلم حقیقت مرحوم سے بعنوان "الخطوب المذہبہ المتکلمہ البینہ" اعلیٰ درجہ کا جملہ دوم کا جزو ہیں کہ اسی زمانے میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد کی بہرہ صاحب زادی مولانا ملحق جمیل احمد تھانوی مفتی بامداد شریف لاہور کے عقد نکاح میں ہیں اور بفضلہ تھانے صاحب زادہ اور دو بیٹا اور ان کے تمام صاحب زادگان ماشاء اللہ صاحب علم اور دینی علوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ان کے بزرگوں خصوصاً اپنے نانا مرحوم کے لیے باقیات صالحات

اور ان کی یاد کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس گھر کو دینی خدمات اور اپنی مرغیت پر چنے کی توفیق عنایت فرمائے اور تائید فرمائے۔ اس گھر نے کمالی و روحانی فیض ہماری رہا ہے۔

۱۔ اہل وعادہ اہل امن والہ جو ہر تہاں آئیں باد

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کی عمرت سال کی محنت کی نسبت مختصر اور ناظرہ شہر ان مجید کی تعلیم اور مکتب میں قرآن مجید پڑھنے

کے لیے بنایا گیا اور اسی عمر میں آپ نے رمضان المبارک کا دورہ بھی رکھا۔ دارالعلوم دیوبند میں حافظ ناصر صاحب اور حافظ غلام رسول صاحب درجہ قرآن مجید کے مدرس تھے ان سے اور اپنی دوی صاحب کے بھائی مولوی نذیر احمد صاحب سے آپ نے ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور جب کبھی دای صاحبہ کے ہمراہ اپنے نصیب تھانہ بمبھون آیا کرتے تھے تو جیسے دنوں وہاں قیام رہتا وہاں بھی قرآن مجید کا سبق ناغہ نہیں کرتے تھے بلکہ حافظ عبدالحیث دانیہ کے پاس سبق پڑھتے سہتے تھے۔

حفظ قرآن مجید

پھر درسیات سے فارغ ہو کر پچیس سال کی عمر میں حضرت مولانا مرحوم کو مدرس و تدریس تھانہ تالیف اور فتوے نویسی کی مشغولیتوں کے ساتھ ساتھ ان ہی حافظ مولانا عبدالحیث صاحب سے اپنے استاد حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی کی طرح بہت تھوڑے عرصے میں صرف چھ مہینے کی مدت میں قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۳۴۴ھ کا ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

ناظرہ قرآن فیہ ختم کرنے کے بعد نورسماں کی عمر پندرہ سال ہوئی اور جامعہ دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور فارسی کی کتابیں ابتدا سے گلستان، بوستان تک مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا محمد حسین صاحب دیوبندی سے پڑھیں اور میزان الصرف بھی آپ ہی سے شروع کر دی تھی اور حساب مفتی مفتو احمد صاحب مدرس دوم درجہ فارسی سے پڑھا تھا۔

علم دین کا شوق اور انگریزی سے نفرت

مولانا مرحوم کے والد صاحب پڑھا دیا کرتے تھے مگر مولانا کو چونکہ اس سے بالکل دل چسپی نہ تھی۔ بلکہ دل نفرت تھی اس لیے کتاب کو پڑھنے کے بعد بد دیا کرتے تھے۔ جب اس بات کا علم والد صاحب کو ہوا تو وجہ دریافت کرنے پر مولانا نے فرمایا کہ آپ بڑے بھائی صاحب کو تو عالم دین بنانا چاہتے ہیں اور مجھے جاہل دھن چاہتے ہیں۔ مجھے اس زبان سے نفرت ہے۔ اسی لیے جو کتاب ختم ہو جاتی ہے اس کو جلا دیتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد والدہ جدہ نے مولانا کو ان کے ہمراہ صاحب کے پاس تھا نہ بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

دارالعلوم سے امداد العلوم میں

انگریزی کی نفرت کے باعث میں مولانا کی جو مفتو والد صاحب سے ہوئی تھی آپ نے اپنے بڑے بھائی صاحب کو تھا نہ بیٹھنے کا حکم دیا تو اس کا حکم نہ مانتا کہ انہوں نے جواب میں لکھا کہ حضرت تمہارے خط سے

بہت خوش ہوئے اور بہت جلد تھا نہ بیٹھنے کے لیے ڈرامے ہیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مولانا کی عمر نہت بارہ سال تھی مولانا نے ایک غور کیا یہ پڑیا اور اپنے دھوبی کے ہمراہ ہم یہ حاصل کرنے کے شوق میں دیوبند سے تھا نہ بیٹھنے لگے۔ انہیں یہاں اپنے ماموں حضرت حکیم امانت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی زیر نگرانی خانقاہ امدادیہ مدرسہ امداد العلوم میں داخل ہو کر ابتدائی عربی کی کتابیں شروع کر دیں۔ خانقاہ کے مدرسہ میں اس وقت حضرت تھانوی کے ماموں مفتی شوکت علی صاحب مرحوم فارسی کے مدرس تھے۔ موضوع فارسی کے بڑے ماہر اور فارسی زبان کے شاعر بھی تھے۔ مولانا نے ان کے پاس گلستان دوبارہ شروع کر دی اور دوسرے اسباق مولانا محمد عبداللہ صاحب گنگوہی مدرس عربی کے پاس شروع کر دیئے۔

مدرسہ امداد العلوم کا طریقہ تعلیم

خانقاہ امدادیہ کے مدرسہ کے مدرس مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کا طریقہ تعلیم اس قدر عمدہ تھا کہ ان کے پاس "ہدایۃ النہج" پڑھنے کا طالب علم عربی کی ہر کتاب کی عبارت میں پڑھنے سے اور اس کا ترجمہ کرنے پر قادر ہو جاتا تھا۔ غیر عربی سے اردو درجہ دوسرے عربی میں بنانے لگتا تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب پڑھاتے کم تھے مگر اہتمام قواعد زیادہ کرتے تھے۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم بھی انہی کے سپرد کی گئی تھی اور فارسی عربی کی مترادف بتائی کتاب "تیسرے ابتدائی" مولانا عبداللہ مرحوم نے مولانا عثمان رفیع شہید اور ان کے ہم سبق طلباء کے لیے

کمی تھی جس کو آپ نے "میزان الصرف" کے ساتھ پڑھا تھا اور میں بھی "ذخیرہ" تک برابر اس کا سبق پڑھتے رہے۔

**زمانہ تخمیر کا عربی شعر** اس طریقہ تعلیم کی برکت سے مولانا مرحوم کو "ذخیرہ" پڑھنے کے زمانے میں عربی کی اتنی استعداد پیدا ہو گئی تھی کہ اپنے ایک دوست کو یہ خود سنا کر عربی شعر غلط میں لکھ کر بھیجا تھا۔

انامادایک من زمن فاذا داف قلبی الطبع  
حضرت عظیم الامت نے اس خط کو دیکھ کر اگرچہ مریضانہ تنبیہ فرمائی کہ یہ وقت شعر و شاعری کا نہیں ہے مگر اُس وقت کے طریقہ تعلیم پر اکتفا پسند اندیشہ کی بھی فرمادیا تھا۔

**تجوید و سبغہ قرأت** مولانا مرحوم حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ تجوید و سبغہ قرأت کے بھی ماہر تھے اور قرآن مجید بنائیت عمدہ اور دل کش عربی لہجہ میں سبغہ و تنقیص کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

مولانا مرحوم نے حضرت مفتاحی رحمۃ اللہ علیہ کے مدد و توفیق سے بھی تجوید و سبغہ قرأت کی تھی جو حضرت مفتاحی کے بھی استذکرآت تھیں۔ مولانا نے سبغہ قرأت کے اجراء کے لیے حضرت عظیم الامت سے ان کا تصنیف فرمودہ رسالہ "تنشیط الطبع فی اجراء الایں" سبقتاً سبقتاً پڑھا اور کچھ حصہ "المکررہ" کا بھی آپ ہی سے پڑھا تھا۔

**ایک واقعہ** ایک دن مولانا اپنے حجرہ میں بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے حضرت عظیم الامت نے آواز اور تلاوت سن کر کہ درمہ کے مؤذن سے دریافت فرمایا۔ یہ عرب کہاں سے آئے؟ مؤذن نے ہنس کر کہا کہ عرب تو کوئی نہیں آیا مولوی خضر احمد مشق کر رہے ہیں۔ اور حضرت نمازی نے فرمایا ماشاء اللہ خوب مشق کر لی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی عرب قرآن پڑھ رہا ہے!

**مثنوی شریعت** اسی زمانے میں مولانا مرحوم نے حضرت مفتاحی سے مثنوی مولانا مدم پڑھی تھی اور حضرت عظیم الامت نے حضرت حاجی اندر اللہ صاحب مہارنجی سے مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں مثنوی کا درس لیا تھا۔ اس کے بعد اس کی بے نظیر شہرت نکمہ مثنوی کے نام سے کسی تھی جو بہت ہی عجیب و غریب شہرت ہے۔

**ترجمہ قرآن مجید اور نصاب** "ہدایۃ النہج" کے ساتھ ہی حضرت مفتاحی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص مولانا شاہ لطف رسول صاحب

سے مولانا نے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب جو پوری کا عربی ادب میں رسالہ "الطریق اللادیب" لکھتے تھے، بھی پڑھا۔ اسی زمانے میں مولانا مرحوم کے استاذ مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی کچھ دن کے لیے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت اندلس میں قیام کی غرض سے منگوا چلے گئے تو درمہ خاندان کے نصاب "عن النکلیل فی زمان النکلیل" میں سے تفسیر الفتاح،

تفہیم الطوائف امدار، تفہیم ہدایۃ الکھتہ فی درایۃ العہدہ، تفہیم امریۃ،  
تفہیم البہیہ لغزانی اور عشرہ طرک دس تفہیم کافہ، دروس کے اسباق،  
مولانا مرحوم کو خود حضرت حکیم ابن منتھانوی نے پڑھا ہے اور باقی اسباق  
اپنے بڑے بھائی مولانا سعید احمد مرحوم سے پڑھے۔

جامع العلوم کا پور میں داخلہ

اور اس کے لیے بہت زیادہ وقت و فرصت کی ضرورت پیش آئی تو  
حضرت نے مولانا کو خود اپنے ساتھ لے جا کر مدرسہ جامع العلوم کا پور میں  
داخل کر دیا۔ مولانا نے وہاں مشکوٰۃ، جلالین اور ہدایہ کے اسباق  
لینے کی درخواست دی، کیونکہ تھانویہوں کے نصاب کے مطابق تو یہی  
کتابیں اس سال شروع کی جاتی چلیں تھیں۔ مولانا نے اسحاق صاحب سے  
مجلس داخلہ لیا۔ اس وقت ان کے پاس طلبہ ہدایہ اخیر میں لکھا تھا  
پڑھ رہے تھے۔ مولانا نے ہدایہ کی عبارت پڑھنے کے بعد کہا مولانا  
نے عبارت پڑھ کر اس کو ترجمہ کر دیا۔ مجلس صاحب نے فرمایا، مطلب  
بیان کیجئے۔ مولانا نے کہا یہ عبارت دربار کی ہے اس کا تعلق کوہر کی  
عبارت سے ہے، اس کو دیکھ لو اور مطلب بھی بیان کر دوں گا۔ اس پر  
مجلس صاحب نے فرمایا تم یقیناً ہدایہ، مشکوٰۃ اور جلالین پڑھ لو گے  
کیونکہ جو طلبہ پڑھ رہے ہیں ان میں سے بعض کی یہ عبارت بھی  
ہے نہ ترجمہ۔ عبارت کا کوہر سے تعلق تکین کو بہت دور کی بات ہے  
چنانچہ مولانا کو طلبہ کتابوں میں داخلہ دیا گیا۔ پھر میں شریعت مولانا تھانوی سے

کے پاس تھی اور ہدایہ، اخیر میں اور مشکوٰۃ شریف مولانا محمد رشید صاحب  
کا پوری پڑھا تے تھے۔ مولانا کو عربی ادب سے شروعات ہی سے بہت رغبت  
تھی اس لیے مولانا نے سید محمد علی کا سبق زیاہ لیا، چونکہ ان کی جماعت  
کا سبق نہ تھا بلکہ اسی جماعت کا سبق تھا۔ یہ بھی مولانا محمد رشید صاحب  
کے پاس ہوتا تھا۔

حضرت درود و جملہ احادیث، علوم کا پور میں حضرت تھانوی نے یہ  
قاعدہ مقرر کیا ہوا تھا کہ ہدایہ پڑھنے والے  
حاجب مرتبہ کے دن بجائے سبق کے فتوے نویسی کی مشق کریں۔ استاد  
کرتی فقہی سوال دے دیں جس کا جواب کاپی میں لکھ کر طلباء جماعت کے  
دن دکھایا کریں۔ اسی طرح علم ادب پڑھنے والے جماعت کے دن  
بجائے عربی کے عربی سے اردو اور اردو سے عربی کے مشق کریں۔  
اور مشکوٰۃ و جلالین پڑھنے والے مغرب سے عشاء تک شب جمعہ میں  
وعظ و تقریر کی مشق کریں۔ تقریر کا موضوع چند روز پیش از دست مقرر کر  
دیتے تھے، اور مولانا اسحاق صاحب ان مجلسوں میں باقاعدگی سے شرکت پر  
کمزورین کی تعلیموں کی امداد کرتے تھے۔

جامع العلوم کا پور کا تعارف

یہ مدرسہ حضرت حکیم ابن منتھانوی نے مولانا  
تھانوی کے فرمانہ قیام کا پور کی  
یادگار اور آپ کی مسائی میل کا نتیجہ و ثمرہ تھا۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ  
ہونے کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے کا پور میں مدرسہ تاسیس فرمایا  
مسل جو دو سال تک ہر عملہ و فن کی کتابوں کا درس دیا تھا اور کا پور کے

ملاقات میں اس مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کا ثانی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ یہاں سے دورۂ حدیث پڑھ کر بڑے بڑے فضلاء کرام اور کامل اساتذہ حدیث پیدا ہوئے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے مدرسہ میں عتادہ بھوں کی خانقاہ میں مستقل قیام فرمایا مگر یہ مدرسہ حضرت والا کی زیر سرپرستی قائم تھا۔ اور اُس میں آپ کے شاگردان خاص مولانا محمد اسحاق صاحب بروردانی اور مولانا محمد رشید صاحب کانپوری تدریسی فرائض اہم دے رہے تھے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب برودانی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ اور غلفاء میں سے تھے۔ اپنے زمانہ میں بڑے پاسے کے محدث اور اساتذہ کامل تھے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے جب خانقاہ بھوں کی خانقاہ میں مستقل قیام کی غرض سے مدرسہ جانتہ العلوم کانپور سے غلجہ کی اختیار فرمائی تو مولانا اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی گوجرانہ جانشین اور صدر مدرس منتخب فرمایا تھا۔ آپ تفریادہ تھے۔ اعلیٰ کے علاوہ قوت حافظہ میں بھی بے نظیر اور ضرب الثبوت تھے۔ بنی ثبوت کے حافظ اور عاشق تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی ضرب ثبوت نہایت کے ایک پارے کی ہر روز تلاوت کیا کرتے تھے۔ اس لیے بنی ثبوت میں جو حدیث جتنے مقامات پر آئی ہے وہ سب سخت بتا دیتے تھے۔ سناہت کے کوئے پر کسی بنی ثبوت والہ نہ ہو کہ حدیث کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ حدیث بخاری میں لکھی گئی ہے آپ نے فرمایا جو مقامات پر وہ غلط ہیں وہ گئے گنڈا سن گئے صلا۔ دین بھی اتنے زبردست حافظ کے مالک ہوتے ہیں۔ آپ نے

زمانہ طالب علمی میں شوکی مشہور کتاب کا یہ پوری حفظ کر لی تھی اور اس کو محفوظ رکھنے کے لیے بیشتر دہراتے رہتے تھے۔

حافظ ایسا قوی تھا کہ جو حکایت اور لطیفہ یا شعر باقی پڑھتے وقت جس موقع پر اور جس انداز سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا خود سبق پڑھ لیتے وقت اس کو بڑے ذوق و شوق سے تلفظ کرتے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر بعینہ نقل فرمایا کرتے تھے۔

جس روز مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان داخلہ لیا۔ بعد مغرب حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یہ حضرت کی کرامت ہے کہ مولوی خضر احمد اس کے باوجود کہ انہوں نے درمیان کی بعض کتابیں نہیں پڑھیں منکوۃ وجدلین اور ہدایہ پڑھنے کی پوری استعداد رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے مدرسہ کے طریقہ تعلیم کی ثنوی ہے کہ "نخیر" پڑھنے والے طالب علم عربی کی ہر کتاب کی عبارت پڑھ کر اور سمجھ لیتا ہے۔

جانتہ العلوم کانپور کے دوسرے مدرس مولانا محمد رشید صاحب کانپوری بھی حضرت تھانوی کے شاگرد رشید تھے۔ موصوف کو علم فقہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ حضرت تھانوی نے مولانا موصوف کی زبان کا ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے کہ کانپور میں مولوی صاحب کے پاس ایک استغفار آیا کہ گھوڑے کے جنازہ کی نماز پڑھنی کیسی ہے؟

پہ نے عزت کے سوا اس میں بجا کھا کہ اگر کسی نے غور سے کو  
کلمہ پڑھتے ہوئے سنا ہو تو اس کی ناز جنازہ ضرور پڑھنی چاہیئے ورنہ  
نہیں۔ اس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اب کیا  
مدلل دیا کہ ناز جنازہ مسلمان کی ہوتی ہے اور جب تک کلمہ نہ پڑھے  
مسلمان نہیں ہوتا۔

مولانا موصوف کی ایک مکتبہ تحریر کو حضرت حکیم الامت نے اپنی  
بیاض خاص الطرافت والقرائت تفر اول میں بعنوان ذیل شامل فرمایا ہے  
انفادۃ الکامیہ فی اصحاب الاعراف، رقم کردہ مولوی رشید احمد  
صاحب کانپوری سہمہ بنو اب اسد لالی مولوی عبید اللہ سندھی ص ۱۰۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مولوی رشید احمد صاحب  
کانپوری ایک دفعہ یہاں قیام کئے ہوئے تھے مجھے دو بیویوں کے بچوں  
کی ضرورت تھی۔ مجھے ایک شخص نے پیسہ دینے اور میں سہارن پور  
کے عوض پیسے لے لیے۔ مولوی صاحب نے نہایت ادب و دردی کے  
ساتھ بڑے اچھے مذاق سے کہا کہ یہ بچے صرف بنے اور سہمہ میں  
بیع جائز نہیں۔ میں نے اس کو مارا یا اور اس کی بات کو قبول کر لیا۔

(حسن العزیز صفحہ ۲۰)

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی  
کی زیارت اور دعاء  
اس لیے حضرت مثنوی اپنے متعلقین و تلمیذین کو باہتمام خاص اپنے ساتھ

لے کر حضرت گنگوہی کی زیارت کے لیے گنگوہ تشریف لے گئے چنانچہ حضرت  
مولانا فخر احمد شاہی گنگوہی اپنے بڑے بھائی مولانا سعید احمد کے ساتھ حضرت  
گنگوہی رحمہ اللہ علیہ کی زیارت اور دعا لینے کا سفر نہ مائل ہوا۔ پھر اسی  
سال حضرت گنگوہی کا وصال ہو گیا۔

دورہ حدیث کی تکمیل  
از احسان مستدین مولانا امام ماکہ، حضرت

مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی نے سے سہ ماہی پڑھا اور شعبان ۱۲۸۵ھ میں  
امتداد فرغت دینیات دیا۔ اس امتداد میں درج ذیل حضرت متحق تھے۔  
حدیث کا امتداد شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن صاحب بین الحدیث  
در معلوم دلی بندہ لیا اور فقہ کے متحق مولانا سعید احمد صاحب دہلوی  
تھے۔ صرف و نحو، بلاغت و ادب کا امتداد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب  
سہارن پوری و تفسیر کا امتداد حضرت حکیم دولت مولانا مثنوی کے پاس ہوا  
اس امتداد میں مولانا عثمانی دوسرے نمبر پر کامیاب ہوئے تھے۔ اول  
نمبر پر مولانا کے بڑے بھائی مولانا سعید احمد مرقوم تھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری  
کی خدمت میں حاضری  
انہوں نے فہرست ہو کر تھیں وہاں  
میں مولانا مرقوم تھے ان تشریف  
لے گئے ایک مقرر قیام کے بعد دیوبند

اپنے عزیزوں سے ملنے کا ارادہ کیا اور راستے میں سہارن پور پہنچ کر حضرت  
مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی زیارت و ملاقات کے لیے ان کی خدمت میں  
حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا بڑی خندہ پیشانی سے پیش اسے اور خود ہی

فرمایا مولوی ظفر اہم تہا بہ جواب سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ تم نے ادب و بلاغت کے بڑے کابیت اچھا جواب دیا ہے اس لیے ہم نے تم کو سب سے زیادہ یعنی تیسویں سے آتی نمبر دیئے ہیں۔ باقی سب تم سے کم ہیں۔ حضرت سہارنپوری کی اس عنایت و شفقت نے مولانا کے دل پر ایسا اثر کیا کہ مولانا پھر اپنی کے ہو رہے اور باقاعدہ سال کے بعد حضرت سہارنپوری کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہو گئے۔

**مناظر العلوم سہارنپور میں داخلہ** | اسی زمانے میں مولانا محمد اسحق صاحب بردوانی جامعہ العلوم کانپور سے مستغنی ہو کر مدرسہ عالیہ کلکتہ شریف لے گئے اور مولانا محمد رشید صاحب بھی وہاں سے مستغنی ہو گئے۔ ان حضرات کے چلے جانے کے بعد یہ مدرسہ جو مشرقی اصلاح میں دارالعلوم دیوبند کا نمونہ تھا۔ اب اس کی وہ حیثیت نہ رہی تھی۔

محرم ۱۲۸۲ھ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے دیوبند کا کنگریل دربار معقول و فلسفہ اور ہجرت کے لیے دارالعلوم دیوبند میں چار ماہی دنوں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا راز نامہ حضرت عظیم الامت کے نام لیا گیا کہ مولوی ظفر احمد کو آپ دعا پر علوم میں تبحر دیں۔ معقول و فلسفہ پڑھانے کے لیے ہم نے مولانا عبدہ در صاحب پنجابی کو بلا لیا ہے۔ اس پر حضرت تھانوی نے فرمایا کہ جب مولانا خلیل احمد صاحب کی تم پر اس قدر عنایات ہیں کہ وہ بلا رہے ہیں تو اب اللہ کا نام لے کر تم مظاہر العلوم میں چلے جاؤ۔ چنانچہ وسط محرم میں مولانا نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے لیا اور وہاں

مولانا عبدالقادر صاحب، مولانا حافظ عبداللطیف صاحب وغیرہ ماسنین سے منعلق و فلسفہ، ریاضی و ہجرت کی کتابیں پڑھتی تھیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کے درس ہماری ہیں بھی شریک ہو رہے۔

**کنگنیل درسیات و سند فراغت** | تقریباً دو سال مظاہر علوم میں مقید و تعلیم میں جب اسے حاصل کرنے اور تمام درسی کتابوں کی تکمیل کے بعد فراغت حاصل کی اور شعبان ۱۲۸۲ھ میں مظاہر علوم کے ساتھ امتحان میں شریک کیا۔ ذکر یہ یاد ہوئے۔ شرعہ، تفسیر، کائنات، حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے پڑھائے۔ یہ تھا اور اس میں ازل نمبر پاس کیا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا کنگنیل زمانہ تعلیم سات سال کی عمر سے، شمارہ سال کی عمر تک ہے اور انیس سال کی عمر میں مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بطور مدرس تقرر ہو گیا تھا۔

**حضرت مولانا احمد حسن امروہی کی زیارت** | اسی سال ۱۲۸۲ھ میں دارالعلوم دیوبند کا ایک عظیم الشان جلسہ دستار بندی منعقد ہوا جس میں تمام اکابر علماء دیوبند تشریف لائے۔ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی شاگرد خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تانوتوی بھی تشریف لائے تھے مولانا ان کی زیارت سے مشرک ہوئے۔ مولانا ان کے پاس بیٹھ فرماتے تھے وہ بہت خوب صورت اور خوش لباس تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے اسی جلسہ میں حضرت عظیم الامت تانوتوی کا بڑا ہی خوش رو دل نشین وعظ ہو چکا تھا۔

حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ  
 میں پانچ مرتبہ بیت اللہ

اور زیارت مدینہ منورہ کا موقع غیب فرمایا تھا۔

پہلا سفر حج  
 اسی سال مولانا عبد العزیز صاحب مولانا عبد اللہ گنگوہی صاحب اور مولانا ثابت علی صاحب مدینین مظاہر العلوم نے حج کا ارادہ کیا تو مولانا کے دل میں بھی یہ تمنا پیدا ہوئی۔ اتفاق سے اس وقت آپ کو ایک سو پچیس روپے زمین کی قیمت سے آگئے تھے۔ تو حضرت مولانا غیل احمد صاحب نے فرمایا تبارک و تعالیٰ فرض ہو گیا۔ دھرم حج کے لیے اس وقت اتنی رقم کافی ہو جاتی تھی مگر زیارت مدینہ منورہ کے لیے اس رقم میں گنجائش نہ تھی (غرض مولانا غیل احمد صاحب کے فرمانے پر آپ نے بھی حج کا ارادہ کر لیا۔ وقت پر پچیس سو روپے کا درخدا م ہو گیا۔ اللہ کے فضل سے اس رقم میں ایسی برکت ہوئی کہ حج اور زیارت مدینہ دونوں کے لیے یہ رقم کافی ہو گئی اور مولانا دونوں مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔ اور سفر حج سے پہلے مولانا غیل احمد صاحب سے حدیث مسلسل باجا بت دعا فی المسافر کی اجازت سے بھی مشرف ہو گئے تھے۔

اس سال حج میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اور حضرت مولانا غیل احمد صاحب سہارنپوری بھی تشریف لے گئے تھے۔ مولانا عزم اپنے وقت کے ساتھ کیم ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔ اور چار روزی بعد کو مولانا غیل احمد صاحب بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ سفر حج میں مولانا

سہارنپوری کی میت سب کو بہت خوشی تھی کیونکہ حضرت کی وجہ سے کمال اتبار سنت کے ساتھ فریادہ حج کی ادائیگی کی سعادت نصیب ہوئی تھی ورنہ بعض ختوں کا تو بہت سے اہل علم کو بھی پریشان ہوتا اور ان حضرت کو حضرت سہارنپوری کی میت و برکت سے تمام مسلمان کا علم میں ہوا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین بھی حاصل ہوئی۔

مکہ معظمہ میں سیدنا حضرت حاجی اندرانہ صاحب کے سفید اور صاحب سنت و زیارت بزرگ مولانا عبد العزیز صاحب کی زیارت و زیارت سے شرف ہوئے کا موقع ملا اور مدینہ منورہ میں علامہ سید احمد بزرگ شائش کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ وہاں اس وقت یہ بہت بڑے عالم اور صاحب انوار و برکات بزرگ تھے۔ مولانا غیل احمد صاحب کو ان کی زیارت کا استیاق ہوا تو مولانا رحمہ اللہ علیہ بھی حضرت کے ہمراہ ان کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔

حضرت سہارنپوری نے بایں فضل و کمال، علو و اور تقہ ستم کے عظیم براہی رحمۃ اللہ علیہ سے تبرکاً حدیث کی سند بھی حاصل کی تھی۔

نواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 شرح تاج عالم پڑھنے کے  
 کی زیارت کا واقعہ  
 زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ابن ابی ہبیرا تمکانہ کہاں ہو گا؟ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الجنتہ و انت میں، پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ ابنا عرض کر دیتا

تو آپ نے فرمایا۔ پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے یہاں بھی آؤ گے، عرض کیا  
یا رسول اللہ! استیاق تو بہت ہے آپ کو عافیا میں۔ فرمایا۔ ہم دُعا  
کرتے ہیں۔

بچے میں جہاز پر سوار ہوئے تو مولانا عبداللہ صاحب گنگوٹی نے  
مولانا کو ان کا یہ خواب یاد دلایا اور فرمایا دیکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا تھا کہ پڑھ کر ہمارے یہاں آؤ گے، تو اسی سال تم پڑھ کر فارغ  
ہوئے ہو اور تم کو حج اور زیارت کا سامان نصیب ہو گیا۔ آپ نے عرض  
کیا واقعی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کشش تھی کہ یہ سب کچھ  
ہو گیا ہے۔ ورنہ میرے پاس نہ اس کا کوئی انتظام تھا اور نہ کچھ  
امید تھی۔ فللہ الحمد والکفر۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب کی کرامت

یہ مولانا کے پاس زادراہ بہت قلیل تھی یعنی صرف دو سو روپے تھے  
اور دوسرے دفعہ حج کے پاس پانچ سو روپے تھے۔ یہاں اس سے  
بھی زیادہ رقم تھی۔ سوا مہینہ حج سے پہلے اس کو سوانہ حج کے بعد مکہ مکرمہ  
میں قیام رہا۔ کھانے پینے کے نام انرجات میں دوسرے دفعہ حج کے  
ساتھ مولانا بھی برابر کے شریک رہے اس لیے بعض دفعہ کو خیالی ہوا کہ  
شاید آپ کے پاس مدینہ منورہ کی حاضری کے لیے رقم نہیں بچی ہوگی مولانا  
نے کہا اب میری فکر نہ کریں محمد اللہ! میرے پاس رقم کافی ہے۔ مولانا  
محمد یحییٰ صاحب نے مجھے ایک دوپیر دیا تھا کہ اس پر نشان کر کے رقم

میں ملو۔ اسے خرچ نہ کرنا اور حساب میں نہ کرنا بے حساب خرچ کرنا  
رہنا۔ اس لیے میں نے اس وقت سے رقم کو گنجینہ ضرورت کے  
موافق قبلی سے نکالتا رہتا ہوں۔ اندازہ ہے کہ کھانی میں ابھی کافی  
رقم ہے چنانچہ آپ اسی طرح خرچ کرنے دست و در راحت کے ساتھ  
سفر مدینہ سے فارغ ہو کر یہاں اپنے بچے پہنچ گئے اور حضرت سہارنپوری  
کے حکم سے رقم کو گنجینہ میں اب بھی تیرہ روپے بچے سے سہارنپور  
تک ان کے پاس کا گواہ باقی تھا۔ اسی طرح مولانا مرحوم کے اس سفر حج میں  
حضرت مولانا خلیل احمد کی تویہات و ہدایات برابر شامل رہیں بعض اجاب  
نے رقم کی کمی کے پیش نظر حضرت سے عرض کیا کہ مولانا کو اس سال سفر حج سے  
روک دینا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں۔ ان کو اسی سال حج کے لیے پہنچنا  
سبب۔ یہ الفاظ اس طرح ارشاد فرمائے جیسے کوئی فیبی اشارہ ہو۔

(انوار النظر ص ۳۱)

دوسرا حج

۱۳۳۰ھ میں آپ کو اپنے گھرانوں کے ساتھ دوبارہ حج اور  
ریات مدینۃ الرسول کی دولت قسرت ہوئی۔

تیسرا حج

پھر اس کے دس سال بعد ۱۳۵۰ھ میں تیسری مرتبہ حج اور زیارت  
مدینہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

چوتھا حج

شوال ۱۳۵۰ھ مطابق اگست ۱۹۳۱ء میں حکومت پاکستان  
نے حج کے ایام میں حکومت سعودیہ کی طرف ایک خیرگاہی وفد بھیجے  
کا ارادہ کیا جس میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا نام ملے جو اتفاقاً  
مولانا پرناج کا دورہ ہو گیا تو آپ کی جگہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کو وفد میں

شمال کہا گیا۔ دراصل طرح چھٹی بار حضرت مولانا کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ سے مشرف ہونے کی سعادت ہوئی۔ اس وفد کے کارناموں کی پوری تفصیل ماہنامہ ندائے حرم کراچی میں بصورت سفرنامہ جواز حصہ دوم خود مولانا کے قلم سے تصدیق و تصدیق ہو چکی ہے چند خاص خاص باتوں کا یہاں بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس سفر و زیارت کا اس طرح اچانک موقعہ فراہم ہو جانا اور بے وجہ و دلائل اس کا سامان مہیا ہو جانا مولانا کے لیے بڑی باعث سعادت اور انتہائی خوشی کا سبب بن گیا۔ مولانا کے شرف اوردیوبلی کیفیت کا کسی قدر اظہار واقعہ ذیل سے ہوتا ہے:-

۱۱ ستمبر بروز جمعرات مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ انصاری جو مدرسہ عالیہ دھاکہ میں ایڈیشنل ہیڈ ماسٹر تھے، حضرت مولانا سے جب اپنے کام کا بیان کیا تو ان کے حوالہ کیا تو اس وقت وہاں دوسرے علماء اور مدرسین بھی موجود تھے مولانا محمد شفیع صاحب نے اس موقع پر اپنے تائثرات کا اظہار اپنے تازہ شمار کیا جو اسی وقت ملائف محزون ہوئے ان میں سے یہ شعر بھی آیا:-

طالب حق مدتی دل سے سوئے کہ جب چلا  
اور رفت سر پر اس کے باغ افسانہ ہو گیا

مجاوذاً منتظر ہیں رحمتہ اللطیفین  
یہ ربانی خود کریں گے سادہ ختم اللطیفین

خون صدائیں برہمت یکتا نے تو:  
یہ سغرائے کاشش باشد داروئے غلبانے تو

مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ دوسرے شعر یہ میری حالت دگرگوں ہوئی اور بے ساختہ محکموں میں انسوا ادا آئے اور خیال بڑا اکابرانی شانہ لطیفین کو میرا اثری رہنا۔ میں اس قابل کہاں؟ مگر یہ لوگوں یہ غرضی سامان تو کچھ اسی پر اشارہ کر رہا تھا جو بے ساختہ اس شانہ میں مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی زبان پر آ گیا۔

کہان میں اور کہاں یہ نکتہ محل  
نسیم شمع تیری مہربانی

مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اسی پر بھی شرف ہوئی کہ دھاکہ نیز پیرنی اور مدرسہ عالیہ دھاکہ کے تعلق سے بعد اللہ میری نسبت باطن میں کمی نہیں آئی۔ والحمد للہ عنی ولک الحمد اکثیداً۔

(انوار النظم ص ۲۷ ج ۲)

مولانا لکھتے ہیں کہ "راگت شمسہ کو حضرت ماب نور الدین صاحب وزیر و اعلیٰ پاکستان کا گرامی نامہ توسط جناب نور الدین صاحب وزیر اعلیٰ مشرقی پاکستان میرے نام پہنچا۔

۱۷ اگست ۱۹۵۱ء کراچی

مکرمی و مفتی جناب مولانا غلام مصطفائی

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ! آج میں نے حضرت ماب نور الدین صاحب کو ایک تار وادب کی ہے جس میں ان سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ آپ کے دست کرب کی کہ پاکستانی خیرگاہی وفد کے ممبر کی حیثیت سے حج کے موقع پر سعودی عرب تشریف لے جانے کے لیے تیار رہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ

آپ جیسے بزرگ میرے مسافر ہوں گے اور میں آپ کی محبت سے مستفید ہو سکا  
ہماری روانگی انشاء اللہ تھانے ۲۴ ستمبر بذریعہ اورینٹ انڈین کے  
جہاز سے ہوگی۔

مکرم ترین خواجہ شہاب الدین

(سطر تہم جہاز حقہ دوم مش)

ہوائی جہاز میں نماز باجماعت  
حضرت مولانا محمد رفیع فرماتے ہیں کہ دینی  
سے ٹیکہ نہ لے جہاز روانہ ہوا۔

مغرب کا وقت ہو گیا تھا میں نے جہاز ہی میں جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز  
ادا کی۔ ہوائی جہاز میں فحشے خاص طور سے یہ فائدہ محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ  
کی طرف توجہ کامل رہتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا فرشتوں کے قریب  
پہنچ گئے اور فرشتے ہی بن گئے ہیں۔ دنیا کا دوسرہ اور دھیان بھی دن میں  
نہیں آتا۔ بس حضور کی اور مشاہدہ کی حالت قائم رہتی ہے۔

(ایضاً)

جناب لیاقت علیاں وزیر اعظم پاکستان کو  
لیاقت علیاں وزیر اعظم  
قائد اعظم کا کاج بدل کر اسنے کی ہدایت  
پاکستان سے اپنی طاعت

کا تذکرہ کستہ نمبر ۱۲۷ پر فرمایا ہے۔

”چند ہفتے پہلے نے کہا تھا قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر حج فرض تھا جب

وہ اپنا سب کچھ مال و متاع توہم کو دے گئے میں تو ان کی طرف  
سے حج بدل کر ادین چاہتی تھی۔ انہوں نے پوچھا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ

میں من کی طرف سے حج کر دوں۔ میں نے کہا بہتر توبہ ہے کہ انہیں  
نہ کر میں سے ان کی ہشیر و صاحبان فہم جنات بدل کر انہیں اندر  
وہ آپ کو بخوشی اجازت دے دیں تو آپ بھی چاہتے ہیں۔ فرمایا  
میں ضرور اس کی کوشش کروں گا۔ (مرست)

قربانی کے مسئلہ پر مکالمہ  
اسٹریٹ میں کچرپی کے قیام کے دوران حضرت  
مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک منکر حدیث سے  
قربانی کے مسئلہ پر اپنے نکالے کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :

”میں نے کہا کہ اگر آپ کے اس دعوے کی دلیل کیا ہے ؟ کہنے لگے قرآن میں  
ہے نہ معاملہ البیت العتیق جس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
شہداء اللہ یعنی قربانی کا محل بیت اللہ ہے۔ میں نے کہا اول تو یہ آیت ہی قربانی  
کے متعلق نہیں بلکہ ہدی کے متعلق ہے اور ہدی کے بارے میں ہم بھی نہیں کہتے  
ہیں کہ اس کو حرم میں نہ لگایا جائے۔ دوسرے اس کو قربانی کے لیے مان  
لیا جائے تو لازم ہو گا کہ بیت اللہ کے اندر قربانی کی جائے کیونکہ آیت میں  
مقبی بیت العتیق کو فرمایا گیا ہے اب اگر کسی دلیل سے البیت العتیق کو بھائے  
بیت اللہ کے پوسے حرم پر حمل کریں تو اسی دلیل سے آپ کو یہ بھی ماننا  
پڑے گا کہ آیت ہدی کے ساتھ خاص ہے۔ ائمہ کے متعلق نہیں ہے۔ ائمہ اور  
ہدی میں فرق ہے ہدی وہ ہے جس کو عمرہ یا حج کا احترام باندھ کر ساتھ لیا جائے  
یا بطور نذر یا کفارہ کہ صحیحاً جائے اور ائمہ وہ ہے جو نیز حج و عمرہ کے اللہ کے  
نام پر ایام ائمہ میں نہ لگایا جائے۔ کہنے لگے حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور مدینہ سے مکہ حضرت صدیق اکبر



ہے۔ ساتھ ہی حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہر سال قربانی کی ہے اور فرمایا میں بعد سعتہ فلعہ ینفخ فدیقیرین مہلنا در جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے اس حکم کے بعد مدینہ میں صحابہ کا قربانی کرنا اور ان کے بعد ہر زمانہ میں ساری امت کا اگر ہر جگہ قربانی کرنا برابر موارث چلا آیا ہے تو کیا ساری امت قرآن کی اس آیت کو نہیں سمجھی تھی آج آپ ہی اس کو سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کی فہم کو تسلیم کر لیا جائے تو آیت کا مطلب ایسا ہو گا جسے کوئی بھی عاقل قبول نہیں کر سکتا کہ قربانی بیت اللہ میں ہونی چاہیے۔ حالانکہ اس میں بیت اللہ کی تعلیم نہیں بلکہ ہر اس پر ہے جو حق ہے کہ ساری بیت اللہ اور اس کے ساتھ مسجد حرام بھی مسدود بانی کے جانشینوں کے خون پر بنیاد اور گورے قوت ہو کر کسے؟

(ص ۱۰۰)

### افاداتِ خاصہ

نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال | اسی سبب کہ یہاں میں حضرت مولانا کے سامنے لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنے کا سوال اٹھایا اور کہا کہ آپ نے جو ہزار کا فتوہ دیا ہے، اسے مگر بہت سے لوگ حضرت حکیم الامت کے فتوے پر ایمان لائے اور نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ حضرت حکیم الامت نے اس بارے میں کوئی فتویٰ لکھ دیا نہیں فرمایا بلکہ

جو از دعام خود کا مدار اس پر رکھا ہے کہ لاؤڈ سپیکر سے عام ہی کی دوزخ میں جلد ہوتی ہے یا مدار سے بازگشت کی طرح یہ دوسری آواز ہے۔ ہر شخص نے سانس دانوں کے مختلف قوال نقل فرما کر فیصلہ میں تردید کا خدشہ فرمایا اور تردید کی صورت میں احتیاط یہی ہے کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کیا جائے۔ مگر مجھے اب باہر میں سانس سے متعلق تو یہ ہے کہ یہ آواز امام ہی کی آواز ہے مدار سے بازگشت نہیں۔ اس لیے مجھے تردید نہیں رہا۔ (ص ۱۰۱)

پھر حضرت مولانا نے مکہ معظمہ میں حکومت سعودیہ کے شیخ الاسلام عبد اللہ بن عبد الوہاب سے بھی اس سلسلہ میں مزید تحقیق فرمائی چاہی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک امام کی آواز اور اس کی بازگشت میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی مدار سے بازگشت ہی کی اقتدار کرے تو اس میں کیا ممانعت ہے۔ (ص ۱۰۲)

### دقوتِ عرفہ سے پہلے مقاربت کا حکم

حضرت مولانا اپنے سفر نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دقوتِ عرفہ سے پہلے اپنی بیوی سے مقاربت کر لی تھی جبکہ بیوی بھی احرام میں تھی۔ میں نے کہا عام طور سے متون اور شروٹ میں تو یہ لکھا ہے کہ اس صورت میں دونوں کا گناہ فاسد ہوگا سال آئندہ قضا کریں مگر احرام کے بغیر انزال کے نہیں لگ سکتا اس لیے دونوں عرفات جائیں اور دقوتِ عرفہ و مزدلفہ کے مٹائی میں رہی اور ذبیحہ وغیرہ کے بعد احرام کھول دیں۔ لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں بیعت پر جائیں اور وہاں سے دوبارہ احرام کے باندھ کر آئیں کیونکہ مقاربت سے عرف احرام سابق فاسد ہوتا ہے جس سے دم واجب

ہوگا۔ اور دوسرے احرام سے وقف غزوہ و مدد کر کے جمع ہو جائے گا۔  
اور سالِ اُشدہ و قحطانہ نہ ہوگی۔ مگر اس روایت کو نقل کر کے علامہ شامی  
نے تامل ہی کیا ہے۔ مگر میں نے کہا احتیاط اسی میں تھی کہ میقات سے دوبارہ  
احرام باندھ لیا جاتا کہ کسی ایک صورت پر تو جمع ہو جائے پھر نہ تو توفیق  
دے تو اُشدہ بھی ہو گیا ہو جائے۔ (ص ۵)

اس واقع سے حضرت مولانا مرحوم کی جزئیات فقہیہ پر وسعت نظر  
کے ساتھ وقتِ نظر اور شانِ فقہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا جناب  
خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت  
میں عرصہ دراز تک علومِ حدیث و فقہ کی خدمت کا جو موقع حضرت مولانا  
مرحوم کو میسر آیا تھا اس کی برکت سے کس قدر فکری مناسبت حضرت مولانا  
مرحوم کو ان علوم سے حاصل ہو گئی تھی۔ پھر اس کے ساتھ تقویٰ اور  
احتیاط کے پہلوں پر بھی برابر نظر پڑتی تھی۔

فوٹو کے بارے میں مولانا کا طرزِ عمل | اشدہ پاکستان کے سیکرٹری  
مشرقیہ اشدہ پاکستان کے سیکرٹری  
ترجمان کے ذریعے اس مجلس کا ذریعہ کی اجازت طلب کی جو سلطان بن  
سعود کی ملاقات کے لیے مسجدِ کعبہ میں تھے تو اس وقت حضرت مولانا  
مجلس سے باہر آ گئے اور جس جس موقع پر فوٹو لیا گیا مولانا مرحوم ہر موقع  
پر اُٹھ ہی رہے اور خود کو فوٹو سے بچانے میں کامیاب رہے البتہ  
سوی عرب کے وزیرِ مالہ شیخ عبداللہ بن سلمان سے جب وفد پاکستان  
ملاقات کر رہا تھا اور حضرت مولانا بھی اس میں شریک تھے اس وقت مولانا

کی بے خبری میں آپ کا فوٹو بھی لے لیا گیا۔ مولانا نے اپنے سفر نامے میں قریب  
فرمایا ہے کہ وفد پاکستان کے سیکرٹری یہاں بھی فوٹو گرائی سے منع کر کے اور  
نہ معلوم کس وقت میرا فوٹو لے لیا کہ مجھے خبر نہ ہوئی۔ بنیاداً کیا کہ بوقت  
میں وزیرِ موصوف سے گفتگو کرتا تھا اس وقت دو بار پھر آگاہ میں فوٹو لے  
رہے تھے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک فوٹو لینا اور اُتراوانا جائز نہیں۔  
اگر کسی نے میرا فوٹو لیا ہے تو یقیناً یہی بے خبری میں لے لیا ہے۔

(ص ۵)

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

اگرچہ آج کل مالک اسلامیہ میں یہ وہاں عام ہے کہ وہاں کے بعض  
علماء اور متقیان کلام بھی اس سے پرہیز نہیں کرتے مگر علماء متقیین نے  
برابر اس کو لکھنا۔ اللہ المصطفیٰ کی وعید میں داخل سمجھتے ہیں اور ناجائز  
ہونے کا فتویٰ دیا ہے جہاں علماء مصر میں علامہ محمد زاہد الکوثبی سابق نائب  
شیخ الاسلام ترکی نے بھی فوٹو کو تصویر کے حکم میں داخل قرار دیا ہے اور  
ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ (ص ۵)

حضرت مولانا نے حالتِ احرام میں لنگی  
اور دھاری دار رنگین چادر استعمال  
کی تھی اور لنگی سامنے سے لٹی ہوئی

حالتِ احرام میں اُگے سے لٹی  
ہوئی لنگی پہننا ناجائز ہے

تھی۔ مولانا مرحوم اس کو جائز سمجھتے تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا  
حوالہ دیتے تھے۔ مولانا شامیر علی تھانوی مرحوم نے جب مولانا سے یہ سوال  
کیا کہ کئی میں نیز ڈال کر اُگے سے اس کو سینے کی اجازت ہوگی یا نہیں اور

بمسوط کی بعض عبارتوں کا حوالہ بھی لکھا تو حضرت مولانا نے ان کو بھی جواب  
اور قلم فرمایا کہ میں نے حالت احرام میں خود ہی لکھی استمال کی ہے جو  
۱ گے سے پہلے ہوئی تھی البتہ فیض ڈالنا میرے نزدیک اچھا نہیں گونا جائز  
وہ بھی نہیں (ص ۳۲)

احرام میں سفید کپڑا لازم نہیں  
مولانا فرماتے ہیں کہ احرام میں نعل اور چادر  
کافیہ ہو نامی ضروری نہیں۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ مدینہ میں احرام باندھا ہے۔ امام سفیان ثوری  
نے اس کی شرت میں لکھا ہے کہ اس میں سرخ دھاریاں تھیں پورا سرخ نہ تھا بلکہ  
دھاری دار تھا۔ (ص ۳۲)

عرفات و منیٰ میں امام کے  
اس مسئلہ پر حضرت مولانا رحمہ نے مولانا  
سید سلیمان ندوی سے اپنی گفتگو اس طرح  
اردہ فرمائی ہے۔ میں نے کہا: حنفیہ۔

شافعیہ، حنابلہ کے نزدیک امام کی کو عرفات میں قہر کی اجازت ہے۔ نہیں  
کیونکہ ان کے نزدیک مسافر کے سوا کسی کو قہر جائز نہیں اور منیٰ سے عرفات  
تک مسافت قہر نہیں ہے البتہ مالکیہ کے نزدیک عرفات و منیٰ میں قہر جائز  
بلکہ لازم ہے۔ اہل بیت نے اس بات میں مالک کا قول اختیار کر لیا ہے  
ادام کا امام باوجود کی اور قہر ہونے کے عرفات و منیٰ میں قہر کرتا ہے۔  
حالانکہ اس کے پیچھے بہرہ رستہ کے مقتدی ہوتے ہیں (وہ بھی جن کے مذہب  
میں یہ قہر صحیح نہیں) مولانا سید سلیمان صاحب کے خیال میں سب کے لیے قہر  
جائز تھا۔ فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کو آدمیوں کی نماز کا جو حال ہو گا وہی میری

نمازوں کا بھی ہے۔ میں نے کہا آپ کا خیال صحیح ہے۔ میرے نزدیک بھی اس  
قہر و منیٰ سے متغیر کی جماعت۔ ست ہو گئی ہے کیونکہ اول تو امام علیؑ مالک مذہب  
ہے جس کے ہاں ایک دن۔ سات پر قہر جائز۔ چنانچہ بہرہ رستہ مکتہ  
سے نوبل یا کچھ زیادہ ہے۔ اور یہ ایک منزل کی مسافت ضرور ہے۔ لہذا  
اپنے مذہب کے موافق وہ مسافر بہت مقیم نہیں۔

دوسرے جب انہوں نے اس مسئلہ میں مالکیہ کا قول اختیار کر لیا ہے  
تو یہ قہر سب کے لئے کی دہشت ہے اپنے مذہب پر ان کی نازیبا ہو گئی۔  
اور میں ان کی اقتدار جائز ہے۔

تیسری بات سب سے اہم یہ ہے کہ عرفات و منیٰ اور مزدلفہ میں قہر  
کرنا اخلاقی مسئلہ ہے اور ضعیف کا قول ہے کہ مسائل اختلافیہ میں امام  
وقت کسی ایک قول کو ترجیح دیدے تو وہی جانب راہ ہو جاتی ہے۔  
کیونکہ ایسے مسائل میں امام کا فیصلہ قاطع نزاع ہوتا ہے اور اس  
وقت شیخ الاسلام حکومت ہند نے حج سے پہلے جمعہ کے خطبہ میں اعلان  
کر دیا تھا کہ عرفات و منیٰ میں قہر کیا جائے تو میرے نزدیک ضعیف کی نماز  
مجی قہر کے ساتھ درست ہوگی۔ البتہ جن لوگوں نے اپنی قیام گاہ یمینوں  
میں جماعت کی ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھی ہوں تو قہر کی اجازت  
نہیں۔ لیکن چونکہ اس موقع پر شمس المائر نے سخت بات لکھ دی ہے۔  
اس لیے باوجود کہ یہ درجہ مذکورہ بنا، پر قہر کو جائز سمجھتا ہوں اور  
امام کے ساتھ قہر کیا بھی تھا لیکن بعد میں احتیاطی نماز کا اعادہ مناسب  
سمجھتا کہ نماز مختلف فیہ نہ رہے۔ عمر میں کبھی توجہ کا اتنا حق ہوتا ہے

یہاں کی یہ چند نازیہ بھی مختلف فیہ رہیں۔ اس بات کو دل نے قبول نہیں کیا۔ (۹۴)

حضرت مولانا نے اپنے اسی سفر نامے میں حکومت سعودیہ کو مشورہ دیا ہے کہ حکومت کو اس باب میں جملہ ذرا جب کی رعایت لازم ہے کیونکہ جو آئمہ مہنی اور عزت میں معیم کو قہر کی اجازت دیتے ہیں وہ قہر کو واجب تو نہیں کہتے لیکن جو آئمہ قہر کی اجازت نہیں دیتے وہ معیم پر اقامہ کو واجب کہتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ امام متیم مہنی و عزت میں اقامہ کرے تاکہ ہر مذہب پر غامہ صبح ہو جائے۔ اور کسی کو غلبان باقی نہ رہے۔ (۹۵)

حکومت کے روپے سے حج کرنا | ہماز مقدس سے حضرت مولانا کی فہمی

اور مولانا ظفر احمد صاحب انصاری ارکان تعلیمات اسلامیہ بورڈ ٹھٹھہ کے لیے قیام گاہ پر تشریف لائے تو مولانا انصاری نے بتایا کہ بعض اخباروں نے تو یہ بھانے مولانا ظفر احمد عثمانی کے مولانا ظفر احمد انصاری لکھ دیا کہ کسی پر بعض دوستوں کے خطوط میرے پاس مبارک ہوا کہ اُسے دروغ نے یہ بھی لکھا کہ حکومت کے روپے سے فرض تراوا نہ ہوگا آپ کو دوبارہ لکھ کر دیا ہوگا۔ حضرت مولانا نے فرمایا: میرا حج کوئی بی منافق تو نہیں جو انی میں ادا کر چکا ہوں۔ اس پر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے فرمایا: تو کیا آپ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ حکومت کے روپے سے فرض ادا نہیں ہوتا؟ حضرت نے فرمایا: میرا یہ جواب بعد تسلیم ہی کے تھا کہ اگر یہ مان لیا جائے تو میرا حج فرض نہ تھا بلکہ نقلی تھا۔ مفتی صاحب نے فرمایا اس باب میں تحقیق کیا ہے؟

مولانا نے جواب دیا: تحقیق تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ جب کوئی شخص امام حج میں مکہ پہنچ جائے خواہ کسی طرح سے بھی پہنچے۔ اگر اس نے اپنے پیٹے جینس کی تو اب تک منکر پہنچ کر اس کے ذریعہ منکر میں ہر جائے گا۔ (۱۰۵)

قبرستان میں نماز پڑھنا | حکومت سعودیہ کے شیخ الاسلام علامہ عبد اللہ ابن حسن نے بوقت ملاقات مولانا مرحوم سے دریافت فرمایا کہ قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے۔ البتہ اگر قبر دہلیز بائیں یا پشت پر ہو اور نماز پڑھنے والا مصومیت کے ساتھ قبر کی تحری (قصد) کے دہان نماز نہیں پڑتا بلکہ ویسے ہی اتفاقاً کوٹے ڈوسری جگہ اس سے بہتر نہ ہونے کے سبب نماز پڑھ رہا ہے تو جائز ہے۔ لیکن اگر قبر کی تحری (قصد) کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ لوگ عام طور پر قبر کی تحری کر کے ہی وہاں نماز پڑھتے ہیں اس لیے ہم اس کو حرام سمجھتے ہیں اور آپ بھی اس کو مکروہ تحریمی فرماتے ہیں اس لیے آپ سے یہیں کوئی اختلاف نہیں۔ (۱۰۶)

جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز | مفتی کے دلتے میں بہت عالیشان ابن سعود سے ملاقات اور گفتگو | سلطان کا قہرنا بڑھا ہے جب وفد پاکستان کے ساتھ مولانا مرحوم

دہا پہنچے تو سلطان کے خاص مقررین نے وفد کا استقبال کیا اور ممبران  
وفد کو بالائی منزل پر لے گئے جہاں سلطان اپنی مخالفت ہامت کے ساتھ  
ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے وفد نے السلام علیکم ہی جملہ الملک السلطان  
ابن سعود کہا۔ سلطان کے مخالف دوست نے فوقی کا نام سے کھڑے ہو کر  
تواریخ نیام سے نکال کر سلام کا جواب دیا۔ سلطان نے وعلیکم السلام و  
رحمۃ اللہ اعلیٰ و سہلہ و مر جا فرمایا اور صاف کے لیے ہاتھ بڑھا دیا ممبران  
وفد نے مصافحہ کیا اور سب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مولانا سلطان  
کے سامنے قریب کا ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور وفد کی نمائندگی کرتے  
ہوئے ارشاد فرمایا :-

جلالة الملك ! نحن وفد باكستان  
جینہ کم و شرفنا بعد من انکم  
لاستحکام الروابط الاسلاميه  
بشیتنا وبين المملكة السعوديه  
العربيه خاصة لكونها في مركز  
الاسلام وقلبه وبيت الحائث  
الاسلاميه خاصة لكونها انجوا  
نفاق الدين۔

جملہ الملک ہم ممبران وفد پاکستان  
بناب واکہ کی خدمت میں عالی جاہ کے  
ساتھ مخالفت سے شرف شہرے در  
پاکستان اور حکومت سعودیہ عرب کے درمیان  
روابط بہت و مرآت و مہبوط و مستحکم  
ہوئے کے لیے مقررین ہیں حکومت  
پاکستان و مہمک اسلامیت کو مانا اور  
ملکت سعودیہ عربہ سے شرف و رابط  
مرآت قائم کرنا چاہتا ہے۔

وخت شگروں ما عظم بہ میدان  
لکرام و نعمت الخامس و کذبت

کیونکہ ملکت سعودیہ مرکز اسلام اور قلب  
اسلام میں واقع ہے ہم آپ کے ان

حکومت پاکستان شاکر قیام تفضلتم علی  
وفد حامی الامارات والجدل لالالت  
الحکومت متوافقین متاخذین  
مذمتین خادمتین للاسلام والمسلمین  
ابہ ائہ الامین۔ وقد سرتھا روتنا  
من اجبہ الاممۃ العربیہ  
فہ دہتہا وامن طریق و  
حسن الرشد والنظم والعدل و  
سمیہا الجلیل فہ اقامتہ شام الدین  
وتکلیل ما یجوز الیہ فہ معا  
یشہم والسلام علیکم ورحمۃ  
اللہ وبرکاتہ۔

خدمات کا شکریہ ادا کیا میں ہمارے  
اعز و محترم سلطان بن فہد کے لئے  
ہیں۔ حکومت پاکستان کی تہنیتی شکر گزار  
ہے کہ اسے وفد پر آپ کی حکومت نے  
عزت و احترام کے جذبات کا مظاہرہ کیا ہے  
خدا کے رسول کو تئیں باہم شیر و شکر  
ہو کہ اور ایک دوسرے کی مدد و معاون بن کر  
اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا حق ادا کرتی  
رہیں۔ یہی یہ دیکھ کر بڑی خوش ہوئی کہ  
حکومت سعودیہ کو جہاں کی راحت و صافی  
اور انمول کمن و امان کی حفاظت کا  
بہت زیادہ اہم کام ہے اور شام دین اور  
امور ماضی و دوز کی نیکی و ترقی کا بہت  
خیال ہے۔

سلطان مرحوم نے جواب میں ارشاد فرمایا :

عن فروع بمملکت پاکستان وعلما  
حدا و فروعہم بلک غیر و هذا  
السید صاحبہ العظیم بنو  
بنامی قضا وخوا انکم۔

میں بھی محرمت پاکتان اور مسلمانان پاکتان  
بے ہمتی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ ہم ان کے لیے  
ہر قسم کی ترقی و ترقی کا کام ہیں اور سید عبدالحمید  
خلیب ہمارے وطن سے آئی تمام ضروریات  
کی تکمیل کے لئے درجہ دے گئے ہیں۔

امیر دہلے کے ایک سوال کے جواب میں سلطان نے پاکستان میں دین کو پھیلانے اور رواج دینے کی طرف توجہ دلائی تو اس پر حضرت مولانا نے جواب میں فرمایا :-

جلالت الملت : قدمتم حکومت  
جلالت الملک : حکومت پاکہ نے عزم  
پاکستان واجمع علی اقامۃ  
کر یا ہے اور اس کا اعلان بھی کر دیا  
النظام الاسلامی والدمستود  
ہے کہ وہ نظام اسلامی اور مستود  
الشرعی واعلمت مدلت -  
شرعی کو قائم کرے گی ۔

ولکن قد علم خضرکم انکم کا فزا  
مگر جناب کو معلوم ہے کہ اہل پاکستان  
تحت البرہانیہ ورسوم الکفرۃ  
دوسری حکومت برپا نہ اور قوانین  
فہ ما فی عام نیکون ذلک  
کمان کے ماتحت تھے اس لیے یہ کام  
شیئا فشیئا بالتدریج وستعلم  
آہستہ آہستہ بدیہ ہو گا اور انشاء اللہ  
ثابۃ بعد حیث ان شاء اللہ  
بت جلد کچھ عرصہ میں آپ کی اس کا  
تقریر ہو بہ -  
اطلاع پہنچ جائے گی کو قیام آپ  
خوش ہوں گے ۔

اس کے جواب میں سلطان نے فرمایا :-

قد فرحنا بساۃ هذا انبا والعلم  
ہیں اس خبر کے سننے سے ہی بڑی  
والنفرۃ وذاو ایتنا متاخرہ  
خوش ہوئی اور اس کے ظہور کے نشانات  
ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ  
دیکھیں گے تو اور زیادہ خوش ہوں گے ۔

(سفر نامہ صفحہ ۱۵۰)

سلطان بن سعود سے مولانا مرحوم کی دوسری ملاقات مگر محرم سے دس

ہوتے ہوئے مدہ کے قمر الہک میں ہوئی کیونکہ سلطان اس وقت مدہ  
میں قیام فرماتے تھے سلطان بہت تپاک سے پیش آئے اور برب نصرت  
ہوئے تھے اور سلطان سے معاہدہ کیا تو سلطان نے انہیں کے ساتھ فرمایا :  
انتم مدینا اعدل " آپ تو ہمارے پرانے دوست ہیں ۔ مولانا مرحوم  
نے ٹھکرے ادا کر کے چھوٹے ارشاد فرمایا :-

تشکر کم علی ۔ ن لہم تسو نا " جناب کا تسک و گزار ہوں کہ آپ مجھے جوئے  
تہیں " (صفحہ ۱۵۰)

سلطان ابن سعود مرحوم کے علاوہ وزیر مالہ شیخ عبداللہ بن سلیمان  
اور نائب وزیر مالہ شیخ محمد بن سعد و صاحب اور امیر فیل امیر مدینہ بہت سے  
مقتدر اعیان حکومت سعودیہ سے حضرت مولانا کی ملاقاتیں اور گفتگو میں ہوئیں  
ان میں التفات عبداللہ بن مزاحم سے بھی ملاقات ہوئی ۔ نیز عالم اسلام کے  
بڑے بڑے علماء و زعماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں جن میں مفتی اعظم فلسطین ،  
عبدالوہاب عزام ہے ، امیر بحان مصر ، سلیم مصر ، سفیر مشرق ، فاضل کمان عراق ،  
نائب گمان شام ، مندوبین جرارد مصر ، علما ، مراکش ، علما ، شام اور علما و جمعی الشریعین  
قابل ذکر ہیں ۔ (صفحہ ۱۵۱)

حافظ کے سفر میں منزل ذیل سفیر پہنچ کر حضرت مولانا مرحوم کو خیال آیا کہ  
غزوہ حنین انہی میدانوں میں کی مقام پر پیش آیا ہے ۔ جب حنین کا منظر  
آنکھوں کے سامنے آگیا ۔ ایسے نازک مقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی ثبات قدمی کو یاد کر کے عشق و محبت رسول کی آگ بھڑک اٹھی اور زبان و  
قلب سے درود شریف جاری ہو گیا اور اپنے قصیدہ نعتیہ کے یہ اشعار

یہ ساختہ زبان پر آگئے۔

ارأیت فی الدنیا یتیمًا مثله  
سنت الکلوب بھکذا التسخیر  
ادابعت یمناک مثل محمد  
من واحب اشاقا الھجان غیور  
یام نے دنیا میں کوئی یتیم بھی دیکھا ہے  
جس سے دلوں پر قبضہ کر کے اپنی اس  
طرح مسخر کر لیا ہو یا تیری آنکھوں نے خود کے  
برابر کوئی غمزدہ دیکھ لیا ہو جو سو قیدی اوش  
ایک ایک آوی کو دے دے۔

ارأیت یاعین الزمان کاحمد  
من ادلی بالعظام دودھ  
کاد یا ما بہتارہا سہ۔  
یہ اسے چمڑا نہ تو نے اسی طرح دیکھا ہے  
کی برابری کوئی دیکھا ہے جس کی جنبش  
کاد یا ما بہتارہا سہ۔

کلا موت مجد وکاحمد ماجدا  
جبل الوداد یحومۃ النادر  
کوہ وقار بن کر چمکنے والا ہو۔  
اپنے مفران میں حضرت مولانا نے بتلی جاتے

تبلین جماعت کے متعلق  
مولانا کے تاثرات  
کاترات اس کے دستار دل و نواز  
منافع اور دوزخ کے مالک میں اس کی

وسعت و عزت پر بہت تعجب ہے۔ یہ فرمایا ہے اور نہایت شاندار  
اعنائین اس جماعت کے کام و تدبیر اور جماعت کو شہر تہیں پیش فرمایا  
ہے اور اس کے ساتھ ہی مبلغین کی خدمت میں چند معروفات، کئے عورتوں  
کے نسبت نہایت مہذبہ مشورے اور چند قابل توجہ امور کی نشان دہی فرمائی  
ہے۔ کتاب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ادبیت و اہمیت کے پیش نظر

بعض اہم اور قابل اہمیت امور کا تذکرہ یہاں بھی کر دیا جائے۔ حضرت  
مولانا فرماتے ہیں :-

”تبلین کی ضرورت اور اس کے فوائد پر روشنی ڈال چکا ہوں۔  
اس میں شک نہیں کہ اس کام کو مولانا کے ساتھ کیا جائے تو  
اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت اور  
وقت کی بہترین ہے لیکن افراط اور تفريط سے ہر کام میں  
احتیاط لازم ہے اس لیے چند امور پر تنبیہ ضروری ہے۔“

۱۔ تبلیغ گشت کے بعض مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کو زبردستی  
پکڑ کر مسجد کی طرف گھسیٹا جا رہا ہے کسی کی کمر بند ہاتھ ڈالا جا رہا ہے۔  
کسی کے گلے میں لکڑی بھائی چلے۔ بس اسی وقت سے تازہ شروع کر دوں گے  
ناپاک کا غدار کیا تو زبردستی کوئیں یا تالاب پر لے جا کر منظر یا جا رہا ہے  
بعض اس سے بچنے کے لیے بھاگتے اور نہ چھپاتے ہیں۔ بعضوں کی زبان سے  
سنت کلمات نکل جاتے ہیں۔ یہ نازیبا میں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور کے  
لیے ہی پسند نہیں فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

”اما من استغنی فانت له تعدی“

”جو شخص (دین سے) استغناء کرتا ہے آپ اس کے دسپہ ہوتے ہیں“

حالانکہ حضور کے ہاں کسی نازیبا فعل کا نام بھی نہ ملتا۔

۲۔ بعض لوگوں کو اس کام کے لیے ایک چند یا دو جگہ دینے کی اس طرح  
ترغیب دی جاتی ہے جو ارادہ کی حد تک پیش پا جاتی ہے۔ وہ اپنے کاروبار کے  
تعمان کا غدار پیش کرتا ہے تو دعوے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ تبلیغ کی برکت

تھا کہ جو نقصان نہ ہوگا۔ پار و تاپا وہ اپنے کار و بار کو بری پہلی صورت میں چھوڑ کر ایک دو چلنے کے لیے تبلیغ میں شریک ہو جاتا ہے اور جماعت کی تہ دورہ کرتا رہتا ہے۔ جب واپس آکر کاہد بار میں نقصان دیکھتا ہے تو ادھر ادھر شکایتیں کرتا اور جماعت کو بڑا مبالغہ کرتا پھر تباہی۔ یہی نازیبا حرکت ہے ہر شخص خود کو مولانا محمد ایاست صاحب نہ سمجھے۔ وہ جن پر ایسا اصرار کرتے تھے ان کے لیے بہت وقت و عمر کے ساتھ دُعا میں بھی کرتے تھے جن کی برکت سے اس شخص کے دل میں انخاص پیدا ہو جاتا تھا اور اخلاص کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو جاتی تھی اور تبلیغ میں ایک دو چلنے کی سی اور مشغولی سے کار و بار میں بھی نقصان نہ ہوتا تھا بلکہ پہلے سے زیادہ برکت ہوتی تھی۔ اس لیے مولانا کو اس قسم کے اصرار کا حق تھا دوسروں کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ مولانا پر عاشقانہ رنگ غالب تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے عاشقان کی مُرادیں پوری کرتے ہیں جس کو یہ مقام حاصل نہ ہو اس کو اُن کی نقالی نہیں کرنی چاہیے۔

۲۔ بہن و گھٹنے کے سوا دوسرے تعلیمی شعبوں اور خدمتِ اسلام کے طریقوں کو بے کار سمجھتے ہیں اور جو حضرات علماء و محدثین اپنے طریقہ پر درس یا خانقاہوں میں دس مرتبہ و قرآن و سنت اور توحید و توحس میں مشغول ہیں ان کی حقیر کی جاتی ہے اور تبلیغ کی فضیلت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سامعین کے قلب میں دوسرے اسلامی کاموں کے لیے بے قدری اور بے قدری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بھی غلو اور افراط ہے اگر سارے علماء و صلحاء ایک جگہ کام میں لگ جائیں اور دوسرے تمام کام معطل کر دیئے جائیں تو علم

قرآن و حدیث و فقہ اور ترقی و خلاق و تکمیل ذکر اور تعمیل نیت باطن و غیرہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ نے جہاں یہ فرمایا ہے کہ نہ تنک منہ اصع یدعون الی الخیر و یاضعون بالمعروف و ینہون عن المنکر کہ تم میں ایک جماعت (مسب نہیں) ایسی ہونی چاہیے جس کی ہر طرف بلائے۔ نیک کاموں کا امر کرے۔ بُرے کاموں نہ کرے۔ وہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ تلوذ منہ من کل فرقۃ منہ عاتقۃ لیست بفہوائی الدین و ینذرو قومہ۔ یہی محوایہ۔ مسلمانوں کی ہر بڑی جماعت میں سے کچھ لوگ اس کام کے لیے یکے کیوں نہیں نکلتے کہ دین میں تفرقہ (اور کالی) حاصل کریں۔ زرجب، یہی قوم ہیں وہیں اُمم تو ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرائیں۔ اسی طرح ایک جماعت بلی حکومت کی ہونا ضروری ہے۔ ایک جماعت سپاہیوں کی بھی ہونی چاہیے۔ غرض بلی محض، ذراعت پیشہ، بکار اور طاعت کرنے والے سب ہی ہونے چاہئیں۔ البتہ ان سب کو اپنے اوقات و فرصت میں تبلیغ احکام کی خدمت بھی جس قدر ہو سکے انجام دینی چاہیے۔ (ص ۷)

۳۔ بعض دفعہ تبلیغ کے لیے پیادہ یا سقر کرنے کی اس عنوان سے ترقیب دی جاتی ہے کہ بوشے اور کھڑ درجی پیدل چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور ان کو بھائے دھنکے کے شاباش دی جاتی ہے یہ بھی نازیبا صورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیادہ چلتے دیکھ کر فرمایا سوار ہو جا۔ اس نے مُذکر کیا کہ میرے سامنے ہوا دھنکی ہے وہ مدت ہے (جسے اللہ کے نام پر دوپا کرنے کی نیت کر چکا ہوں)۔ کچھ دیر کے بعد آپ

۴۔ بعض فرمایا سوار ہو جا۔ اس نے پھر وہی فذر کیا۔ آپ نے تیسری بار فرمایا  
 "ارکبہا ویت" اسے تیار مانس ہو سوار ہو جا۔ غرض ایسے لوگوں  
 کا پیادہ چلنا اور دروازہ سفر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارہ  
 نہ تھا۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ جن لوگوں پر حج فرض نہ ہو اور مشقت  
 کا تحمل بھی نہ کر سکیں ان کے سامنے حج کے فضائل اس طرح بیان نہ کر دو کہ  
 وہ پیدل سفر کرنے پر آمادہ ہو جائیں پھر مشقت کا تحمل نہ کر سکیں تو حج اور  
 بیت اللہ کی عظمت ہی ان کے دل سے جاتی ہے اس سے تو جی اچھا تھا  
 کہ وہ حج نہ کرتے کہ ان کے ذمہ فرض نہ تھا۔

۵۔ اسی طرح پیدل سفر کر کے تبلیغ کرنا بھی فرض نہیں ہے تو اس کی ترغیب  
 اس طرح نہ دی جائے کہ جن کو مشقت کی عادت نہ ہو وہ بھی تیار ہو جائیں  
 اور تکلیف اٹھا کر تبلیغ کو دل میں بڑا لیں۔

۶۔ بعض دفعہ حج عام میں تبلیغ کے لیے ایک پنڈ وچلے۔ یعنی کسی ترغیب  
 دی جاتی ہے اور جب کوئی نہیں بولتا تو نام لے کر پکارتا جاتا ہے۔ یہاں  
 فلاں ہے تم کیوں نہیں بولتے۔ پھر جب لوگ نہ کہہ سکتے ہیں تو یہ نہیں  
 دیکھا جاتا کہ یہ شخص شوق سے نہم نکھو۔ اسے اپنے یا توگوں کی شرمناک شہرت سے  
 ہیں کوئی فوج تو میری نہیں کرتی ہے۔ اس کا نام میں ان ہی لوگوں کو  
 لینا چاہیے جو غلوں اور شوق سے کام کرنا چاہیں۔ تجربہ یہ ہے کہ  
 جو لوگ شرمناک شہرت پر جبر جاتے ہیں اموالوں کی پابندی نہیں کرتے بلکہ  
 بھائی کو تبلیغ کے نام سے اپنے لیے چندہ کرتے پھر تے ہیں جن کا اثر  
 ان اور بہت بڑا ہوتا ہے۔

۷۔ بعض حضرات نے تبلیغ کے چھ اصولوں میں سارے دین کو غلط سمجھ  
 رکھا ہے۔ اگر کسی دوسرے دینی کام کے لیے ان کو بڑیا جاتا ہے تو صرف  
 کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام ہمارے پچھلے اصولوں سے خارج ہے اس لیے ہم اس  
 میں شریک نہیں ہو سکتے یہ بھی غلو اور افراط میں داخل ہے۔

۸۔ تبلیغ عام طور پر تبلیغ گشتہ کے کوٹاں سمیت ہے۔ مکتب قرآنیہ  
 اور مدارس دینیہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ جہاں قرآنی  
 مکتبہ اند دینی مدرسہ نہیں وہاں مکتبہ اور مدرسہ قائم کرنا بہت ضروری ہے  
 حضرت مولانا ابیاس صاحب کو اس کا خاص اہتمام تھا۔

۹۔ دیکھا گیا ہے کہ تبلیغی اجتماعات میں امداد احکام اور دوا کو شریک  
 کرنے کی بڑی کوشش کی جاتی ہے یہ عورت بھی اچھی نہیں۔ بس ترغیب سے  
 زیادہ کچھ نہ کیا جائے۔ اس کے بعد کوئی خود اپنے شوق سے اسے تو خوشی  
 کی بات ہے زیادہ امداد کی ضرورت نہیں۔

۱۰۔ میں نے مکر مسکن میں تبلیغ کو تاکید کی تھی کہ حجاز کے دیہات میں  
 قرآنی مکتب قائم کرنے کی کوشش کریں تاکہ بدلوں کا بھل دور ہو اور  
 ان کو علم سے منہبت ہو جائے۔ امید ہے دوستوں نے اسکا اہتمام  
 کیا ہوگا۔ (ص ۷۷)

جماعت تبلیغ کے لیے نصاب تعلیم و ذکر  
 مولانا خیر فرماتے ہیں کہ ایک  
 دن مولانا امیر ایش صاحب  
 نے فرمایا کہ میرا اصل مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا خاندان نقوی کے علوم ہوں  
 اور میرا طریقہ تبلیغ ہو تو مسلمانوں کی حالت درست ہو جائے۔ اس کے

بعد حکم دیا کہ جماعت تبلیغ کے لیے نصاب تعلیم اور نصاب ذکر الہی لکھ کر  
تقریر کر دوں۔ چنانچہ میں نے نصاب تبلیغ کے پیش کے تحت خوش  
ہوئے۔ اس نصاب میں حضرت حکیم الامت کے رسائل و مواضع اور تفسیر  
بیان القرآن کو خصوصیت کے ساتھ لیا گیا ہے اور نصاب ذکر میں بھی حضرت  
کی کتابوں سے مدولی گئی ہے۔ اگر جماعت تبلیغ ان نصابوں کے موافق  
تعلیم و ذکر کا اہتمام کرتی رہے تو حضرت مولانا محمد ایسا کس صاحب کی یہ  
دلی نذر و پوری ہو جائے گی۔ (ص ۳۵)

انہوں نے حضرت مولانا محمد ایسا کس صاحب کی یہ نذر و پوری نہیں ہو سکی  
اور حضرت مولانا کے متولین و متبعین نے حضرت کا نہ ملوثی کے منشاء کے  
مطابق حکیم الامت مولانا کا تصانیف کے علوم کو دنیا میں پھیلانے کی طرف  
مطلق توجہ نہیں کی۔ چنانچہ ان کی بے توجہی کے باعث اب تو یہ بھی نہیں  
معلوم ہو سکتا کہ حضرت مرحوم کے حکم سے تعلیم و ذکر کا جو نصاب، حضرت  
مولانا ظفر احمد عثمانی نے جماعت تبلیغ کے لیے حضرت حکیم الامت کی یہی  
کتابوں سے مرتب کیا تھا اور حضرت مولانا محمد ایسا کس صاحب نے اس پر اپنی  
پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا وہ کیا تھا؟ اور کیا رہا؟

میدانِ عرفات میں مسلمانانِ عالم سے خطاب  
۱۹ دسمبر ۱۳۲۵ء  
بروز اتوار نمازِ صبح  
کے بعد سعودیہ براڈ کاسٹنگ ایسوسی ایشن کے ایک افسر شیخ محمد صالح تراز  
تشریف لائے اور حضرت مولانا سے عرض کیا کہ عرفات کے ریڈیو پر جو آپ  
کے کلمے سنے گئے ہیں دوسرے خیمہ میں قائم کیا گیا ہے اور دھڑکنے لگے ہیں

تقریر کریں کیونکہ اب ملک سب تقریریں عربی میں ہوتی ہیں۔ منہ زت ہے۔  
کہ جہندوستانی اور پاکستانی جماعت کے لیے نماز میں بھی قرآن پڑھنا چاہیے۔  
چنانچہ مولانا مرحوم اسی وقت ایک کانفرنس منعقد فرماتے ہوئے تھے کہ ریڈیو پر پیش کیا جاتا ہے  
اور حسب ذیل تقریر فرمائی :-

الحمد لله وحده  
والصلاة والسلام على من لا نبي بعده  
بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم  
مدرسة للعلماء والطلاب

معاہدہ پہلے موقوف ہے کہ میں اس مقدس میدانِ عرفات میں ملکات  
سعودیہ عربیہ کے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن سے تقریر کر رہا ہوں اور آج ہی  
کے مقدس دن سے اس کا افتتاح ہو رہا ہے۔ ہندہ اس سال اس وفد  
کے ساتھ حاضر ہوا ہے جو حکومت پاکستان کی طرف سے حج کے موقوفہ پر  
حکومت سعودیہ سے مخصوص اور جگہ نامک اسلامیہ سے مولانا روادھت اتحاد  
مروت کو معنویات سے مضبوط کرنا ہے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ حکومت سعودیہ  
عربیہ چونکہ قلب اسلام اور مرکز اسلام میں واقع ہے اس کے ساتھ روابط  
اتحاد و اخوت کا استحکام حکومت پاکستان کو بے حد مطلوب ہے اور خدا  
کا شکر ہے کہ ہم اس مقدس میدانِ پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ حکومت  
سعودیہ عربیہ نے جس عزت و احترام اور لطف و کرم کا معاملہ ہمارے ساتھ  
کیا ہے ہم اس پر تہ دل سے بدیہ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں۔

میں اس وقت میدانِ عرفات میں اس غرض سے تقریر کر رہا ہوں کہ  
مسلمانانِ پاکستان و ہندوستان کے علاوہ جگہ نامک اسلامیہ کے مسلمانوں

تک میری دوزخ پہنچ جائے اور مجھے امید ہے کہ سب اس کو سمجھ بھی لیں گے  
کیونکہ انگریزی کی طرح درود زبان ہی تقریباً تمام نامک اسلام میں پہنچ چکی ہے  
اور اس کے مجھے والے ہر طرف موجود ہیں۔ امید ہے کہ میرے اس بیان سے  
تمام نامک اسلام کے ساتھ پاکستان کے روابط اتحاد و اخوت کو تقویت  
حاصل ہوگی۔ اس امید کے بعد میں بہت اختصار کے ساتھ اس راہ اور فضائل  
جج کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

۱۔ فریضہ حج اسلام کے فرائض میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جس میں  
جذبات محبت البیہ کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ تمام عبادات کا مقصد ظہار عہودیت  
اور شکر نعت ہے۔ حج سے یہ دونوں مقصد پوری طرح ادا ہوتے ہیں جو اہل بیت  
سے مراد اپنی بندگی، غوی اور عاجزی کا اظہار ہے اور حج میں بالخصوص  
حالت احرام میں انتہائی نڈل ہوتا ہے۔ طواف کعبہ بیت اللہ کے وقت  
جب ابیر وغریب، شاہ و گدا، عربی، ہندی، ہندی، چینی ترکستانی،  
برمی، ماوی، ایرانی، شامی، مصری، عراقی، مرد عورت، بے لوث ہے، جوان  
اور بوڑھے سب ساتھ مل کر کعبۃ اللہ کے گرد پھرتے ہیں تو ایک  
جیب عاشقانہ اور دہلیانہ کیفیت قلب پر طاری ہوتی ہے اور اس وقت  
بے ساختہ بیت اللہ کی شان میں یہ کہن کو جی چاہتا ہے :

ظہر غلام زخم مست تو ناجدار اند  
خواب بادہ لعل تو ہوشیار اند  
دھن بر آں محل عارض غزل سراپم و بس  
کہندلیب تو از ہر طرف ہزار اند

ش میں ظہار عہودیت اور ظاہرہ عشق و محبت کے علاوہ شکر نعت  
بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ کیونکہ عبادت و تقسم کن ہوتی ہے۔ بدلی جس میں  
جسمانی مشقت ہو اور مالی جس میں مال خرچ کرنا پڑے۔ حج میں دونوں باتیں  
جمع ہیں۔ مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور جسمانی مشقت و تپ بھی برداشت  
کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیے حج فرض ہونے کے لیے مال اور صحت دونوں شرط  
ہے۔ مگر بیت کی بنا ہے کہ بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی کیا آپ سفر کی  
تمام تکلیفیں و مصائب و محن نہیں گھٹنے پڑتے۔ بعد ایت اللہ پر نظر پڑتے  
ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گواہت میں پہنچ گئے جہاں تدم رکھتے ہی مسلمان  
سے سانس نہ نکالے۔ اٹھے گا الحمد للہ الذی اذهب عنا الحزن  
ان ربنا الغفور الشکور۔ بیت اللہ کو دیکھتے ہی مسلمان راستے کی  
تمام گفتگوں کو ایک دم بھول جاتا ہے۔ حج میں درد کے ساتھ درماں اور زخم  
کے ساتھ مرہم بھی اچھلا دیا جاتا ہے۔

حج درو از یار است و در ماں نیز ہم  
دل فدائے اوشد و جان نیز ہم

۲۔ ہر قوم و ملت کا ہر زمانہ میں دستور رہا ہے اور اب بھی ہے کہ  
لوگ اپنے کسی خاص مقدس مقام پر ہجرت ہوتے اور اپنی مذہبی روایات  
کی یاد تازہ کرتے، باہم تبادلہ خیالات کرتے۔ ایک دوسرے سے استفادہ  
کرتے، اپنی قوت و شوکت کا اظہار کرتے اور شمار مذہب کی تعظیم کراتے  
ہیں چنانچہ مذہب اسلام سے بھی اس دستور کو باقی رکھا اور اس غرض کے  
لیے بیت اللہ کو جو مقدس شمار اسلام میں سے ہے مقرر کیا ہے تاکہ ہر

سال احقرت و اکثرت عالم سے یہاں مسلمان تھے ہوں اور باہمی ربط و ضبط اور جذبات اخوت کے ساتھ ایک دوسرے سے استفادہ کریں۔ اسلامی قوت و شوکت کا مظاہرہ کریں اور شعائر اللہ کی تعظیم بالاکر روایات قدیمہ کی یاد تازہ کریں اور سب ایک کمر کمر پر جمع ہو کر لامرکزیت کے فتنے سے محفوظ رہ جائیں۔ کیونکہ لامرکزیت سے بڑھ کر کوئی چیز بھی ہماری قومی زندگی کے لیے مضر نہیں۔

۲۔ باہمی اتحاد و اتفاق اور قربات کا بہترین ذریعہ ہے جس میں ملت اسلامیہ کا عظیم الشان اجتماع اور بے نظیر مجمع ہو جائے اور مشرق و مغرب، جنوب و شمال سے مسلمان ملتے اور باہمی تعارف کے ساتھ محبت و الفت کے جذبات کو ترقی دیتے ہیں۔ یہ ایسا عظیم الشان اجتماع ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ یورپ والے تو اس کو سلی جنرل کا نذر قفس کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے یہاں آج تک ایسی اجتماعی کا نفرنس قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

۳۔ کوئی نئی چیز نہیں ہے سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے سفر کر کے کیا تھا تو غائب نہ کہ نہ جاتا ہوا کہ ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے سفر کیا گیا ابتدا اس سرزمین سے ہوئی ہے جس میں ہندوستان، پاکستان اور لکسب و داخل ہیں۔ آدم علیہ السلام نے پیادہ پہنچ کر جلالیہ کئے پھر تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں آئے۔ سب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طوفان نوح کے بعد حکیم اور اندلی بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر فرمایا تو اس وقت سے آج کو زیادہ ترقی

ہوئی چنانچہ جاہلیت کے زمانے میں بھی حج پر بارہ ہوتا رہا۔ محمد اہل جاہلیت نے اس میں بہت سی شرکیات و لغویات شامل کر دی تھیں۔ شریعت اسلامیہ نے ان کی اصلاح کر کے اصل حج کو باقی رکھا تاکہ یہ تدبیریں مدت زدہ رہتے اور شعائر اللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا رہے۔

۵۔ بین مقامات پر اعمال حج ادا کئے جاتے ہیں وہ ایسے مقدس مقامات ہیں جہاں انبیاء علیہم السلام پر حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوئی ہیں۔ جب یہاں ان مقامات پر انبیاء کے اتباع میں وہ اعمال بجالاتے ہیں خود بال شریعت ہیں تو ان پر بھی رحمت الہیہ کا نزول ہوتا ہے۔

۶۔ مقامات کی زیارت سے نبیاء و پیغمبر اسلام کے واقعات اور ان کے جہد و صفا اور ثبات و تسلیم کا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور بے اختیار ان کے اتباع کا داعیہ قلب میں پیدا ہوتا ہے اور اس طرح حج تہذیب نفس اور بحیثیہ ایمان کا بہترین وسیلہ بن جاتا ہے۔ مشاطون کہتے ہوئے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) بیت المعمور کے محاذات میں ہے اور آدم علیہ السلام زمین پر اترنے سے پہلے فرشتوں کے ساتھ بیت المعمور کا طواف کرتے اور تجلیات الہیہ سے سرفراز ہوا کہتے تھے۔ دینیان بھی کہتے ہیں کہ بیت المعمور اور اس کے انوار و تجلیات کو یاد کیا تو حق تعالیٰ نے عین اس کے محاذات میں خانہ کعبہ بنا دیا۔ تاکہ انسان بھی اس کا طواف کر کے اسی طرہ اللہ تعالیٰ سے کوراہی کرے جس طرہ ملائکہ بیت المعمور کا طواف کر کے خدا تعالیٰ کو راہی کرتے ہیں اور ان تجلیات و انوار سے اپنے قلوب و جوارج کو نور کریں جن

سے دیکھ کر منور ہوئے ہیں۔ طوفان بیت اللہ سے قوت کیلئے نوب و رقت کیلئے  
مطلوب ہو جاتا ہے اور انسان کا روحانی تعمیر بلند و جہ پر پہنچ جاتا ہے۔  
روشن ضمیر قلوب کو طوفان بیت اللہ میں جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو الفاظ  
سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حج مردم زیارت خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود

مناو مروہ کے درمیان کئی کستے ہوئے حضرت باجرہ علیہ السلام کا واقعہ  
یاد آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن  
کو اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ وادی غیر ذی نرہ  
میں چھوڑ دیا تھا اور وہ اندک دیر میں پراگھی ہو کر مہر دنگ کے ساتھ وادی مکہ  
میں تہامہ رہ گئیں جہاں اس وقت نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد، نہ چرند نہ  
پرند، بالکل ہوکا میدان تھا۔ جب اس کا مشیکرہ خالی ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام  
کے لیے نہ دودھ نہ پانی تو وہ پریشان ہو گئیں اور پانی کی تلاش میں  
سات دن و مفا و مردہ پر چڑھیں کہ شاید پانی کا نشان ملے۔ اللہ تعالیٰ نے  
کون کی یہ ارادہ آگئی اور مفا و مردہ کی کئی کج و غیر میں قیامت  
تک کے لیے واجب یا مسنون کر دیا گیا۔

پھر حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو چشمہ زمزم خواہر کہنے کا حکم  
دیا۔ چنانچہ جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیاس سے اڑیاں اتر گئے تھے  
اسی جگہ سے چشمہ زمزم نہوٹ نکلا جسے حضرت باجرہ علیہ السلام نے جلد جلد  
پانی روپ کر کے گھیر لیا تو وہ کونین کی شکل میں ہو گیا اگر وہ اس کو نہ  
گھیر لیتا تو اس نے میدان میں پانی ہی پانی ہو جاتا۔ یہ چاند ہزار برس کا چشمہ

قدرت اللہ کا کرشمہ ہے جس سے ہر سال اس قدر پانی نکلا جاتا ہے کہ نہ صرف  
کونین تو کبھی کے ختم ہو جاتا مگر چشمہ زمزم ہر بار حج و عمرہ کے  
سے عورتوں اور مردوں کو سبق لینا چاہیے کہ باجرہ علیہ السلام کی تدر بلند ہوت  
بلند حوصلہ اور اللہ کی مرضی پر صابر و شکیبہ۔ اس واقعہ کو سوچ کر اپنے کلیجہ  
پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کیا کسی مرد میں بھی ایسی ہمت پائی جاتی ہے جو حضرت باجرہ  
سے ظاہر ہو رہی۔ اسی کا یہ ملکہ ہے کہ قیامت تک کے لیے اس کی یادگار  
حج اور عمرہ میں پائی رہی ہے۔ دفعہ اللہ تعالیٰ عنہما و منا و بلغنا  
المراد۔ من الجنة۔ آمین۔

زمزم چشمہ ہے کنواں نہیں ہے

مسلمانوں کو آپ زمزم سے عقیدت  
ہے وہ اس کو شفا سمجھتے ہیں  
تو یورپ والوں کو اس میں عیب بخوئی کی سمجھی۔ بعض و کمزروں نے دعویٰ  
کروا کر دیا کہ چونکہ یہ کنواں اوپر سے نکلا ہو، نہیں بلکہ ایک مغوا قلعہ کے اندر ہے  
جہاں کو سوپ کا گڑ نہیں۔ اس لیے اس کا پانی صحت کے لیے مفید ہے۔ ان  
کو سن لینا چاہیے کہ یہ کنواں نہیں ہے بلکہ چشمہ ہے اور چشمہ کا پانی صحت  
کو مفید نہیں ہوتا خواہ بند ہو یا کھل ہوا ہو۔ اور آپ زمزم کا شفا ہونا  
تم کو حلال نہ ہو کیونکہ لوگوں مسلمانوں کا تجربہ اس پر شاہد ہے۔

دوسرے حج میں بقام بنی میر سے دونوں بچوں کو سخت پیش گوئی تھی  
کسی دوا سے فائدہ نہ ہوگا تو میرے مفلوک محبوب مدتی مرحوم نے کہا کہ تم میں  
تو زمزم کے سوا کوئی دوا نہیں۔ چنانچہ اسی روز سے ان کو زمزم پلانا شروع  
کیا۔ آٹھ دن اچھے خاصے ہو گئے۔ خود میر اپنا تجربہ ہے کہ مکہ میں رہتے

ہوئے جس قدر نازم زیادہ پیاؤسی قدر محبت اچھی رہی۔ عام طور سے سب  
مسلمانوں کا ایسا ہی تجربہ ہے، البتہ متیقین اور کزوریان والوں کو فائدہ نہ  
ہو تو اور بات ہے اور اس میں نازم کا تصور نہیں۔ عمدہ سے عمدہ دوا بھی  
اکی وقت نفع کرتی ہے جب مریض کو اس کے نالی ہونے کا اعتقاد ہو اور  
پر اعتقاد ہو۔ جین دواؤں کو نالی یا مضر کہا جاتا ہے ان کے نفع اور مضر کا  
مدار تجربہ کے سوا کسی چیز پر ہے۔ اب نازم کے نالی اور شفا ہونے  
کا تجربہ یہ ایک دوسرے نہیں بلکہ انہوں مسلمانوں نے کیا ہے اور سیکڑوں  
سالوں سے تجربہ کئے آ رہے ہیں۔

میدان عرفات میں پہنچ کر وہ وقت یاد آ جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ  
نے اس جگہ تمام سفاروں سے عہد و پیمان لیا۔ استبرکہ (کیا نہیں  
تجربہ اور دیکھا نہیں ہوں؟) اور سب نے جواب میں عرض کی جتنی جلی شفا  
دے شک آپ ہمارے رب ہیں اور ہم سب اس کی گواہی دیتے ہیں،  
یہاں پہنچ کر اس عہد و پیمان کی تجدید اور ایمان کی تکیہ ہو چکا ہے۔

اسی مقام پر جتھے اور ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل  
ہوئی تھی، الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت بکم  
الاسلام دینا (آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام  
کر دی اور اسلام کو تمہارے دین پر پسند یہ بنا دیا) ایک یہودی نے یہ  
آیت سنی تو حضرت فاروق اعظم سے کہا کہ گریہ آیت ہم یہودیوں پر نازل  
ہوئی تو ہم یہودی اس دن ہمیشہ عید منایا کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے  
یا ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن میدان عرفات میں نازل ہوئی تھی جب کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقوف عرفہ کا فرمان ادا کر رہے تھے۔ مطلب یہ تھا  
کہ ہم کو اپنی طرف سے عید منانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی  
اس آیت کو ایسے دن اور ایسے وقت میں نازل فرمایا ہے۔ جہاں ہی سب  
سے بڑی عید ہے کہ اس کے برابر کسی دن بھی مسلمانوں کا اجتماع نہیں ہوتا  
اس نعمت علیہ کو یاد کر کے ہیں، اس کو شکر ادا کرتے اور احکام اسلام پر مضبوطی  
کے ساتھ قائم رہنے کا عزم کر لیں۔

وقوف عرفہ کے بعد چار روزہ جائیں گے جہاں رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حج کی امت کے لیے دعائے مغفرت فرمائی تھی اور قبول کی گئی۔  
اس منظر کو دیکھ کر شیخان ذلیل و خوار ہو گیا اور اپنے سر ہر خاک ڈالنے لگا  
اسی سے مشعر حرام (مزدلقہ) کی مغفرت و برکت کا ہنگامہ دل پر جتا ہے کہ اس  
جگہ دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مٹی کو جائیں گے راستہ میں  
وادی محشر تلے گا جہاں اصحاب انیل کو اللہ تعالیٰ نے ہلک کیا تھا جو ان  
کی طرف سے لشکر جاری کرے کہ بائیسوں کے بلویں کتبہ اللہ کو ڈھلنے کے  
لیے آئے تھے جس کی طرف سورہ اللہ ترکیب ذیل دہشت باحاب انیل  
میں اشارہ دیا گیا ہے۔

اس میدان سے تیزی سے نکل جانے کا حکم ہے۔ اس واقعہ کی  
یاد سے بیت اللہ کی عزت دل میں بڑھ جاتی ہے اور مسلمانوں کو یقین ہو  
جاتا ہے کہ اللہ اپنے دیں اور شمار دیں کا محافظ ہے جو اس کو شانا چاہتے گا  
وہ خود مٹ جائے گا۔

پھر آتی ہیں دہریہ جہاں کریں گے۔ یعنی تین مقامات پر گھبراہٹ

یہ وہ مقامات ہیں جہاں شیطان نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکایا  
 تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ان کو ذبح کرنے کے واسطے لے جا رہے ہیں اپنے  
 کو بچائیں اور باپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے  
 فرمایا ان تک کسی باپ نے اپنے بیٹے کو ذبح بھی کیا ہے جو وہ مجھے ذبح  
 کریں گے؟ شیطان نے کہا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خٹکے ان کو نکمہ دیا ہے۔  
 حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: کم ہمت! پھر تو مجھے خدا کے حکم سے  
 بہکانا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر اُس کے گھڑیاں ماریں جن سے وہ زمین میں  
 دھنسن گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کے بارہ سالہ بچے کی یہ اویںند آئی  
 اور قیامت تک کے لیے ان مقامات پر گھڑیاں مارنا حج میں لازم ہو گیا۔  
 اس واقعہ کی یاد سے مسلمانوں میں قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اور وہ اللہ کے راستہ میں اپنی جان و مال قربان کرنے پر آمادہ ہو  
 جاتے ہیں۔ پھر جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عرض جنت کا وہ  
 ذبح کیا گیا تھا اسی طرح ہر مسلمان صاحب استطاعت اپنی جان کے  
 فدیہ میں ایک جانور کی قربانی کرتا ہے۔

غرض اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیت رکھنے والوں کے  
 لیے حج بڑا امتحان ہے جو اپنے عاشقِ حق وہ سب چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر  
 مستانہ وار کھڑے ہو جاتے ہیں اور تکلیفِ سفر کی پردہ نشیں کستے  
 اور جو نام کے سنان ہیں وہ باوجود استطاعت کے سبکدوش پہلے نہ کر کے  
 حجِ حبشی و ریت سے غمزدہ رہ جاتے ہیں۔

۸۔۔۔ سفرِ حجِ دینی اور دنیوی بر لحاظ سے بہترین سفر ہے۔ اس سے

اقوامِ عالم کے حقوق و عادات و اطوار کا پتہ چلتا ہے۔ مختلف تجربات اور  
 منافع جوتے ہوتے ہیں۔ مؤثر اور گزشتہ اقوام کے مقامات، وعات کو  
 دیکھ کر خاص عبرت حاصل ہوتی ہے۔ مقاماتِ تہذیب و تمدن کی زیارت مسلمانوں  
 کے لیے ضرورت کے ساتھ قابلِ اہتمام ہے کہ اس بندہ مرکور و عالم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا مولود و مسکن اور ہجرت گاہ و مزار ہے۔ دینی حیثیت سے ان مقامات کو  
 مرکزی شان حاصل ہے۔ بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ ہے جس کی زیارت اور  
 طواف کا رواج نماز اور کھانا گویا رواجِ الہی میں حاضر ہونا ہے۔ ان  
 مقامات کی زیارت سے عروج اسلام کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے اور مسلمانوں  
 کو اپنے زوال کے اسباب پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۹۔۔۔ سفرِ آخرت کا نمونہ ہے۔ جب عالمی اپنے گھر سے چلتا ہے تو  
 احباب و اقارب سے رخصت ہوتا اور سب سے معافی چاہتا اور ضروری  
 امور کے متعلق وصیت کرتا ہے کیونکہ اُس کو خیال ہوتا ہے کہ شاید وہاں  
 سے واپسی نہ ہو اور اس مقدس زمین میں آخری وقت آجائے جس کی تنہا  
 ہر قلبِ مؤمن میں موجزن ہے۔ اہرم کا لباس پہنتے ہوئے گفن یاد آ جاتا ہے  
 کہ ہر ایہ و غریب کے ساتھ مرتے وقت دو ٹکڑے سے زیادہ کچھ نہ جائے گا۔  
 میدانِ عرفات میں اطرافِ عالم سے انسانوں کا اجتماع، آفتاب کی تمازت،  
 دُھوپ کی شدت و دُشتر کا نمونہ ہوتا ہے جس طرح قیامت کے دن ہر شخص کو  
 اپنی فکر ہوتی ہے وہ مردوں سے بات کرنا ہی گراں گزرتا ہے۔

۱۰۔۔۔ حج میں توحید اور کمال اطاعت و انقیاد کا مظاہرہ ہے۔ بار بار لبیک  
 اہم لبیک لبیک لا شریک لبیک لبیک کہنا توحید کا روبرو دستِ اعلان ہے

ہر حق کے افعال و اعمال تمام برکتی ہیں۔ قیاسی و عقلی نہیں۔ بندہ ان اعمال کو  
معمول نمک کی وجہ سے ادھر تک تپتا ہے خواہ ان کی محنت اس کی کبھی میں آئے یا نہ  
آئے۔ جہاں طواف کا حکم ہے پھر کاشا ہے جہاں دوڑنے کا حکم ہے  
دوڑتا ہے جہاں ٹھہرنے کا حکم ہے ٹھہرتا ہے جہاں سنگریاں مارنے کا حکم ہے  
سنگریاں مارتا ہے عقل کو تابع فرمان بنا کر غفلت و غیوریت کی بنا پر ہر حکم کی تعمیل  
کرتا ہے جس سے عہدیت کامل اور ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ اب میں اس خطبہ پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں جو رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے میدانِ عرفات اور یوم النحر میں اسی مقام پر دیا تھا۔ آپ  
نے یوم عرفہ میں فرمایا تھا:-

الاکل بخر قدمفت دعوتہ الی  
دعوتی اوخر تھا مہذب الی  
یوم العیمہ اما بعد فان الانبیاء  
مکاروفہ فہم غزوی قاف

جامس تکم علی باب الطومن  
وفی روایۃ و قالوا علی اللہ فانه  
من قال علی اللہ یکذبہ (خبر افی  
فی تکبیر عن ابی امامہ) ان  
النسبی صلی علیہ وسلم  
قال یوم النحر من قال علی اللہ  
یتوب الی اللہ سوا ما صحت

من زکروا نعتی وجعت کلمہ شعوبا  
و قبائل لتتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ  
اتقا کلمہ فلیس لعربی علی وجع فی فعل  
واللہ علی علی عربی فضل و نہ اسود  
علی ایض فضل و نہ بعض علی اسود  
فضل و بالتقریر۔ یا حشرۃ میں  
یہ بیت بھی پڑھا تھا۔ نوازل و کلام و  
یعنی اذ میں یا ذوقہ فانی لا افعی  
مکم مرہ شیشہ (دربار میں  
معیون محمد بن خدام عن عمرو بن  
الاحوص قال شهدت حجة الوداع  
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبعد  
اللہ و تخی عیہ و ذکر و عند ثم قال  
اللہ تبارک و تعالیٰ یوم النحر  
قال فان دماکم و دموکم و دیر فکم  
علیکم حام یومہ یوحکم هذا فی بلدکم  
هذا فی شہدکم هذا فی جن جن  
علی نفسہ و بالحق دانو علی و دلا  
ولا و لد علی و اللہ و الا ان المسلم اذ  
لم یسلم فلیس یسلم من ایدئہ شیئ و لا ما حل

فرماتے ہیں اسے لوگو! ہم نے تم کو ایک  
مرد و عورت سے پیدا کیا ہے و تم غزاولا  
اور قبیلوں سے اس لیے شتم کیا کہ آپ میں  
ایک دھڑ کے خاصیت کو رکھو اور یقیناً اللہ  
سے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزیز وہ  
ہے جسے زیادہ متقی ہو۔ جس عربی کو بھی  
پر بھی کو کوئی پرانے کو گوسے پر گوسے  
کو گوسے پر کچھ فوجیت نہیں مگر غزوتے سے  
(بیت فضیلت ہوگی) اسے مردہ قریش و دیگر  
ایسا نہ ہو کہ تم تو دنیا کو اپنی گردنوں پر لاؤ  
کہ لاؤ اور دوسرے لوگ آخرت کو لائیں۔  
دہ دنیا کے حاکم بنو اور دوسرے آخرت  
کے حاکم ہوں کہ اس صورت میں تم کو اللہ  
(کے غضب) سے کچھ نہ بچا سکو گے۔ اپنے  
حق و داع میں اللہ کی حمد و ثنا کی اور تذکرہ و  
تسبیح کرتے ہوئے فرمایا کون سا دن سب  
سے زیادہ عزت و تہ ہے؟ گو گوسے کا  
حق کبریا کون (یوم عرفہ) فرمایا تو اس کو کہ  
تمہاری جان تمہاری آبرو و تمہارے اعمال  
کی صورت آپس میں دیکھی جی ہے جیسے

من نفس الاوان كل رباني الجاهلية  
موجودكم لكم نفس اماركم لا تظلمون  
ولا تظلمون غير يا عباس فانه موجود  
كله الاوان كل دم كان في الجاهلية  
موجود واول دم اضع من دم الجاهلية  
دم المارث بن عبد المطلب وكان مستر  
معاذ بن ليث فثقتك هذيل  
الاوان استوصوا بالنساء خيرا فانهم  
عوان عندكم ليس تظلمون شيئا  
غيره لك الا ان ياتين بقرينة  
مبينه فان فعلن فاعجبوهن  
في المضاجع واعمدوهن  
من ما يفرجهن فان اطعنكم  
فدفعوهن عليهن بسيدتهن وان  
كنكم على نكاح حلال فادناكم  
عليكم حتى تامة عليكم حمل فانكم  
فلا يظلمون فاشكم من نكاح  
وان باذن منكم فاشكم من  
نكاحه الاوان حكمت عليكم  
ان تحسنوا بينكم في سواكم

اس دن کی حرمت اس زمین میں اس  
میز میں ہے جس کو پھر جس کا ہم اسکی  
ذات کے ساتھ جلی ہے کوئی اپنے بیٹے  
کے جرم میں اور کوئی بیٹا اپنے باپ کے جرم  
میں گرفتار نہ کیا جائیگا جس کو ہر مسلمان مسلمان  
کا بھائی ہے کسی مسلمان کو اپنے کسی بھائی  
کی کوئی چیز حلال نہیں سوا اس کے کہ جو  
وہ حلال کر دے (ہرگز کسی باپ کو جس  
سے جو جاہلیت کا سوسب ساقط ہے  
میں تم کو جعلی مال ملے گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو  
نہ تم کو ظلم کیا جائے گا اور جس سے اس  
کا سود پڑے گا پھر ساقط ہے ان کو اس  
مال میں نہ ملے گا۔ باپیت کے خون سب  
راقد۔ اور اب اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا  
اور سب کے پیش میں اپنے خاندان کے  
خون کو ساتھ نہ لائے اور جو جاہلیت میں پڑا  
تھا میں اس حالت میں عبد المطلب کے خون کو  
بھرنے میں ملوث تھا۔ جس کو ہر فرد کے  
ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ تمہارے  
پاس ہرگز قیدی کے ہیں۔ اس کے ساتھ کہ

والمؤمنون وقت دواته الاوان  
الشیطان قد استن ان یعبدا  
فبہدکم هذا دن سکون  
اطاعة فیما تحتقرون من  
امعالمکم وسیرتو بہ  
استمر من الشیطان  
عن بن عمر بن الخطاب  
قد استدر اوکستکم یوم خلق  
الانسان وادمن السنة  
شاعشر تمنا منها اربعة  
حرم ثلاث متربات ذو  
العمدة ورواخرجه والمصرم  
ووجب مصر لدی بنی  
جمہادی وشعبان ای شہد  
هذا تمنا الله ورسوله عنه  
فکنت حقت فکنت قد سیده  
بغیر سید فکنت ایس ذلت  
ذو عبیدہ فکنت علی  
بند هذا کنت ذلت ورسوله  
علم فکنت حقت فکنت انه

ان پر اور کچھ کہ نہیں۔ بہرہ اگر وہ کسی  
جس میں پھر ان میں تو ان کے  
پاس میں ہرگز نہ رہے۔ اور اس سے بھی  
دست نہ لائے۔ اور اس کو تاجر رہو جائیں  
تو ان پر نہ پڑے۔ کیلئے پہلے سے  
ڈھونڈو۔ میں لو! ایک حق تھا اور تو  
پسے ایک حق ان کا تم پر ہے۔ تمہارا  
حق تو یہ ہے کہ تمہارے بتوں پر ایسے  
آویں کو دیکھنے دیں جن سے ان کو ناگوار  
ہے اور تمہارے گھر میں ایسے لوگوں  
کو نہ دے دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے  
اور ان کا حق اور تمہارے یہ ہے کہ  
کھانے پینے میں ان کے ساتھ آسان کرو  
(جنگ نہ کرو) میں لو! شیطان اس سے  
بایکس کو چک ہے کہ تمہاری مرض میں  
اس کی عبادت کی جگہ لیکن میں اس کا  
ایک اطاعت کی بجائے جو تم کو معلوم بات  
سمجھو اور وہ اس سے خوش ہو جائیگا  
نیز فرمایا زمانہ اسی حالت پر گردش و انقلاب



دین جاز میں شتم کو بخش دیا ہے۔ دوما کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ  
 کو نواہوں میں شامل فرمائیے جس کے ساتھ جانکے سامنے بپاوت کی جائے گی  
 در یہ بھی دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو مضبوط بنائے۔ اس میں قانون  
 شرعی کا جملہ نفاذ ہو جائے اور کشمیر و فلسطین دونوں فتح ہو جائیں۔ یہود و ہنود  
 کی سلطنت بجاہ و برباد ہو جائے جو مسلمانوں پر ظلم و ستم دھار رہے  
 ہیں۔ آمین۔ و علی اللہ تبارک و تعالیٰ خیر خلیفہ مسیدنا و مولانا محمد  
 دخی آلہ و صحابہ اجمعین۔ بیک انھم بیٹ بیٹ لاشریک  
 لا بیٹ ان شاء اللہ الحمد والنعمة ثلث والصلوات لاشریک  
 لا لک۔

### جدہ ریڈیو اشیشن سے عربی تقریر

حضرت مولانا محمد کرم الدین عربی تقریر جو ترجمہ اسلامیہ کو مجاہد پرائز  
 کاسٹنگ اشیشن پر ریکارڈ کی گئی تھی۔ حسب ذیل تھی :-

الحمد لله حدث الحسن ندیان میں حضرت کے کلمہ کرتا ہوں جو پڑھا  
 مذکور شرفنا یاد سلام و کرمنا شکر ہے۔ میرا دیدہ دانا بادشاہ ہے  
 باریمان و فضل علی علیہ السلام جس نے اسلام کے ثمرات دیا اور ایمان  
 باقام الصلوٰۃ و اتا الزکوٰۃ و سے عزت دی اور ایمان میں پرتنا زکوٰۃ  
 و ہر دم مضامین و ان من کرمہ زکوٰۃ ادا کرنے، حج کرنے،  
 فتنہ سے بچنے اسلام علیہ علیہ اور رمضان کا روزہ رکھنے سے فضیلت  
 پاکستان۔ نور پاکستان کات۔ دی اور ہمیں اپنے فضل سے ایک بڑی

اللہ تعالیٰ کما مملکتہ کافرتہ مشرکۃ اللہ تعالیٰ  
 لکھنؤ و غلبہ علیہا حکومت کا فیوض کی دنی جو ہمیں ہنود کی  
 قطعنا منها قطعة سینہا پاکستان ہو اور ان کا عزت پر قبضہ ہوتا اسلئے  
 مملکتہ اسلام علیہ علیہ ثلث فوریہ منبیاں۔ محمد و سبھی  
 و تعالیٰ علی هذه الامم الخلیفۃ و الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ  
 و علی الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ و علی الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ  
 امامہ تدعوہ بوجود ہندو مملکتہ الاسلامیہ عدد او عدد  
 وسیعۃ و فیمون المسلمین شاحقہ السیاح علی مشکلات التی قد  
 انفلتقہ من ایمان و ان شاہد دنیا سجدون پاکستان کما یعمون  
 ویشاؤن و مع ذلک نعم اہل پاکستان نشط الخ انھما المسلمین  
 کما حدیثہ و ن البیاضات پاکستان و ان کانت لمملکتہ علیہ  
 فہ و انھما فی جنت المدد و فی صغیرۃ جد لورۃ و انھما بقدرتہا  
 اس میں سلطنت پاکستان عن فریاد کی گئی ہے  
 نہ ہو کہ تو ہم ہندوستان کی حکومت سر اسر  
 حکومت کا فیوض کی دنی جو ہمیں ہنود کی  
 قطعنا منها قطعة سینہا پاکستان ہو اور ان کا عزت پر قبضہ ہوتا اسلئے  
 مملکتہ اسلام علیہ علیہ ثلث فوریہ منبیاں۔ محمد و سبھی  
 و تعالیٰ علی هذه الامم الخلیفۃ و الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ  
 و علی الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ و علی الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ  
 امامہ تدعوہ بوجود ہندو مملکتہ الاسلامیہ عدد او عدد  
 وسیعۃ و فیمون المسلمین شاحقہ السیاح علی مشکلات التی قد  
 انفلتقہ من ایمان و ان شاہد دنیا سجدون پاکستان کما یعمون  
 ویشاؤن و مع ذلک نعم اہل پاکستان نشط الخ انھما المسلمین  
 کما حدیثہ و ن البیاضات پاکستان و ان کانت لمملکتہ علیہ  
 فہ و انھما فی جنت المدد و فی صغیرۃ جد لورۃ و انھما بقدرتہا  
 اس میں سلطنت پاکستان عن فریاد کی گئی ہے  
 نہ ہو کہ تو ہم ہندوستان کی حکومت سر اسر  
 حکومت کا فیوض کی دنی جو ہمیں ہنود کی  
 قطعنا منها قطعة سینہا پاکستان ہو اور ان کا عزت پر قبضہ ہوتا اسلئے  
 مملکتہ اسلام علیہ علیہ ثلث فوریہ منبیاں۔ محمد و سبھی  
 و تعالیٰ علی هذه الامم الخلیفۃ و الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ  
 و علی الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ و علی الخلیفۃ الی ذلک سفینۃ  
 امامہ تدعوہ بوجود ہندو مملکتہ الاسلامیہ عدد او عدد  
 وسیعۃ و فیمون المسلمین شاحقہ السیاح علی مشکلات التی قد  
 انفلتقہ من ایمان و ان شاہد دنیا سجدون پاکستان کما یعمون  
 ویشاؤن و مع ذلک نعم اہل پاکستان نشط الخ انھما المسلمین  
 کما حدیثہ و ن البیاضات پاکستان و ان کانت لمملکتہ علیہ  
 فہ و انھما فی جنت المدد و فی صغیرۃ جد لورۃ و انھما بقدرتہا



## کراچی ریڈیو پر تقریر | حجاز سے واپسی پر وفد پاکستان اور مملکت سعودیہ عربیہ کے متعلق

مولانا محمد حرم کے تاثرات و خیالات بڑا دلکش و شگفتہ تھے۔ کراچی میں نشر ہوتا ہے پایا تھا۔ چنانچہ ہر محلہ کے لوگ اندازاً مغرب ٹھیک آٹھ بجے ریڈیو پر آپ نے تقریر بشروع فرمائی جس کی نقل یہاں اصل حسب ذیل ہے :-

بہدالملاحہ والعلوہ میں اس سال اس وفد نے حجاز میں شامل تھا جو حکومت پاکستان نے ج کے موقع پر حکومت سعودیہ عربیہ کی طرف مجاز بھیجا تھا۔ اس وقت میں اپنے مشاہدات کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو اس سواہینے کی خدمت میں میری نگاہ سے گزرے۔ سب سے پہلے، ہر ستمبر کو ہم (کراچی کے) ہوائی اڈے پر پہنچے تو عجیب منظر یہ سامنے آیا کہ عزت تاج خواجہ شہاب الدین رئیس وفد اور وزیر داخلہ پاکستان احرام پہنے ہوئے بیک بیک انعم بیک بیک رکھ کر رہے تھے تاہم کہ وہ راستہ میں طران سے احرام باندھ سکتے تھے۔ مگر یہ ان کی بلند فنی تھی کہ گھر سے ہی احرام باندھ کر نکلے۔ یہی نے اس تمام سفر میں خواجہ صاحب کی بلند فنی کا ہر موقع پر مشاہدہ کیا ہے۔ وہ ہم سب سے پہلے حرم شریف میں پہنچنے کی کوشش کرتے اور انکی انسانانہ مہم کے قریب رہتے تھے۔ اکثر اوقات آدھی رات کو یا اس کے بعد طواف کرنے کی ہمت کرتے تھے تاکہ قلت از بار کے وقت تکون واطین کیا ساتھ طواف کر سکیں۔ جمعہ میں ترات قرآن کا بھی آپ کو بہت شوق تھا کئی قرآن ختم کئے اور بڑا شوق تھا قرآن پڑھتی رہتی۔ مدینہ منورہ میں روزہ شریف کے اندر مارا اور ولادت قرآن کریم کا بہت اہتمام تھا اور مجر اندوہ اس میں کامیاب

رہے۔ کیونکہ حرم روزہ سے آپ نے رابطہ بہت قائم کر لیا تھا۔ آپ کی اس محنت اور شوق کا اثر مسلمانوں پر بھی پڑ رہا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ خواجہ صاحب کی اس ہمت اور بنداری پر ہر مسلمانوں کی نظر پر ہمیں کتنی خوشی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ایسے دین دار وزیر دیے۔ جب قیامت کے دن میں اللہ اور رسول کی محنت کا خیر بہ موجزن ہے اور حرم مکہ و حرم مدینہ سے بہت زیادہ وابہانہ خلق ہے۔

دوسرا ملازم ملک سلطان ابن سعود اور ان کے وزراء و امراء کا اس وفد کے استقبال و رپر تیک کی غیر مقدم میں اسلامی اخوت اور روابط محنت اور عربی حق و باطل کا مفہم ہر تھا جہر قدم پر بجا رہے دل میں منت و انبساط کی مومیں پیدا کرتا اور اپنی لہروں سے دل و دماغ کو فرحت بخشا تھا۔ حق یہ ہے کہ مملکت ملک کی شاہانہ نظرات اور تدبیرانہ شان نے ہمارے دلوں پر گہرا اثر کیا ہے۔ وہ ایک حرت حکومت پاکستان سے اپنی محنت و مودت اور ربط و اعلیٰ کو بیان فرماتے اور دوسری طرف اس بات کی تاکید فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی قوت و طاقت اور فلاح و کامرانی کا تمام تر دار و مدار دین کی قوت پر ہے۔ مملکت پاکستان کو دنیائے زیادہ دین کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ مگر نفرت، نفی اس کے ساتھ ہو۔ جب ہم نے عرف کیا کہ حکومت پاکستان نے اس قدر دیا ہے کہ اس کا انہیں شرفی ہو کہ خوش ہو کر فرمایا جس دن ہم اس کو دیکھیں گے بہت خوش ہوں گے اور ہماری مسرت و محبت کا پتہ دینا ہوگا۔ ہم نے جہز سے روانہ ہوئے ہوئے سلطان کی منیات و اطاعت کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اب پاکستان پہنچ کر ہم ہمیں قلب سے تمام مسلمانوں کو

سے عموماً در حکومت پاکستان کی طرف سے خصوصاً کمر ٹھیکری اور کرتے ہیں۔  
 ہمارے دلوں میں جلالہ الشک کی عنایات اور لطف و شہانہ نے ایسا گہرا نقش  
 قائم کیا ہے جو ہمیشہ تازہ رہے گا۔ جلالہ الملک سے جب میں نے آخری مصافحہ  
 کیا تو تقسیم ہو کر فرمایا: انتہ مدینہ الاول (آپ کو تمہارے پرانے دوست ہیں،  
 سلطان کا یہ نغزہ میرے دل سے کبھی محو نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جلالہ الملک کی عمر دواز  
 فرمائیں۔ ان کو محنت و سلاطین کے ساتھ خدمت اسلام و مسلمان کے لیے زندہ سلامت  
 رکھیں۔ ان کی ملکیت کو دین دینی رات رچی ترقی و استحکام و عافیت فرمائیں جس میں دنیا  
 کے ساتھ دینی ترقی کا قدم بھی آگے بڑھتا رہے۔ ان کے شہزادوں اور اعمال و  
 حکام کو بھی اپنی بخشش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ وہ ہمیشہ دین کو دنیا  
 پر مقدم رکھیں۔ آمین۔

اس وقت پر ہم سودا ملک امیر فیصل ولی جہاز امیر عبدالرشید فیصل شانت ولی جہاز  
 اور امیر منصور وزیر دفاع دین کا انیس کر اب انتقال ہو چکا ہے اور سرحد میں  
 ہیں سلیمان وزیر مایہ، شیخ محمد صالح قزقرز مدیر ادارہ اعلیٰ اور شیخ محمد ورناب وزیر  
 مالیہ اور امیر محمد و میر مدینہ کا ہمیں ملک سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان حضرات  
 نے وفد پاکستان کی خدمت افزائی اور مہمان نوازی خاصہ تھی ورناب کا مقابرہ  
 فرمایا۔ جن مع اللہ

نا شکری ہوگی اگر ہم اپنی کوہ فرما شیخ محمد سیح دہلوی کو یاد دلائیں جو حکومت  
 سودیہ کی طرف سے اس زندگی عزیزانی اور قربانی اور راحت رسائی کے لیے قزقرز  
 کئے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جس محنت و عرصے سے ہماری راحت رسائی  
 کا حق ادا کیا ہے وہ آپ ہی کا حق تھا۔ شیخ عبداللہ اور شیخ مطلق کے بھی ہم شکر گزار

ہیں کہ ان دونوں نوجوانوں نے حق ضیافت کو بڑی خوبی سے ادا کیا اور: فد  
 پاکستان کو بہت آرام پہنچایا۔

تیسرا منظر حکومت سعودیہ عربیہ کے ان انتظامات کا نظارہ تھا جو ملک کی  
 ترقی و ترقی کی راحت رسائی کے لیے وہ کمال کر رہی ہے۔ دیکھ کر بہت  
 خوشی ہوئی کہ مقدمہ سے کلمہ ایک اور کلمہ سے، نجات تک ہماری کچھ نکتہ نہ کہ بہن  
 گئی ہے جس پر دلرباں، ہر روز کارکن بے تکلف چلی رہتی ہیں۔ جدہ اور مکہ سے  
 مدینہ تک کے لیے بھی ایسی سم کی سرک کا ٹیکہ دیدیا گیا ہے جو امید ہے آئندہ  
 سال ۱۴۰۰ء سے پہلے تیار ہو جائے گی ورنہ دمکہ سے مدینہ تک بھی لارہاں اور  
 مولر کارکن ڈاکٹر کی سرک پر چلی پرتی نظر آئیں گی۔ جدہ میں مینے پانی کی ہمیشہ سے  
 قلت تھی مگر اب حکومت سعودیہ نے واوی فاطمہ سے نہر بنیدہ میں آٹھ چشموں کا  
 پانی شہر کے اس کچی کو پڑ کر دیا ہے۔ پچاس میل کے فاصلہ سے نل کے ذریعہ  
 جدہ میں میٹھا پانی پہنچایا ہے۔ ہر پانچ کلومیٹر پر اسے میں نل لگا دینے میں تاکہ  
 پیدل چلنے والے مسافروں کو بھی پانی کی تکلیف نہ ہو حکومت سعودیہ پانی کی قلت  
 رفع کرنے کے لیے خاص قوت دے رہی ہے۔ ان چشموں کو دربارہ زندہ کر کے  
 کوشش کر رہی ہے جو پہلے جاری تھے مگر غفلت کے باعث عرصہ دراز سے بند  
 پڑے ہیں۔ مگر یہ سیکھ کر ہو گئی اور جاری ہوئے زندہ ہو گئے تو حقیقت میں  
 یہ بہ کارنامہ ہوگا جو حکومت سعودیہ کی تاریخ میں تب زور سے لکھا جائیگا۔ پانی  
 کی فراہمیت بندہ میں سرسبز شاداب باغات اور کھیت نظر آنے لگے ہیں جو  
 اس سرزمین میں عجائبات سے کم نہیں۔

جدہ میں گودی (بندر گودہ) کا بھی بڑی سرعت سے ہو رہا ہے ٹیکہ کہ

اندہ سال حاتبوں کے جہاز اندہ سے دوسری شہر میں سے جکر گراچی اور بمبے  
کی طرح گودی میں شہر کریں گے جس سے مسافر کو جہاز پر چڑھنے سے ان سے میں  
سہولت ہو جائیگی۔ یقیناً یہ بھی حکومت سعودیہ کا بڑا کارنامہ ہوگا جس پر اس سے  
پیشگی حکومت نے توجہ نہیں کی تھی۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ حکومت سعودیہ حجاز، نجد اور شام میں ریلوں کا سلسلہ  
بھی قائم کرنا چاہتی ہے۔ اگر یہ سیکم مکمل ہوئی اور حکومت پاکستان ایران و عراق  
کے راستے سے اپنی ریل کا سلسلہ اس سے ملا دے اور بصرہ سے نجد و مدینہ  
ہوتے ہوئے مکہ تک ریل ہو جائے تو زائرین کو تمام بلاد اسلامیہ کی سیر کے  
ساتھ تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کا کٹھن کے راستہ موقع مل جائیگا۔ جس سے  
روابطہ اسلامیہ کو بھی بڑی قوت ملے گی۔

حکومت سعودیہ کا امن و امان عربیہ نظریہ اس وقت کے لئے حیدر اور  
مکہ سے طائف اور حائف سے نجد تک تنہا دی سکر کر سکتا ہے اور باقی  
سونا بھلا کتبہ کسی کی مجال نہیں کہ اس کی جان و مال کو بڑی نگاہ سے دیکھ سکے  
نہ ان کے وقت جب پولیس کا آدمی انصوفہ العلوہ پکارتا ہے کہ کو کچھ توجہ  
سے دکاندار کی طرح اپنی دکان کو گھٹکھٹا ہوا جھک کر رہیں دیتے ہیں۔ ان کو چوری  
کا ڈر بھی خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ حکومت سعودیہ نے شریعت کو قانون جاری کر دیا ہے  
کہ جس پر چوری کا ثبوت ہو جائے گا اس کا پتہ کاٹ دیا جائے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ  
اس وقت تک ملکات اندہ کا تمام عدالت حکومت میں پندرہ سولہ ہفتہ سے زیادہ  
نہیں کاٹے گئے۔ دو تین سال سے تو ایک بھی ہفتہ کاٹنے کی نوٹ نہیں آئی مگر چوری  
کی دادرسی بند ہو گئی ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو سبق لین چاہیئے جو دوسرے

دریوں سے توبہ کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمت بند ہو چکے جو علم کی حد میں  
روز افزا فرد خائف ہوتا جا رہا ہے۔

چوتھا منظورہ عام، غوث و مساوات کا اندازہ تھا۔ توحہ کی خصوصیات میں  
سے ہے۔ بیت اللہ کے گرد شاہ و گزرا، بیرون عرب، عرب، ترک، ایرانی، افغانی  
عراقی، شامی، مصری، ہندوستانی، پاکستانی، جوان، بوڑھے، بچے اور بڑے  
عوان کہتے تھے۔ ایک شان، ایک لباس میں احترام باندھے گئے سر نظر آتے  
جس تو دل پر یہ کیفیت عاری ہوتی ہے۔ اس وقت بے ساختہ خوب  
کہنے لگے کہ دنیا چاہتا ہے۔

خدمت گزشتہ تو تاحمد رانندہ خوب بادہ لعلی تو ہو سٹیا رانندہ  
زمین برن محل حاضر غزل سیدیں کہ غنایب تو اندر ہرن ہزار رانندہ  
ایک لحاظ سے دیکھنے تو جگر بڑی عبارت ہے۔ خدا کی محبت انسان کے  
دل میں نہ ہوتو وہ اپنے کا دریا چھوڑ کر، عزیزوں اور دوستوں سے جدا ہو کر  
اتنے بے سفر کی محبت کیوں برداشت کرتا۔ اس لیے حج کا ارادہ ہی خود محبت  
دلی اور غصوں کی دلیل ہے۔ پھر انسان جب اس سفر کے لیے نکلتا ہے تو اس  
کی کیفیت عام مسافروں جیسی نہیں ہوتی بلکہ اس سفر میں اس کی توجہ زیادہ تر  
خدا کی طرف رہتی ہے اس کے دل میں شوق اور ولولہ بڑھتا جاتا ہے۔ جو  
جو کچھ قریب آتا جاتا ہے محبت کی آگ اور زیادہ بھڑکتی ہے۔

خدا وعدہ دل چوں خود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد  
دل خود خود غفلت کرے گناہ سے پہلے  
گناہوں پر تر مند کی ہوتی ہے۔ اندہ کے لیے فرماں برداری کا عہد کرتا ہے۔

عبادت اور ذکرِ الہی میں لگتے تھے، بعد سے لیے کرتا ہے۔ دیر تک سر اٹھائے کول نہیں چاہتا۔ قرآن پڑھتا ہے تو اس میں کلمہ اور ہی لکھتے آتا ہے۔ جب سرزمینِ مجاز میں قدم رکھتا ہے تو اسلام کی پوری تاریخ نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ چتر چتر پر غور سے محبت کرنے والوں اور اس کے نام پر جان و مال قربان کرنے والوں کے آئینہ نظر آتے ہیں۔ سفرِ دین میں ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ دینِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مہاجر و انصار کی مدنی زندگی نگاہوں میں پھرتی ہے۔ جبلِ مکی زیارت سے غزوہ اُحد اور غزوہ خندق کی تاریخ سامنے آ جاتی ہے جس میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑا درسِ عبرت ہے۔ غرض کہ، دینِ نبی، اور عزت کا ذرہ ذرہ غفلت اسلام کی گواہی دیتا ہے اور وہاں کی ہر لکڑی پکارتی ہے کہ یہ ہے وہ سرزمینِ جہاں سے علم اسلام اور کل حق بلند ہوا۔ اس طرح مسلمانوں کا دل خداوند سے لے کے عشق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام کے ساتھ راجحہ تعلق سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ ایسا اثر لے کر رہے ہیں جو کہ ہے جو ملتِ دم نک اس کے دل سے نکلتی ہو۔ پھر یہ گویا سے مکہ مکرمہ دینے اسلام کا مرکز ہے جو گھر سے اللہ کے نام پر آتا ہے۔ جی نہ انداز ہی وقت میں وہاں جت ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملنے ہیں۔ آپس میں اسلامی محبت و خوت قائم ہوتی ہے اور یہ خوش دل پر ہم جاتا ہے کہ مسلمان غور کسی ملک اور کسی نسل کے پیر سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایک ہی ملت کے افراد ہیں۔ تو بنائے۔ مگر عبادت ہے تو اسے ساتھ ساتھ دنیا کے مسلمانوں کا ایک ایسا عظیم الشان اجتماع بھی ہے جو مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے غلہ بڑھائے

کامیاب سے بڑا ذریعہ بن سکتا ہے۔

نہیں حکومت پاکستان کو مبارک باد دیتے ہوں کہ اس سے نہایت بابر وقت پر اپنا وفد تیار بھیجا تاکہ اس مقدس مکان و زمانہ سے غفلت و اتقاق کا وہ فائدہ حاصل ہو جس کی طرف بہت کم لگے ہوں کہ تو مہذبوں کی ہوتی ہے۔ لہذا کہ وفد اپنے مقاصد میں بڑے حریف کامیاب ہوا اور شکستِ محمودیہ عربیہ سے ٹھونک دیا۔ ایک اسلامیہ سے جو اپنے روابط کو مضبوط کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ عراق، شام، مصر و افریقہ، مراکش و اندونیشیا وغیرہ تمام خطوں کے زعماء و امراء و علماء و علماء و مشائخ سے ملنے کا یہیں موقع ملا۔ سب کو حکومت پاکستان کے قیام سے فرحان و شاد ہوا پایا۔ سب کے سب قرار و اوقاتِ حدِ پاس ہونے سے بہت زیادہ خوش ہیں اور منتظر ہیں کہ پاکستان میں بہت جلد نظامِ شرعی نافذ ہو جائے۔ عالم اسلام مسئلہ کشمیر کے حل کا یہ جتنی کے ساتھ اتفاق کر رہا ہے کہ جلدت جلد اس کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہو جائے۔ مگر مسلمان پاکستان کو کشمیر بہت جلد متفق رہے جیسا کہ اب ملک میں قومی اتحاد کشمیر کا مسئلہ بہت جلد حل ہو جائے گا۔

اب نہیں اپنا تقریر کو قلم نہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو سکھ و غلبہ و سلطنت و طاقت و قوت و ترقی و اہم عطا فرمائیں اور پاکستان میں نظامِ شرعی جلد نافذ ہو جائے۔ آمین

ظفر احمد خان مین مین دہنو مہر

(ازمٹ مٹ)

آکر کبر الصوت کے بار میں استفتاء کا جواب

عند سیدہ سلیمان ندوی نے  
آکر کبر الصوت پر نماز کی نواسی  
کے بارے میں ایک استفتاء فرمایا تھا، جس نے اس پر فتوے طلب فرمایا تھا  
حاجا، مجاہدِ حق نے جو کہنے کی قوائے مگران کے دلائل عند ندوی کے  
گمان کے مطابق نہایت ناقص تھے۔ اس لیے علامہ موصون نے جو رد بھی اس سال  
حج کے لیے تشریف لے گئے تھے حضرت مولانا غفر اللہ عنہ نے جو پاکستانی وفد کے  
رکن مکیں کی حیثیت سے حج میں شرکت کی تھے فراموش کی کہ مذکورہ استفتاء کا جواب  
وہ تحریر فرمائی، چند پر مولانا نے جو رد فرمائے اس کے فقہی دلائل کے ساتھ  
لکھا تو حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نے یہ فتوے علماء کی خدمت میں پیش  
کئے فرمایا کہ آپ حضرت مرکز اسلام میں رہتے ہیں۔ عام اسلام کی نظر سے آپ  
کے عمل پر بھی جتنی ہیں۔ اس لیے فقہی مسائل میں آپ حضرت کو نہ زیادہ  
نقاط ہونا چاہیے۔

(مذکورہ سلیمان ندوی)

پانچواں حج  
مدرسہ عالیہ دھاکہ کی مدت ملازمت ختم ہونے کے بعد ۱۹۵۷ء  
میں پانچویں مرتبہ ہجرتِ ہندوستان ہوئے اور ریاست مدینہ میں شرف  
ہونے، وریہ آپ کا آخری حج و عمرہ اور مولانا کی فانی ہوئی۔

پہلا نکاح اور اولاد امجاد  
مذہبی اہل بیت سے عقیدت کے بعد مولانا کی پہلی شادی

شرعیات سے حضرت متانوفی سے تعلیم حاصل کی تھی اور وہ حضرت خٹانوفی  
کی بیٹہ صغریٰ کی بڑی بہن اور بیٹی غفر اللہ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

اس زمانہ میں ان اطراف میں مہر کے زیادہ مقرر کرنے کی عادت تھی۔  
مہر  
مگر حضرت متانوفی نے گیارہ سو مہر مقرر کر لیا۔ آپ فرماتے ہیں  
بھی پہلے بڑے بڑے مہر ہوتے تھے۔ اب غنیت بت ڈھانڈا ہوا پرکھ گئے ہیں۔  
مگر میں میرے اپنے بھانجوں کا گیارہ سو مہر مقرر کر لیا۔ یہ صاحب سے حضرت ام حبیبہ  
کے مہر کے برابر ہوتا ہے۔ کچھ کم کرنا فرقت ہے۔

(راشحات السواخ ص ۵۳ جلد ۲)

اس طرح حضرت مولانا محمد مہر کی رقم میں سنت کی موافقت  
حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا عظیم  
جب مولانا شادی کے لیے  
سماں پور سے تیار ہوئے تھے  
تھے تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وہاں کو اپنی ایک قیمتی مددی مرحمت فرمائی  
تھی جو ان کے شادی کے دوسرے مقام لباس سے زیادہ قیمتی تھی۔  
(مذکورہ خلیل)

پہلی بیٹہ محترم سے مولانا محمد مہر کے دو صاحبزادے مولانا محمد احمد عثمانی  
اور مولانا قمر محمد عثمانی ہیں اور تین صاحبزادیاں ہیں جو بطنِ بطن سے بقید  
حیات اور صاحب اولاد ہیں۔ دونوں صاحبزادے بطنِ بطن سے بڑے ذہین  
ذی استعداد اور صاحب تحریر و تعینیت دینی و دنیوی دونوں ہی علوم  
کے حنف ہیں۔

مولانا عمر محمد سلطان نے ظاہر معلوم سہارنپور میں درسِ نظامی کی تکمیل  
کے بعد ذہین درس و تدریس اور تعینیت و تالیف کا سلسلہ شروع کر لیا تھا



اثرات کو اس میں حجاز کے نام سے بہرہ قدم کیا یہ تحریر بھی شان ہو چکی ہے۔  
**تاریخی نام** مولانا محمد کا تاریخی نام حضرت مولانا عین احمد صاحب سہارنوی ہے۔  
 "مرزا محمد" تو فرمایا تھا۔ اس کی تعلیم "مذکرہ" تعلیم میں اس طرح کی ہے۔  
 مولانا نے مولانا سے فرمایا مولوی غلام احمد صاحب نے کچھ کا تاریخی نام سوچا ہے  
 مرزا محمد صاحب کہہ کہ تم دیکھ لو کتنے عدد ہوتے ہیں، انہوں نے حساب  
 لگا کر عرض کیا کہ حضرت احمد دو زیادہ ہیں۔ بے ساختہ فرمایا۔ بس اب اور کچھ  
 حذف کر دو۔ "مرزا محمد" تاریخی نام ہے۔ اس کے ۳۳۲ عدد ہیں اور سن  
 ہجری کے مطابق یہی ان کا سن پیدائش ہے۔

(از تذکرۃ القلیل)

**مولانا حسین احمد مدنی کا مزاج** شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا  
 صاحب کا مدد مولوی تحریر فرماتے ہیں کہ:  
 "ایک مرتبہ اسی دور میں مولانا غفر احمد صاحب زاد محمد دوم عالم تشریف فرما  
 تھے۔ میں دارالطلب گیا ہوا تھا۔ ایک لڑکے نے مجھے جاکر اطلاع دی کہ حضرت  
 مدنی تیس مرتبہ آئے ہیں میں نے کچھ حاضر ہوا۔ میری گفتگو حضرت سے بہت سی تھی  
 کہ حضرت مولانا غفر احمد صاحب بھی کچھ کہہ رہے تھے۔ حضرت ان کو دیکھ کر بہت  
 مسرت سے آگے کھڑے ہو کر مدد فرمایا۔ انداز میں فرمایا۔ اچھا یہ بوالہیک  
 صاحب بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس کی شہرت یہ ہے کہ جب عزیز مولوی غلام احمد ابن  
 مولانا غفر احمد صاحب پیدا ہوئے تو انکی تاریخ ولادت "مرزا محمد" تحریر کی گئی تھی۔  
 اس وقت سے حضرت مدنی تیس مرتبہ نے تقریباً مولانا غفر احمد صاحب کی کنیت  
 "مولانا محمد" تحریر کر رکھی تھی اور اکثر مقامات میں اس عبارت سے غلطی ہو چکی تھی۔  
 (ابھی مست)

حضرت مولانا کے دو سبب سا جوازہ مولوی محمد عثمانی سلمہ میں انہوں  
 نے غلامی تب و دور سے بتا دی ہے۔ درالعلوم دیوبند اور غلامی سلمہ میں بارہ بار  
 میں پڑھیں۔ پھر دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ اسلامیہ میں ہوئی۔ یہاں والد شہر،  
 حضرت مولانا شمس الدین عثمانی اور مولانا نقیب الحق سے کچھ اور اس کے بعد کراچی  
 مارکس میں مدرسہ خدیجیہ خدیجات انعام میں سے۔ آج کل کو گفٹ نائل اسکول کی یہ  
 ضلع لاہور میں مدرسہ میں۔ مولانا ہی نہایت ذہین، ذہی، استعداد اور  
 صاحب تہمت ہے۔

**مولانا محمد عثمانی کی تصانیف** حضرت مولانا غفر احمد عثمانی نے موروثی  
 صاحب کی کتاب "خلافت و ملکیت"

کے جواب میں جب براۃ عثمانی کے نام سے منقل مضمون تحریر فرمایا اور دوسری  
 طرف سے موروثی صاحب کے مسک کی کراچی میں جوانی مضمون تبصرہ کے عنوان  
 سے ماہنامہ قارن "کراچی میں شان کیا گیا تو قارئین" کے اس تبصرہ کے جواب  
 میں عزیز مولانا محمد عثمانی نے نہایت مسکت مضمون لکھا۔ یہ مضمون  
 صفحات پر مشتمل ہے اور کتابی شکل میں "مذکرہ یادراں" کے نام سے  
 شائع ہوا ہے۔ ان کی دوسری تصنیف "ماری مذہبی جماعتوں کا مذہبی  
 جائزہ" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں بڑھئیہ مذہب کی  
 مختلف مذہبی و فکری تحریکات اور مذہبی جماعتوں کا مذہبی جائزہ ہمیشہ  
 کیا گیا ہے اور فقہ انکار حدیث کے رد میں پورے ۳۲ صفحات  
 پر مرقوم کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب "مطبوعات مشرقی" کراچی کی طرف سے  
 شائع کی گئی ہے۔

امام راشد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مولانا قراۃ اللہ سہل نے اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زندگی کے علمی نظریات اور عقیدہ دوازہ کا ناموں کا اہلی جائزہ پیش کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اسلامی ہند کی تاریخ میں شاہ ولی اللہ ہی پہلی شخصیت ہیں جن سے اسلامی علوم و معارف کا سلسلہ شروع ہو کر تاریخی تسلسل کیساتھ جاری رہا ہے اور جن لوگوں نے فکر ولی اللہ کے ساتھ دین اکبری یا متحدہ قومیت کے نظریہ کو چرٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں سنی کے ساتھ ان کا ممبر کی گئی ہے۔ ۴۴ صفحت کی یہ کتاب بڑے تحقیقی اور تاریخی مواد پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا ظفر گدڑ شاہی مرحوم نے اس کتاب کی شاعت پر دلی مسرت کا اظہار فرمایا تھا اس پر حضرت مولانا کی تقریر بھی ثبت ہے۔

مولانا قراۃ اللہ سہل نے یہ کتاب سید احمد شہید بریلوی

مجاہد کبیر سید احمد شہید اور ان کے رفعا کرام کے مجاہدانہ کارناموں اور شہداء مسلمان نیز دیگر حالات و تاریخ پر مرکب کی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے مسلمانوں کو حریفانہ سنا دیا اس پر بھی اپنی تصدیق و تقریر ثبت فرمائی۔ یہ کتاب بھی زیرِ طبع ہے۔ دوسرے کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہدانہ کارنامہ پر اپنے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق علوم دین کی ترویج و ترقی و شاعت کرنے کی توفیق و سعادت عنایت فرماتے رہیں (امین)

مولانا مرحوم کی پہلی اہلیہ خاتون کی وفات

حضرت مولانا مرحوم کی پہلی بیگم بی بی خدیجہ بیگم بنوستان سے پاکستان آئیں تو ان کے حالات یہ تھے کہ ان کو مستقل بنیاد پر تعلق جمعہ میں

تپ دق ثابت ہوا بہت کچھ علاج معالجہ ہوا مگر صحت نہ ہوئی۔ بہت ترس گئیں سال کی وفات کے بعد دورہ نفس کی حالت میں ۱۳ ماہ مرحوم کے مرنے تک ان کے جمادات کے دن مغرب کے وقت غسل بھی ہو گئیں۔ ان کے والدین علیہ راجعون رضی اللہ عنہما و لہما و عہما و ایاہما و عہما و ایاہما (امین) مولانا مرحوم نے اس مرحومہ کی وفات پر ایک مرقعہ مرثیہ ارشاد فرمایا تھا جس کے دو شعر درج ذیل ہیں:

افتراق ہوا مریض و ایسی مدد بہ دور اندھ و شمس شمس

بہت دور نہ رفت بین قلوبنا و صدودا و عید شاد و دوح

مرثیہ بڑی عابدہ۔ زائدہ غیر معمولی طور پر ذہین اور سلیقہ شعار و خوش اطوار تھیں۔ قرآن کریم مع ترجمہ اور ضروری دینی تعلیم حضرت حکیم امیت

مولانا خاتون سے حاصل کی۔ موسوفہ خاندان کی ان چند محرمات میں سے

ایک ہیں جنہیں حضرت حکیم رحمت سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کو نامتوئی

کی چھٹی اہلیہ خاتون کی بڑی بہن تھیں۔ حضرت خاتون اپنے گھر بیوہ معاندت میں

ان مرحومہ سے مشورہ فرماتے تھے۔

دوسرا نکاح

پہلی اہلیہ خاتون کی وفات کے بعد مولانا نے دوسرا نکاح

یکامران سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور کچھ ہی عرصہ بعد ان

کا انتقال ہو گیا۔

تیسرا نکاح

مولانا کا تیسرا نکاح مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری

کی بیوہ صاحبہ زادی سے ہوا۔ وہ اب بھی بقید حیات ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے علی بزرگ مولوی

میر تقی سمن ہی کے بطن سے ہیں۔ اس وقت عزیز موصوت کی عمر تقریباً  
بیس سال ہے۔ انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اپنے والد محترم کے  
زیر سایہ پرورش و تعلیم پائی ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کر لی ہے۔ مدد قادی  
آں عزیٰ کی عمر دروازہ فرمائے اور اپنے والد محترم اور پیش رو بزرگوں کے  
نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت مولانا مرحوم نے چوتھا نکاح قیام بنگال کے  
چوتھا نکاح زمانے میں موضع بلیہ ضلع اعظم گڑھ کی رہنے  
والی ایک مسافر سے کیا تھا۔ جو بقید حیات ہیں۔ ان سے بھی مولانا مرحوم  
کی کوئی اولاد نہیں۔



## باب دوم

### حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کی علمی خدمات

درس و حدیث شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی خدمت اندکس  
میں بہار پور پہنچے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک مدرس کی طلبہ چتائی سے  
آئی ہے۔ ابتدائی خواہ ہیں روپے ہوگی۔ اگر جانا چاہو تو تمہارا نام وہاں بھیج  
دو۔ مولانا نے عرض کیا کہ میری حق تو یہ ہے کہ حضرت والا کی خدمت اقدس  
میں وہ کہ درس و تدیس کی خدمات انجام دوں۔ کیونکہ میرے اچھے شکم نہیں  
ہووا۔ ابھی سے باہر جادھاؤں اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت سہارن پوری مولانا کے  
اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا تمہارے اُستاد مولانا عبداللہ  
نگوئی مفتاح علوم سے خاندان ہون کے مدرسین جانا چاہتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم  
انہی جگہوں کا ذکر کرو کہ اگر اُنکی خواہ پندرہ روپے بھی دہی نہ کوٹ گی مولانا نے  
اس خواہ کو بخوش منظور کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے خواہ مطلوب نہیں حضرت  
کی خدمت میں رہنا مطلوب ہے۔

مفتاح العلوم بہار پور میں مدرس  
۱۹ سال کی عمر میں مدرسہ مفتاح العلوم  
پنا چڑھ بیٹا اول سنہ ۱۳۲۱ھ سے مولانا

سہارنپور کی مدرسہ پر فائز ہو گئے اور ۱۳۶۶ء تک مسلسل سات سال اسی مدرسہ میں مدرسہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ابتدا میں شرح و تالیف، نورالانوار وغیرہ کے اسباق مولانا کے سپرد ہوئے۔ پھر تدریس ترقی ہوئی گئی اور فقہ میں بدایہ، حدیث میں مشکوٰۃ شریف، فلسفہ میں مبدیٰ اور علم کلام میں شرح عقائدی مع حاشیہ خیالی وغیرہ مختلف فنون کی کتابیں لکھ کر دس آپ نے دیا اور علم ادب عربی میں سید معلقہ اور عربی کی کتابیں پڑھائیں۔

**مدرسہ ارشاد العلوم گرامی بجنور** سات سال مغایر العلوم میں دس دینے کے بعد ۱۳۶۸ء میں سہارنپور سے نکل کر قریب مدرسہ ارشاد العلوم گرامی بجنور میں مولانا نے ۱۳۶۸ء تک دوسری کتابوں کے علاوہ بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس دیا۔

**مدرسہ امداد العلوم تھانہ بجنور** ۱۳۶۸ء میں دوسرے جگہ سے واپس آئے اور مولانا کا مستقل قیام تھانہ بجنور

کی خانقاہ اور مدرسہ امداد العلوم میں ہو گیا۔ یہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے علاوہ فوتے نویسی کا شعبہ بھی مولانا کے سپرد کر دیا گیا تھا اور مولانا تمام شعبوں میں حضرت حکیم دست خانویں کی زیر نگرانی علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۷۰ء اور امداد العلوم تھانہ بجنور میں آپ نے بیف ودی شریف از زورۃ حدیث کی کتابوں کا درس دیا۔ اور قلم علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء کی دستا بندی حضرت حکیم دست خانویں کے دست مبارک سے ہوتی تھی۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بجنور کے قیام میں حضرت تھانوی کے انفس قدسہ اور توجہات عالیہ کی برکت

ت جو قابل قدر علمی و تربیتی کارنامہ حضرت مولانا نے انجام دیا اس کی مثال علماء ملت اور قدامد کے کاموں میں بھی نایاب نہیں ہو سکتی ہے۔ مولانا کی تصنیفات و تالیفات کا تذکرہ مستقل عنوان کے تحت آئے گا۔ یہاں سے آپ کے تاملی کام کا تذکرہ ہو چکے گا۔

**مدرسہ راندیر میرہ رنگون** ۱۳۶۸ء کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مدینہ منورہ میں وفات پانے لائے

۱۳۶۸ء کا زمانہ ہے، تو مولانا کے دل پر کچھ تو اپنے شیخ کی دائمی منیت کا درد رہا۔ پھر بنانی پر بھی اثر تھا، ہر دو اطباء نے کچھ دن مائل دریا پر قیام جو بزرگ تھا۔ اسی زمانے میں رنگون (برسات حضرت حکیم الامت کے بعض خدمت کا خط آیا کہ مدرسہ راندیر میرہ رنگون میں ناظم کی جگہ خالی ہے۔ تنخواہ ایک سو پچھتر روپے ہے۔ مولانا نے تھانہ بجنور کے مدرسے سے ایک سال کی رخصت لے کر وہاں جانا منظور کر لیا۔ مدرسہ راندیر میرہ رنگون سے تھانہ بجنور میں تھانہ بجنور واپس ہوئی اور یہاں پہنچ کر حسب سابق حضرت حکیم الامت کی خدمت میں رہ کر درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فوتے نویسی کے شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ اور یہ سلسلہ ۳۵ء تک جاری رہا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت بابرکت میں اتنی طویل مدت اور عرصہ دراز تک قیام کرنے اور حضرت سے علمی استفادہ اور روحانی استفادہ کا موقع حضرت مولانا کو ہم کے برابر حضرت تھانوی کے توفیق میں سے کسی دوسرے کو میسر نہیں آیا اور اس شرف میں حضرت مولانا کو ہم حضرت تھانوی کے

ذبات میں تو میں پرسبقت لے گئے ہیں۔

کلہ میں سعادت بزدور باز نیست تانہ بخشہ خدا کے بخشندہ

ڈھاکہ یونیورسٹی سے تعلق | مولانا کے بعض اصحاب نے ۱۳۵۲ء میں آپ کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں پڑنے کی تحریک

کی چوکھٹا نہ بیٹھیں یہاں نہ جانے کی وجہ سے مولانا کے دفتر قرض بہت

بڑھ گیا تھا اور یونیورسٹی میں تنخواہ معقول تھی اس لیے حضرت مولانا نے حضرت

حکیم الامت کی اجازت سے وہاں جانا منظور فرمایا اور ذی الحجہ ۱۳۵۲ء میں

مقتادہ بیٹھنے کی سہولت سے کر ڈھاکہ یونیورسٹی سے وابستہ ہو گئے

حضرت مولانا مرحوم کا ڈھاکہ یونیورسٹی سے تعلق مذہبیت میں مقدمات میں سے تھا

جو کہ کورہا۔ ورنہ اس بارے میں مولانا کے دلی جذبات و احساسات یہ تھے

کہ "کاش میں ایسا نہ کرتا، چنانچہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں بھی انہیں

تسلیات کا اظہار فرمایا ہے۔ یونیورسٹی میں بھی اگرچہ آپ کے سپرد دینی و

شرعیات، مسلم شریعت، مکتب التوحید اور بدایہ وغیرہ کے بڑے بڑے

اساتذہ تھے۔ لیکن مولانا مرحوم کے ذوق علمی کو کچھ کہنے کے لیے یہ

اساتذہ بھی کافی نہ ہوئے۔

مولانا شرفی علوم ڈھاکہ | چنانچہ مولانا نے یونیورسٹی کے مذکورہ اساتذہ کے

علاوہ مدرسہ شریعت، مدرسہ علوم ڈھاکہ میں جو مولانا کی

سہرہ رومی تھیں، ان کے اصحاب نے قائم کیا تھا مولانا امام مالک، بیہدائی شریعت،

اور بیہدائی مولانا رحمہ اللہ مولانا صاحب نے شروع کر دیئے۔ ان

اساتذہ کو ڈھاکہ یونیورسٹی کے بعض پروفیسرین شریعت کو ہوتے تھے۔ چنانچہ

ڈاکٹر شہید احمد مرحوم، ڈاکٹر سراج الحق صاحب اور پروفیسر بی بی صاحبہ

ایسی زمانے کے مولانا کے شاگرد ہیں۔ مدرسہ اشرفیہ علوم کے اکثر حضرات

مدرسہ میں ہی مولانا امام مالک اور شریعت کے درس میں شریعت پڑھا کرتے تھے۔

ان اساتذہ کے علاوہ اس مدرسہ میں مولانا صاحب شریعت کا درس بھی

دیا کرتے تھے۔

جامعہ قرآنیدل | چوتھے سفر حج واپسی کے بعد لال باغ

کی شاخیں مسجد میں مولانا کی زیر سرپرستی ایک

علمی و دینی درس گاہ، جامعہ قرآنیہ کے نام سے قائم ہوئی۔ اس درس گاہ کے

اعظم اساتذہ شریعت پاکستان کے مآثر عظیم دینی مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری

تھے جو حضرت حکیم امت محمد نامی نوری سے بیعت تھے اور ان کا اصل تعلق

حضرت مولانا سے تھا۔ حضرت مولانا کے وصال کے بعد مولانا سے تجدید

بیعت کر لی اور آپ کے مخصوص عقائد میں شمار ہوتے ہیں۔ موصوف کے

علاوہ حضرت حکیم امت محمد نوری کے خلیفہ و مجاز حضرت حافظہ بی حضرت شریعت

پاکستان کی مایہ ناز علمی و روحانی شخصیت ہیں جامعہ قرآنیہ کے مدرس اہل

اور شریعت الحدیث ہیں۔ اس مدرسہ میں ہی حضرت مولانا نے بخاری شریعت

کا درس کر دیا۔ پندرہ سال تک نہایت پابندی سے دیا ہے۔ اس میں

بھی جامعہ قرآنیہ کے تمام مدرسین شریعت کو کمالی استفادہ کرتے رہے

ہیں۔ ڈھاکہ سے تعلق کے بعد جب مولانا مرحوم مغربی پاکستان تشریف

لے آئے جامعہ قرآنیہ کی سرپرستی بدستور فرماتے رہے اور ہر سال

رمضان مبارک کی تہ عیدیت وہیں جاری کرتے تھے اور سوال سے ہمینہ

میں بنادی شریعت کے، سابق شروع کرنے کے بعد وہیں تشریف لاتے تھے اور شعبان کے مہینہ میں آپ ہی چاکر ختم بخاری کی رسم ادا فرماتے تھے، جامعہ قرآنیہ کے میٹر درمیں آپ کے مریہ و شاگرد ہیں۔

**مدرسہ عالیہ ڈھاکہ** مدرسہ عالیہ ڈھاکہ دینی درس گاہ ہے جو ہندوستان کی تقسیم سے قبل مدرسہ عالیہ کلکتہ بمبائی تھی اور

مولانا محمد سوم کے استاد محترم مولانا محمد اسحاق برودانی جامع العلوم کا پھر سے ترکی تعلق کے بعد اسی مدرسہ میں صدر مدرس مقرر ہو کر تشریف لاتے تھے یہ مولانا برودانی کی روحانی کشش تھی یا مولانا عثمانی کی طلب صادق تھی کہ تقسیم ملک کے نتیجہ میں یہ مشہور دینی درس گاہ کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہو گئی اور ۳۳ سال کی مدت کے بعد ۱۹۴۷ء میں مولانا برودانی کے نا ور شاگرد مولانا ظفر احمد عثمانی نے اُن کی جگہ نبھال لی۔ مولانا کو ڈھاکہ یونیورسٹی سے مدرسہ عالیہ کی صدر مدرس کی جگہ پر لانے میں مولانا کے دوست جناب فضل احمد کریم افضل

کا بیڑا باندھا جو اس وقت ڈھاکہ میں سیکرٹری تعلیمات اور مدرسہ عالیہ کے صدر بھی تھے۔ آپ ہی کی کوششوں سے وہاں نے یہاں آنا منظور کیا تھا۔ موصوف نے مولانا کی منظوری حاصل کر کے بعد مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کے پاس مولانا کے تقریر کی رکن اطلاع دینی تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ مولانا کا تقریر انٹرویو کے بغیر ہوا ہے۔ حالانکہ اس جگہ پر ان کی تقریر انٹرویو کے بغیر نہیں ہوا۔ جب یہ بات جناب فضل احمد کریم رضوی صاحب ملک پہنچی تو آپ نے فرمایا: مولانا عثمانی انٹرویو دینے کے لیے تیار ہیں۔ مگر ان کا انٹرویو نے کھاکون؟ کم از کم میں تو اپنے آپ کو

اس قابل نہیں سمجھتا اور نہ پرنسپل صاحب اپنے کو اس لائق سمجھتے ہیں۔ اس پر معترضین لا جواب ہو کر خاموش ہو گئے اور مولانا نے مدرسہ مالیک کی مدرسہ کی کا چارٹ سنبھال لیا۔ یہاں مدرسہ کی تعلیمی نگرانی اور اساتذہ میں تقسیم اسباق کے علاوہ بخاری شریعت، الاسباب و اسباب، احوال بزرگی کے اسباق بھی آپ کے سپرد رہے۔ اور اس دور میں گاہ سے ۵۰۰ تک مولانا کا تعلق قائم رہا۔

**جامعہ اسلامیہ ڈھاکہ** تقسیم ملک سے قبل ڈھاکہ یونیورسٹی سے تعلق کے زمانہ میں یونیورسٹی کی تعطیلات گرامین جامعہ اسلامیہ ڈھاکہ میں منع صورت میں بھی مولانا نے درس حدیث کی خدمات انجام دی ہیں اور مسلم شریعت و ترمذی شریعت کے اسباق پڑھائے ہیں۔ مولانا قاضی القادری صاحب مکتبہ کوئی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسی زمانہ میں مولانا سے درس حدیث پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

جامعہ اسلامیہ ڈھاکہ و اہل العلوم و دیندار و ملاحظہ علوم سہارنپور کے بعد متحدہ ہندوستان کی بڑی دینی درس گاہ شمار ہوتی تھی جس کے نامور مدرسین میں مولانا محمد سوم کے علاوہ مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا بدر عالم برہنہ، مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا یوسف بنوری جیسے استادان حدیث کے نام شامل ہیں۔

**مشرقی پاکستان سے دل برداشتگی** مشرق میں مسلم لیگ کا دعویٰ لیگ اور دوسری پارٹیوں کے متحدہ محاذ (مکتوفٹ) سے مقابلہ ہوا جس میں متحدہ محاذ غالب آ گیا۔ مولانا

مردم مسلم لیگ کی ناکامی کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں قیامت دل برداشتہ ہو گئے چنانچہ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کی دلی خواہش کے باوجود مولانا نے مدت طاعت میں مزید توسیع قبول نہ فرمائی۔ اور مغربی پاکستان میں مستقل قیام کا ارادہ کر لیا۔ مدرسہ عالیہ سے سکسکودش ہونے کے بعد پہلے مولانا نے حج کا قصد کیا۔ اور سفر حج سے واپسی کے بعد دھاکہ کر شریف لاسے ہی تھے کہ مولانا احتشام الحق شاہنوی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر بلائے گئے لیے دھاکہ پہنچ گئے اور مولانا نے وہاں جانا منظور فرمایا۔

دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار اکتوبر ۱۹۵۷ء کے آخر میں حضرت مولانا محمد رفیع الحدیث پرفائز ہو کر مسلسل تین سال تک قرآن وحدیث کی خدمت اور تعلیم وتدریس میں مشغول رہے اور اپنی قوت و طاقت سے بڑھ کر زندگی کے آخری لمحات تک معلوم قرآن وحدیث کی تعلیم اور تفسیر و اشارت میں معروف رہے۔ مولانا کی دلی قناعت تھی کہ عمر کے آخری ایام سکون قلب اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی یاد میں غوری۔ اور اطمینان کے ساتھ قرآن وسنت کی خدمت کا موقع نصیب ہو۔ اس لیے آپ نے پاکستان کے جسے جسے شہر مامور یا کراچی کے بجائے ایک چھوٹے قصبہ ٹنڈوالہ یار میں قیام فرمایا پسند فرمایا۔

یہ سب وجوہات تھیں کہ حضرت مولانا کو متعدد ہندوستان اور مشرقی پاکستان میں جو شہرت حاصل تھی اور سیاسی جدوجہد میں آپ نے جو نام اور مقام حاصل کیا تھا اس کی نسبت سے آپ کا ٹنڈوالہ یار کا زمانہ قیام تقریباً گمانی ہی میں ٹنڈو ہے۔

اور محنت کے اعزہ و آثار بکامیابی بنی خیال رہا ہے کہ اگر مولانا کی عمر قیام پر قیام فرماتے تو یہاں بھی وہی مقام اور شہرت حاصل ہوتی جو پہلے تھوڑے عرصہ میں ہندوستان اور مغربی پاکستان میں حاصل ہوئی تھی مگر حضرت مولانا کو اپنے آخری ایام میں اللہ کی یاد اور ملامت دین کی خدمت کے لیے جس کمزوری اور سکون قلب کی ضرورت تھی وہ آپ کو ٹنڈوالہ یار جیسے چھوٹے سے قصبہ ہی میں میسر آسکتی تھی۔ چنانچہ آپ اپنی اس گمنامی پر شادوں تھے اور جب بھی اس کا تذکرہ آتا اپنی اس خوشی کا برملا اظہار فرمایا کرتے تھے چنانچہ رقم الخروف کے عرصہ میں کرنے پر حضرت مولانا نے اپنے ایک زمانہ میں یہ تحریر فرمایا:-

غریب میں سلمہ !

اسلام میکم۔ لاہور اور کراچی سے ٹنڈوالہ یار ہی اچھی جگہ ہے  
آج کل شہروں میں سکون نہیں :-

پھر بھی علمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی خدمات کے لیے بھی جب کبھی مولانا کی ضرورت مسلمانوں کو پڑتی آپ نے کبھی اس سے دریغ نہیں فرمایا۔ بلکہ انتہائی منفعت اور پیرائے مالی کی حالت میں بھی حضرت مولانا تمام ملک و ملت کی عظیم خدمت اور رہنمائی کا فرض انجام دیتے رہے اور شرعی حدود اور نظریہ اسلام کے تحفظ اور خدمت پاکستان کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ حضرت مولانا کی سیاسی خدمات اور علمی جدوجہد کا تذکرہ مستقل عنوان سے مندرجہ صفحات پر آ رہا ہے۔ یہاں تو آپ کی علمی خدمات بالخصوص شعبہ دس و تدبیر میں آپ نے جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں ان کا اجمالی تعارف کرنا مقصود ہے۔

**طریقہ درس** | مندرجہ بالا تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے تعلیم و تدریس کے شعبے میں کتنی گراں مایہ اور دقیق خدمات انجام دی ہیں اور ہر گاہ ایک ثبت ہر اہل علم و دین کی کتابیں پڑھانے میں صرف کیا ہے اور پاک و ہند کے قدیم و جدید ہر علم و دارالعلوم اور یونیورسٹیوں میں علم و فن کے ہر شعبے کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان درس گاہوں میں جو طریقہ درس مدتوں آپ کے تعلیمی اور تدریسی تجربہ میں رہا اور اس کو آپ نے مدت العمر اختیار کرنے رکھا اور طلباء کے لیے مفید بجاوہ یہ تھا۔

آپ عبادت کتاب کو مکمل کرنے اور نفس مضمون کو دل نشین کر سنانے پر زیادہ زور دیتے تھے۔ درس حدیث کے وقت استغراق مسائل کی تشریح و سبابت سادہ لفظوں اور گراں زبان میں فرماتے اور مقصد حدیث کو سمجھانے کے بعد حدیث کی منتقل تو یہ بات میں سے ملخص طور پر جامع اور آئین توجہ بیان فرماتے تھے جو سب سے زیادہ معمول ہوتی تھی اس طریقہ تعلیم سے نفس مضمون اور علم و مطلب طلبہ کو بخوبی ذرا نشین ہو جاتا تھا اور آپ اس طریقہ تعلیم میں اپنے استاد بزرگوار علامہ سید سید علی شہید قادری کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ سید محمد رفیع سند حدیث دارالعلوم دیوبند کا طریق تدریس بھی یہی ہے۔ مگر ان آپ کا طریقہ تعلیم بہت مختصر مگر جامع اور نہایت مفید ہوتا تھا۔

**درس میں اپنی سادگی سے اکابر کی یاد تازہ ہوتی تھی** | درس حدیث کے

وقت تفصیل افادہ کی ضرورت محسوس فرماتے تو اپنی شمرہ آفاق تصانیف اعداد السنن یا تہیں کتاب کے حوالہ کی ضرورت پیش آتی اس کا جواب بیان کر دیتے۔ اور بعض اوقات اس کتاب کو اپنی کمرہ درس میں سنا کر لے کر لے کر اور اس کی عبارت پڑھ کر سنت دیتے اور اس میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کی اس سادگی سے اکابر دیوبند کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ جیسے اسلاف بالعموم حضرت مولانا رحمہ اللہ صاحب زوار تو قیود دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس تھے وہ آپ کے ہاتھ سے مکتب مدرس سے بھی کسی عبارت کے حل کرانے میں کوئی عار یا کسی محسوس نہیں فرماتے تھے اور اسی وقت سب کے سامنے اس کا اظہار بھی فرما دیا کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو حضرت لوگوں کی مدح و ذم سے بلند ہوتے ہیں۔ ان کی نظر تفصیل مقصد پر ہوتی ہے اور مدح و ذم ان کا مقصد حاصل ہوتا ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سطح بین نظروں میں اگرچہ ایسی باتیں گشتی اور محسوس ہوتی ہیں اور ان کو باندھنا یا یہ استناد ان حدیث کے مقام رفیع سے فردر سمجھا جاتا ہے۔ مگر حقیقت پر نظر رکھنے والوں کا مصلح نظر طلب کا افادہ اور تفصیل مقصد ہوتا ہے اس لیے وہ ایسی چھوٹی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور ذرا انہیں اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ ایسے بلند و بالا مقامات کے مالک حضرت کے لیے یہی سلی باتوں پر نظر رکھنا۔ جہاں سے مناقب کے مشابہ میں شمار ہونا چاہیے کیونکہ فہرہ بری رکھ کر کہاؤں کی فکر تو ان لوگوں کو ہوتی ہے جو کسی ہر برادری اور ملت سازی کے ذریعہ اپنی شخصیت کو بنانے

اور نیکارنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جن مند کے ایک بندوں کے لیے حسب ارشاد  
 "یومئذ نقول ف ارجعوا" غلام و غلام کے دلوں میں قبولیت و غنیمت راسخ  
 کر دی گئی ہو اور جو حضرت علم کے اصلی جوہر سے مزین اندرون ہوں اور جن کے  
 قلوب میں تواضع و انکسار نے جگہ بنالی ہو انہیں ایسی سطحی باتوں کی طرف توجہ  
 کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ اُن سے دور رہتے ہیں۔  
 کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا کے مشہور تلامذہ  
 یوں تو حضرت مولانا کے تلامذہ اور شاگردوں  
 کی بہت بڑی تعداد پاک و جہند کے ہر  
 گوشہ میں تعلیم و تدریس اور دوسرے دینی شعبوں میں مختلف خدمات انجام دیتی  
 ہوئی نظر آئے گی اور آپ کا یہ فیض ہر مغیر سے نکل کر حرمین شریفین سے اور  
 دیگر کئی ایک جھیل پہنچا نظر آئے گا۔ پھر یہ سلسلہ واسطہ واسطہ ہو کر بہت سے  
 دوسرے اسلامی ممالک میں بھی دور دراز تک پھیلا ہوا ہے اس لیے آپ کے  
 فیض علی حاصل کرنے والوں کی میچ تعداد اور آپ کے تلامذہ کا تقاضا مذہبی  
 شمار کرنا نہیں دشوار ہے۔ اس جگہ چند ایسے مشاہیر اہل علم حضرات کا  
 تذکرہ کیا جاتا ہے جن کی علمی شخصیت اور تبحر علمی جیسے خود مسلم ہے اور  
 جو بجا طور پر اپنے دور کے بلند پایہ اسلامیانِ حدیث اور کارفرما ہیں شمار ہوتے  
 ہیں اور ان سب کو حضرت مولانا سے نسبت تلمذ اور شرفِ استیفاء  
 علوم حاصل ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ارمون نے حضرت مولانا مرحوم سے  
 شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور علاوہ مختلف کتابوں کے تالیف اور

مشکوٰۃ شریف بھی پڑھی ہیں۔ مولانا محمد ادریس صاحب بخاری شریف اور  
 مشکوٰۃ شریف کے شارح بھی ہیں۔ ان کی شرح مشکوٰۃ "التعلیق العین علی  
 زبان میں سات جلدوں میں شائع ہو چکی ہے بڑی نافع اور مفید شرح ہے۔  
 شرح مشکوٰۃ کے علاوہ مولانا نے قرآن کریم کی تفسیر بھی کی ہے۔ بالمشاف  
 پاروں کی تفسیر تحریر فرما چکے تھے لیکن آپ کی زندگی میں دس پاروں کی تفسیر  
 شائع ہو چکی۔ مولانا کے تلامذہ اہل حق کے تمام تراجم دہستے تھے اور  
 ان سب پر غور کے بعد تہذیب و تفسیر تحریر فرماتے تھے جو سب کا خلاصہ اور  
 مغز ہوتا تھا۔ صاحب و مدرسین کے اشکالات کے حل کے لیے اور محنت و تہجد  
 کے اعتبار سے بہترین تفسیر ہے۔

آپ نے دو حیسانیت و مہر زانیت اور بہت شمار دوسرے علمی موضوعات  
 پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کثیر التالیفات اور دور حاضر کے  
 محقق علماء میں سے ہیں۔

والاعلام دیوبند میں تشریف آفاق درس گاہ میں آپ طویل عرصہ تک  
 شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز رہے ہیں اور اس درس گاہ میں مدفون حدیث کا  
 درس بھی دیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں بھی کچھ عرصہ قیام رہا اور وہاں  
 تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیتے۔ آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور کی مسند  
 درس حدیث کو یہ نافرمانہ روزگار کی مسٹرنگی اور اس جامعہ کے صدر میں یہ شرف آپ کا کہ  
 ایک نئی قوم سے مستفیض ہوا اور ہمیشہ کے لیے یہ مایہ ناز شخصیت جامعہ کی طرف  
 منسوب ہوتی رہے گی۔ ہر عرصہ ۱۳۴۴ھ کو لاہور میں وفات پائی اور رحمان پروردہ  
 کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کا پلہ پوتی  
درس اول مقام معلوم سہا پور

نے عربی علم ادب کی کتابیں حضرت مولانا سے پڑھی تھیں مولانا عبد الرحمن صاحب کا پلہ پوتی عمر دراز تک معلوم سہا پور کے مدرس اول رہے جب تقسیم ملک کے بعد ہندوستان اور دارالعلوم ندوۃ البیاد میں استاد حدیث رہے بڑے منکر المزاج اور متواضع بزرگ تھے معقولات و مقولات کے جامع اور ہمت درجہ کے محقق عالم تھے اور ساتھ ہی شیخ طریقت بھی تھے حضرت حکیم الامت مولانا صاحب کے مخصوص مخلصان میں ایک شمار ہوتا ہے۔ آپ کی تربیت اور اصلاح باطن کی خط و کتابت کو جو آپ کے اور حضرت حکیم الامت کے مابین ہوئی حضرت صاحب کی کی اشرف السوانح کا بطور خاص جزو بنایا گیا ہے اور عبادۃ الرحمن کے نام سے اس کو بڑے اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔ غرض کمالات علمیہ و علمیہ کے جامع بزرگ تھے۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی  
اور دارالعلوم ندوۃ البیاد میں درس حدیث دیا ہے فیض الہادی شہر بخاری

و تقریر حضرت مولانا فیض الدار نے کی ہے مولف و جامع ہیں۔ آپ کی یہ مایہ ناز تالیف عربی زبان میں ہے اور اردو میں "ترجمان السنہ" کی چار جلدیں لکھ کر آپ نے علم حدیث کی محبت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ آپ نے چند رسائل و دواغزائیت پر بھی لکھے ہیں۔ زندگی کے آخری ایام میں ہجرت مدینہ کے بعد آپ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر درس دیا ہے جس میں

ماہ رحمان نے بھی آپ سے کتب علمی کیا ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد حسین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کے سلسل میں مجاز ہیں۔ آپ اور آپ کے علمی فیوض کے ساتھ مدینہ منورہ میں آپ کا رومانی فیضان بھی جاری تھا۔ آپ نے بھی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی سے اصول فقہ کی کچھ کتابیں پڑھی ہیں اور اس طرح آپ کو بھی حضرت مولانا صاحب سے نسبت تلمذ حاصل ہے۔ درجہ رجب الرحیم ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء میں شب جمعہ میں مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا اور جنہ فی سبیل اللہ میں اموات المؤمنین کے عین قدموں کے نیچے اُن کو قبر کی جگہ لی سجائے گئے خوش نصیب بزرگ تھے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی  
آپ نے بھی حضرت مولانا

کتابوں کے اسباق پڑھے ہیں اور ایک ادنیٰ نسبت تلمذ آپ کو بھی حضرت مولانا محمد رحم سے حاصل ہے حضرت شیخ الحدیث کی علمی تالیفی اور تدریسی خدمات کا شہرہ تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اُن کے تبلیغی نصاب سے تو کم درمیش پوری دنیا نے اسلام مستفید ہو رہی ہے۔ آپ نے وظائف امامت کی موسط شرف عربی زبان میں لکھی ہے جو "ادب المساک" کے نام سے شائع ہوئی ہے اور اُن کی "لائع الدار" شہر بخاری عربی میں بھی ہو چکی ہے نیز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہا پور کے ساتھ بذیل الہود شہر لدی داؤد کی تفسیر و تالیف میں بھی صاحب و موصوت نے بہت کام کیا ہے۔

غرض مولانا بلند پایہ استاد حدیث ہونے کے علاوہ اپنے عہد کے بہت بڑے محقق و مؤلف ہیں اور اس وقت جبکہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں تو

ہرگز منورہ میں آپ کا علمی و روحانی فیض جاری ہے۔ آپ کو حضرت مولانا غلام احمد صاحب سہارنپوری کی طرف سے اجازت بیعت و خدمت حاصل ہے۔ فیض علی کے ساتھ آپ کا یہ روحانی فیض بھی عام ہے۔ حضرت شیخ کے تعزیتی خط سے جو موصوت نے مولانا محمد عثمانی کے نام کا مکتبہ لمے اپنی قدرواہمیت کے پیش نظر ”تذکرہ“ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس امر کا انکشاف ہو کہ حضرت مولانا غلام احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو اجازت بیعت و عطا فرمائی تھی مگر پوجہ غلبہ تواضع حضرت مولانا محمد عامر نے اپنے خلفاء و معاونین کی فہرست میں کہیں اس کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ حضرت شیخ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے متعلق خوب بھی کسی نے یہ دریافت کیا کہ کیا یہ حضرت بھی آپ کے شاگرد ہیں؛ تو حضرت مولانا محمد عامر نے ہمیشہ جواب میں یہی مندرمایا کہ ”یہ تو میرے معاصرین میں سے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان ہی کے طفیل میری مغفرت فرمادی۔“

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب  
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور  
نظامی کی ہمت و کمال سے حضرت مولانا  
تذکرہ سے نچرے ہیں مولانا شاہد

منایت ذہین اور ذی علم اور صاحب استعداد عالم ہیں۔ درس و تدریس کے مدوہ آدیہ ساجدوں، مریدوں اور اہل بدعات سے بڑے معرکے کے مناظر سے ہرگز نہیں اور اس طرح دفاع اسلام کے لیے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

جنوں را ہوتا ہے کے علاوہ میں فتنہ ارتداد کا سیلاب اٹھانوا تھا

آپ نے ”فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض“ کے نام سے ایک مفید رسالہ لکھ کر مسلمانوں کو اس فتنہ کے مقابلے کی ترغیب دی۔ اس کے علاوہ آپ کئی دوسرے رسالوں کے مصنف بھی ہیں اور حضرت عظیم دامت کے رسالہ ”حفظ ایمان“ کی جس عبارت پر اہل مدرست نے شور و غوغا برپا کیا جو امت مولانا موصوت نے اس عبارت کی مناسبت مناسب و موزوں تشریح فرمائی ہے۔ اور اس رسالہ کا نام ”کلیل العرفان“ ہے۔

اس طرح مسئلہ توحید قدرت باری تعالیٰ جس کا ڈراؤنا نام امر کا کتب گلاب رکھ دیا گیا ہے۔ اس کی تحقیق میں حضرت عثمانی نے ایک رسالہ ”المکالمہ“ لکھا ہے۔ جس کی تشریح مولانا اسعد اللہ صاحب نے ”المسلمہ“ فی شرح ”المکالمہ“ کے نام سے لکھی ہے جو ابواور انوار میں شامل ہے۔

ان رسائل کے علاوہ حضرت مولانا موصوت نے حضرت حکیم امت رحمہ اللہ علیہ کے طعنات متعلقہ لطائف سید کی پرانہ معلومات شرح تحریر فرما کر سائیکس پر بہت بڑا احسان بھی کیا ہے۔ یہ بھی ”ابواور انوار“ میں شامل ہے۔ اس کا نام ”الطائف من الطعاف“ ہے۔ آپ حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک طریقت بھی ہیں اور آج کل آپ مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور آپ کا سایہ ”تادیر قائم رہے۔“

والعین

غرض یہ بعض ایسے مشہور حضرات اصحاب دین و تمدن ہیں اور صاحب  
تصنیف و تالیف اکابر علماء کرم کا مختصر تذکرہ ہے جنہوں نے حضرت مولانا مرحوم  
سے متعلق ہر علوم سہا پور میں تاریخی خدمات انجام دینے کے زمانے میں علمی  
استفادہ کیا ہے اور حضرت مولانا مرحوم اپنی انتہائی توانیخ اور انکساری کی  
بنیاد پر ان حضرات شاگردان کرام کو اپنے سے بھی آگے بڑھا دیا سمجھتے اور  
اور تحریروں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان حضرات کی کے فضل  
نہجہ بھی جنت میں جگہ مل جائے گی ۔"

### (انوار النظر)

ان حضرات کے علاوہ عقائد بخون کے زمانہ قیام میں بہت سے حضرات  
نے حضرت مولانا مرحوم سے اکتساب علم کیا جن میں خصوصیت سے والد مرحوم  
مولانا عبدالمجید گھنٹی مرحوم اور مولانا حافظ امجد صاحب علی گڑھی، غلیفہ  
حضرت تھانوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ نیز حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کون  
حالی ناظم خانقاہ اہلوی عقائد بخون تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے حضرت مولانا سے تفریق معانی اور ہر مہم پر پڑھا ہے  
اور مولانا قباد علی صاحب پنجابی نے تو انشاء درہ کی کتابیں عقائد بخون  
میں پڑھی تھیں" (خط نام و حشر)

قیام بخون کے زمانے میں بھی اور پھر سولہ سالہ ڈھاکہ کے زمانہ قیام  
میں بھی حضرت فاضل کا درس مولانا ہمیشہ دیتے رہے ہیں اس عمر میں کہتے  
امیدوار علماء نے آپ سے حدیث کا علم پڑھا اور علوم فقہ وغیرہ میں بھی  
استفادہ کیا۔ اس کی صحیح تعداد کا احاطہ تو کیا نہیں اور اندازہ لگانا بھی

نہجہ ہے۔ ایک کثیر تعداد ہے جو اس مختصر علم سے فیض یاب و سیراب ہوئی  
رہی ہے۔

مفتوا البیار کے دارالعلوم میں آپ کا قیام اپنی عمر میں ہوا جبکہ عام طور  
پر قوی میں اشغال آجاتا ہے اور خدمت کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔  
مگر آپ کے اشاعت علوم وغیرہ کے زمانہ بخون کا یہ حال تھا کہ ۶۴ سے ۸۴  
سال کی پیرائے سالوں میں اپنے مشاغل علمی کو ایسی مستعدی اور ہمت  
سے سرخام دیا کہ جو اس سال اور نو عمروں کے لیے بھی آپ کا یہ جذبہ  
قابل رشک بنا رہا۔

حضرت مولانا مرحوم اپنے بیس سالہ قیام دارالعلوم مفتوا البیار کے  
دور میں بھی شریعت کا درس تو ہمیشہ دیا ہی کرتے تھے۔ مگر شروع میں  
اس کے ساتھ ترمذی شریعت بھی تقریباً پانچ چھ سال آپ کے پاس ہی رہی  
اور پھر مقدمہ اعداء السنن اور شانی ترمذی، مؤرخین کے اوائل و اواخر  
پڑھاتے رہے اور چند سال تک لحاظی شریعت بھی پڑھائی اور اصول ہیئت  
میں نیزہ الفکر بھی پڑھاتے رہے اور دو سال تک تثنوی شریعت  
کا درس بھی دیا۔

بعض سالوں میں حقہ تدریس لفظ کتب بھی پڑھائی۔ اس بیس سالہ قیام کے  
دوران دارالعلوم مفتوا البیار سے جو طلباء فارغ ہوئے اور جن خوش نصیبوں  
نے حضرت مولانا مرحوم سے بخاری شریعت اور بعض دوسری کتابیں پڑھی ہیں  
ان کی تعداد (۲۴۸) ہے۔ اس زمانہ کے فارغ ہونے والے بعض شاہیر  
میں علم کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

مولانا عابد مرتضیٰ صاحب جو کہ اس وقت مدرسہ دارالعلوم کے دہلی  
علیہ کے مدرس اور مسلم و نسائی وغیرہ پڑھاتے ہیں۔

دوسرے مدرس مولانا محمد اسحاق شریعتی شریعتی اور غیرہ پڑھاتے ہیں۔

ایک اور ابتدائی مدرس مولوی قادر صاحب ہیں۔ یہ تینوں اصحاب حضرت  
مولانا کے شاگرد مدرسہ دارالعلوم میں بکار تعلیم مشغول ہیں۔

مولوی صالح محمد صاحب اور مولوی محمد یحییٰ صاحب مدرسہ فاضل العلوم  
حیدر آباد (سندھ) میں درس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

سعودی عرب کی طرف سے افریقہ میں مبلغ مولانا محمد قاسم بلوچی بھی  
حضرت مولانا کے ہی شاگرد ہیں۔ وہ دارالعلوم سے فارغ ہو کر پہلے

مدینہ منورہ کی طرف گئے تھے۔ پھر وہاں سے افریقہ میں مبلغ مقرر ہو گئے۔  
مولانا عبدالرزاق صاحب افریقیہ کی طرف گئے جو کہ اس وقت وہاں

کے مشہور عالم اور صدر عدلیہ امین کے مخصوص دینی مشیر ہیں وہ بھی حضرت  
مولانا کے شاگرد ہیں۔

مولوی محمد یاسین صاحب کرمانی جو کہ شاگرد آباد کوٹ  
پنڈی واسی بنو پورہ میں مدرسہ کے مقرر ہیں۔ وہ بھی حضرت

مولانا مرحوم کے شاگرد ہیں۔

مولوی محمد رفیع صاحب خطیب مسجد فیروز علیہ بودہ ٹوبہ ٹیک سنگھ  
بھی اس زمانہ کے مولانا کے شاگرد ہیں۔

حضرت مولانا کا فتہ آن کریم سے متاثر  
اور تجارتی شریعت کے ساتھ محمد و ملی تعلق!

حضرت مولانا مرحوم قرآن مجید کے حاکم تھے۔ وہ چونکہ مولانا کو علم ادب  
عربی میں بڑی دستگاہ حاصل تھی اور آپ فصاحت و بلاغت کلام عربی کے بڑے  
ماہر اور سر مشر تھے اس لیے قرآن مجید کی تلاوت کے وقت انداز قرآنی اور  
نکھر عربی کا آپ پر بہت اثر ہوتا تھا۔ مولانا خود فرماتے ہیں:-

”اس (قرآن) کی بلاغت و فصاحت بعین وقوع دل کو ایسا بے قابو

کر دیتی ہے کہ گویا دل ٹپٹ جائے گا“

پھر لطف یہ ہے کہ یہ توبہ الی الاماظ، التفتات الی المعانی والی المعظم  
سے مانع نہیں ہوتی تھی۔ خود مولانا تحریر فرماتے ہیں:-

”مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت بلاغت قرآن سے دل بہ لے ہو

ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ تکلیف کو خاص تعلق ہوتا

ہے اور محنت میں کمی ترقی ہوتی ہے“

مولانا نے جب ایسا یہ حال محسوس کر کے ”مجھے تلاوت کے وقت زیادہ تاثر

قرآن سے ہوتا ہے اس وقت معانی سے تاثر محسوس نہیں ہوتا“ حضرت

ملک احمد خان صاحب نے دریافت کیا تو حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا:-

”تحقیق یہ ہے کہ سالک کے احوال مختلف ہوتے ہیں کسی وقت

کلام فطری کی توجہ کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی وقت کلام نفسی کی توجہ کا۔ سب محمود و

سابقہ تربیت ہیں“

ایک خط میں مولانا نے لکھا ہے :-  
 تلاوت اور درود شریف پڑھتے ہوئے حق تعالیٰ شانہ کی  
 خاص توجہ محسوس ہوتی ہے :-  
 حضرت عثمان غنیؓ اس پر تحریر فرمایا :-  
 یہی ہیں وہ واردات جو بعد وصول عطا ہوتے ہیں :-  
 ایک خط میں مولانا نے لکھا کہ تلاوت و ذکر میں ایسا حضور ہوا کہ  
 بے ساختہ دہ ادف انظر ایہ عرق کرنے کو جی چاہتا تھا :-  
 حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا مبارک ہو :-  
 ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-  
 الحمد للہ کہ تلاوت قرآن میں ایک خاص لذت پاتا ہوں :-  
 غرضیکہ مولانا مرحوم کو تلاوت قرآن کریم میں ایک خاص محبت و  
 لذت حاصل ہوتی تھی اور کیفیت حضور میسر کرتی تھی۔ اس لیے قرآن مجید  
 سے مولانا کو خاص شفقت تھا :-  
 رمضان المبارک میں بڑے اہتمام سے خود تلاوت قرآن کریم  
 پڑھتے اور جماعت کراتے تھے۔ جب سے بوجہ صحت عمر بڑھ گئے تھے  
 معذوری ہوتی تھی دوسروں کا بڑے اہتمام سے سنتے، باوجود انتہائی کمزوری  
 اور بیماری کے نہایت کے لیے مسجد میں حاضر ہوتے اور تراویک پڑھتے تھے  
 یہاں تک کہ اس آفریں رمضان المبارک میں بھی جبکہ آپ کی عمر ۸۰ سال  
 تھی بھی روزنامی اور صفت بھی انتہا کو پہنچ گیا تھا جبکہ پوری تراویک  
 پڑھی صرف دو تین بوم شدت عدالت پیش کی وجہ سے قرآن کریم تراویک

میں نہ س کے توخم قرآن کے بعد چھوٹے ہوئے قرآن کو سننے کی فرمائش کی۔  
 اور چھوٹا ہوا حصہ تراویک میں سن کر سنت ختم کی تکمیل فرمائی۔  
 میرے عزیز بھائی کے جواب میں اپنی اس حالت کا مؤد نام مرحوم نے اس طرح  
 ذکر فرمایا ہے :- اس رمضان میں میری صحت اچھی نہیں تھی یہ س کام چل رہا ہے۔  
 روزہ بھی ہے اظہار بھی تراویک بھی پڑھ رہا ہوں، قرآن سن رہا ہوں اور اپنا بھی  
 پڑھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ تیرا فرامی اور صحت و طاقت عطا فرمائیں :-  
 بخاری شریف کے ساتھ بھی حضرت مولانا دس سرگ کو حق کے درجہ کی  
 محبت تھی اور بعد ازاں مولانا کو اپنے تدریس زمانہ کے تقریباً ہر دور میں  
 بخاری شریف کے پڑھانے کی سعادت نصیب ہوتی رہی ہے اور ہر جگہ آپ  
 کا یہ خاص ظاہر نمودار ہوتا رہا ہے اور آخری بیس سال میں تو حضرت مولانا نے  
 بخاری شریف کا درس بہ اہتمام اپنے لیے مخصوص فرمایا تھا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ  
 کا انعام عز و جہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا کے دل دماغ حافظہ کو آخر تک بہت  
 بہتر رکھا۔ وفات سے دو ہفتہ پہلے تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے صرف  
 دو ہفتہ پہلے یہ درس بخاری بند ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بخاری شریف  
 حضرت مولانا مرحوم کی جان تھی۔ بخاری شریف کے درس سے مولانا کو خاص  
 بشارت حاصل ہوتی تھی خود فرمایا کرتے تھے اس سے میری طبیعت اچھی ہوتی  
 ہے اور تازگی آتی ہے اور فرمایا کرتے تھے بخاری پڑھنا سے پڑھنا تازگی  
 چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۱۰۰ برسوں کو باقاعدہ بخاری شریف دارالعلوم کے چھارہ کار  
 شروع کرانی در ایک ہفتہ تک درس دیا پھر چلے ہوئے اور بہت کم وقت  
 میں رحلت فرما گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ و رحمۃہ

مولانا بدرتین صاحب ابن حضرت مولانا شفاق الرحمن صاحب کائناتوں کی  
 تحریر فرماتے ہیں: "ناجیز نے سترہ میں حضرت مولانا غفر اللہ عنہما سے صحیح  
 بخاری پڑھی ہے حضرت مرحوم کو بخاری سے حدیث شریف اور خاص معلق نما اور  
 صحیح بخاری کی عظمت اس قدر اس کے دل میں جا گری تھی کہ کسی صورت میں  
 درس بخاری کا ناظر گوارہ نہ تھا چنانچہ حیات کے سبزی دور تک یہ کیفیت رہی۔  
 درس بخاری نہایت محقق اور جان دیتے تھے۔ گویا موتی بھادور ہو سبے تھے۔  
 اور اس جامعیت و اختصار کے ساتھ صحیح بخاری کے ہر ایک جملہ کو یہ واضح  
 فرماتے تھے کہ اس کے بعد کی چیز کوئی حاجت باقی نہ رہتی تھی۔ صحیح بخاری  
 کے محل اور ترجمہ ابو بکر کی تشریح میں حافظ ابن حجر کے قول کو نہ تو تزیین دیتے  
 تھے اور مسائل کے سلسلہ میں امام عینی کے قول پر نہ اندھرتا تھی نہ مذہب  
 ائمہ بھی اختصار کے ساتھ بیان فرماتے اور ائمہ راہ کے جو قول مفتی پر ہوتا  
 حتیٰ الوسع اسی کو ذکر فرماتے تھے اور ہر ایک امام کے قول پر ان کے اہم ترین  
 دلائل بیان فرما کر امام ابو حنیفہ کے قول کی اہمیت حدیث و نہایت اعتبار سے  
 ثابت فرماتے اور گاہے امام بخاری اور دیگر ائمہ کے اقوال کے جواب میں  
 فرماتے کہ میں نے ائمہ اربعہ میں اس پر جو کچھ دیکھا ہے غرضیکہ اس  
 عظمت و احترام کے ساتھ صحیح بخاری کا درس دیا کرتے تھے۔  
 متع الله وایاکم بعقوبتم - اتھا۔



## باب سوم

# حضرت مولانا مرحوم کی تصنیفات و تالیفات

مخالفہ ہونے کے لئے یہ قیام میں حضرت مولانا مرحوم نے علم تفسیر و علم حدیث  
 کی تالیفات تصنیفات انجام دی ہیں۔ اور بہت بڑی بڑی مایہ ناز کتابیں ہیں  
 سیر اور حدیث ہیں۔ آپ نے یہاں کے قیام میں تالیف اور تصنیف فرمائی ہیں۔  
 ان میں آپ کی تفسیری اور تالیفی خدمات کے تقارن کی غرض سے کسی قدر  
 تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے اور ہر فن کی تفسیرات کا اس فن کے علویں کے  
 تحت ذکر کیا جاتا ہے۔

## علم تفسیر

تفصیل بیان ازہد قیام تھا نہ ہونے کے لئے ایک سال کی مدت میں  
 تفسیر بیان قرآن موقوف حضرت حکیم امت تقی خاں کا خدمت  
 اس نام سے کیا تھا۔ اس خدمت کو حضرت تقی خاں نے بہت پسند فرمایا تھا۔  
 تا کہ شریف کے حاشیہ پر یہ خدمت تفسیر اشرف لطائف تھانہ ہونے میں طبع  
 ثوابت مگر جامعیت ناقص اور کتابت غیر واضح ہے۔ ضرورت ہے کہ اسکو دوبارہ  
 خدمت طریقہ پر شائع کیا جائے۔ حضرت مولانا مرحوم نے تفسیر بیان کے آخر میں

اُس کی تاریخ ۱۳۳۹ھ حسب ذیل عربی بیت سے نکلی ہے۔

حلیت له آثار رحم من مرقاقت خداوی تفضیل البیان عجیب

**الشفاء** قرآن کریم پر وارد کئے جانے والے شحات کے جواب میں مولانا نے تفسیر بیان القرآن کے مضامین کو سوال و جواب کے طرز پر مرتب کرنا شروع کیا تھا۔ رسالہ النور عقائد جموں میں تصاویر یہ سلسلہ شائع ہوتا رہا۔ مگر افسوس کہ یہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکا۔

**احکام القرآن** فقہ اسلامی حتیٰ کن کن آیات سے ماخوذ ہے اور مصلیٰ احادیث سے کون کون سی آیات سے کون کون سے مسائل فقہیہ کا استنباط کیا ہے۔ احکام القرآن میں ان کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس طرح قرآن کریم سے فقہ حنفی کے دلائل کا ایک بہت عمدہ اور مستند مجموعہ عربی زبان میں یکجا جمع ہو گیا ہے۔ علم تفسیر میں مولانا کا یہ بہت بڑا کام ہے۔ سیکھنے والے سے سورۃ النساء تک کی دو جلدی مولانا مرحوم نے مکمل فرمائی تھیں۔ یہ دو جلدیں بڑے سائز کے ۸۰۸ صفحات پر مشتمل ہیں اور شان بونگھی ہیں اسی پیرانہ سالی اور صنعت عمر کے زمانے میں صحیحی مولانا نے سورۃ المائد سے آج تک شروع فرمادیا تھا مگر مکمل نہیں ہو سکی۔ خدا کرے اس کی تکمیل کا اور پھر اُس کی اشاعت کا انتظام جلد ہو جائے اور یہی نواہر امت کا ذخیرہ منظر عام پر آکر شنگار نگاہوں کو سیراب کر دے۔

**الحکم القرآن** اور اعداد السن اسکا ذکر آچے آ رہا ہے دونوں ایسی نایاب و ندرت کتاب ہیں کہ جن کی مثال سے علمی دنیا تقریباً ایک ہزار سال سے غالی تھی، حضرت حکیم الامت تھانوی کی عمر بستی میں مولانا مرحوم کے

قلم گوہر رقم سے یہ نایاب مکتوب کا مکتبی خزانہ ملی دنیا کو دستیاب ہوا۔

**القول المیسور فی تسہیل ثبات السور** حضرت تھانوی کے رسالہ ثبات السور نزوات الخدر کی یہ تسہیل ہے۔ مولانا نے ایسی خوبی کے ساتھ یہ تسہیل فرمائی ہے کہ اصل رسالہ بہت ہی سہل اور آسان ہو گیا ہے۔ انور مفر ۱۳۳۹ھ میں یہ رسالہ شائع ہوا ہے۔

**الحمد وان لا یغینہ** یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ القادر سیکھنے کی تسہیل مولانا نے فرمائی ہے جو مذکورہ بالا نام سے مستقل کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ یہ دونوں رسالے مجددہ نسلوں سے شعلی آیات کی تفسیر و تشریح میں ہیں۔

### علم حدیث

**اعلا السنن** مولانا کاتب سے بڑی شایستگی اس صدی کا ہی نہیں بلکہ شاید علم حدیث کا بہت بڑا کارنامہ کہ کتاب اعداد السنن اور اُس کے عمدہ کی تفسیر ہے جو کہ میں تخم جلدوں میں بڑے سائز کے چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کی بڑی نفاہی کہ یہ کتاب جلد شائع ہو کر مفید خاص و عام ہو مگر حضرت تھانوی کی حیات میں اُس کی صرف گیارہ جلدیں ہی شائع ہو سکیں۔ بقیہ جدید قیام پاکستان کے بعد شائع ہوئی ہیں۔ الحمد للہ کلمات عدم اس مکمل کتاب کو زیر طباعت سے آراستہ دیکھ کر مژدور

ہوئے۔ اس کتاب کی بہ نیکو بیدار باب ہو چکی ہیں اور جو تھے دستہ  
ہیں ان کی حالت و کتابت گرجہ شایان شان نہیں ہے مگر پھر بھی عدم سے  
دو دو ہزار ہزار سے زائد علم کے لیے اس کتاب کا دور و مصلحت  
زمانہ سے ہے۔

حکومت میں جب حضرت مولانا محمد قاسم نے دوسرے ق کے بعد قاضی بنے  
تو محقق قیام کو یہ تو حضرت حکیم دست خان کوئی نے اعلیٰ السنہ کے تاج  
کمرے کی خدمت میں بخل دومری علی خدمات کے مولانا کے سر پر دستہ بادی  
پئے۔ اس خدمت کو مولانا نے نہ سنبھل کر رہتے تھے اور اس کتاب کا باب خدمت  
ان کا کما حقہ انجام دیا۔ اس سنہ شات ہوا تھا۔ مگر حضرت خان کوئی کے کار  
سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اس لیے مولانا نے اس میں تندرہ خط پر بھی دستہ کات  
تحریر فرماتے جو ہر دستہ کاس کے م سے شات ہوئے تھے۔ اس کا  
انظار جو کہ سوس و چوبیس ہوا تھا اس لیے بعض بن علم صومالیہ عرب کو کتاب  
کے ان مختلف ناموں اور سوال و جواب کے انداز سے اعلیٰ سنہ بوقت قیام  
حضرت مولانا علی محمد شریف صاحب مدظلہ نے کتابت فرمائی کہ یہ جلد ایک  
مسلسل کتاب کی صورت اختیار کرے۔ اور اس کا ہم بھی حیا السنہ کی بجائے  
اعلا السنہ ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔

یہ کام بھی سرانجام ہوا۔ زور دیدہ۔ یزیدی کا کتاب خانہ اس کا اندازہ  
وہی لوگ کر رہے تھے جو ایسے کاموں کا تجربہ رکھتے ہیں جن کی حضرت مولانا  
فرمودہ قیام نے اس سیر انداز میں یہ بہت مدد پہنچے۔ در مشقت حکیم  
میں تھیں دو بار دریا۔ اس سنہ اور ہر دستہ کاس دونوں ہفت روزہ

فرما کر اس کا نام بھی اعلیٰ السنہ ہی رکھ دیا۔

دارالعلوم کوئی میں مولانا محمد قاسم صاحب سلمہ اس پر تحقیق و تہیہ کا کام کر  
رہے ہیں۔ انشاء اللہ یہ جلد اپنی اس نئی صورت میں بھی مغرب مابین کی  
خدمت و عبادت کے ساتھ شایان شان ہوئے دی ہے۔ اس کتاب کا ایک مقدمہ  
ابنہ۔ اس کے ایک بار پہلے بھی بن ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ پھر کوئی میں شایان ہو  
کر رہا ہے۔ اس کو سارے محقق نام شریف عبد الستار نے مصنف علیہ  
الرحمت سے اجازت لے کر "تو اعلیٰ مدظلہ فرمادے" کے نام سے اپنی طرف سے  
قابل تہ تعلیمات و درگاہ مایہ مقدمہ کے اضافہ کے ساتھ نہایت آب و تاب  
کے ساتھ زیر طبع سے راستہ کر لیا ہے۔

اعلا السنہ کا یہ مقدمہ بقول مولانا محمد قاسم صاحب۔ اصول حدیث  
کے نو ذوق فاضل پر مشتمل ہے اور تمام کتب رجال اور کتب حدیث  
اور کتب اصول حدیث سے انتہائی غریب و بڑی کے بعد مولانا محمد قاسم نے  
وہ فاضل محقق کو دیکھتے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ دور یہ مقدمہ بجائے خود ایک  
مستقل بے مثال کتاب ہے۔

دوسرے مقدمہ کا نام "وطن بھی پہلی بار شایان ہو چکا ہے اب دوبارہ  
وہ بھی مولانا عبد الستار کے پاس زیر طبع ہے۔ فکر کرے جلد ہی ہو جائے۔  
مولانا کے زمانہ قیام میں مولانا صاحب احمد کیرانوی مرحوم نے بھی فاضل  
ہوں رہے کہ اعلیٰ السنہ کے کچھ حصے لکھے تھے۔ جب مولانا مرحوم نے انھوں سے  
وہیں فاضل ہوں کے تو حضرت حکیم دست خان کوئی کے حکم سے انھوں پر  
بھی نظر فرمائی اور ان کے لکھے ہوئے حصوں پر تفتیش کئے جس میں

دو اہل تہذیب کا اضافہ کیا اور کچھ حصے مستقل طور پر بھی دوبارہ لکھنے پڑے۔

غرضیکہ مولانا نے ستر سال سے مسلسل ایک مختلف اوقات میں تقریباً بیس سال کی عرق ریزی اور محنت شافہ کے بعد اس کتاب میں ابواب الطہارۃ سے لے کر کتاب الواریث تک کے تمام مسائل غلافیہ مشہورہ میں ہدایہ کے ترتیب کے موافق فقہ حنفی کی تائید کے لیے بہت بڑا ذخیرہ احادیث جمع کر دیا ہے تمام فقہی ابواب سے متعلق احادیث بخوبی کو جمع کر کے ان کی ایسی بے نظیر تشریح اور تفصیل فرمائی ہے جو وسعت معلومات اور وقت نظر کے لحاظ سے پوری عالم اسلام میں اپنی مثال آپ ہے اور جس کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء زمامہ اور فضلا دیکھنا حیران و ششدر ہو گئے ہیں۔

اس جگہ صرف مولانا محمد یوسف صاحب جوہری کا نام اس کتاب کے بارے میں پیش کر دینا ناظرین کے لیے اس کتاب اور اس کے منفعت کے مقام و مرتبہ کے پہچاننے کے لیے کافی ہے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

”مولانا عثمانی نے شارح جوہری بڑی کتابوں کے مصنف تھے، ان کی تصانیف

میں اعلا والسنن کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوئی تباہ یہ کتاب ہی علمی کمالات، حدیث و فقہ و رجال کی قابلیت و مہارت اور بحث و تحقیق کے ذوق و محنت و عرق و زہنی کے سلیقہ کے لیے بہر حال قانع ہے۔

اعلا والسنن کے ذریعے حدیث و فقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کے بغیر اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار اور بی حد تحقیق ذوق کا معیار ہے۔ علمی حواشی پر اس کی قدر شناسی وہی شخص کر سکتا ہے جس کی زندگی اسی راوی میں گزری ہو۔ دود دراز مواقع

اور غیر نفعان سے جو ہرات نکال کر ٹوٹ مورتی سے سجا کر رکھ دیا۔ وہ قابل وار کا نام ہے جس پر جتنا رسک کیا جائے کم ہے۔ نہ مروت نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں غنی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے۔ علماء و غنیہ قیامت تک ان کے مہربان نہ رہیں گے۔ بلاشبہ اس بے نظیر کتاب میں حضرت عظیم الامت و کبریا کے انھیں تفسیر اور توجہات عالیہ اور ارشادات گرانہ کتب کچھ دخل ہے۔ لیکن حضرت مولانا غفر محمد عثمانی کے ذریعہ ان کا مہربان ہونا ان کے کمال کی دلیل ہے۔

سنہ ۱۲۸۰ھ میں جب راقم الحروف قاہرہ میں مجلس علمی کی طرف سے ایک علمی خدمت پر مامور تھا حضرت شیخ محمد زاہد کوثری اس وقت دنیائے اسلام کے محقق عالم اور نادرہ روزگار تھے اور علماء و اہل سنت کے سرمایہ افتخار اور بے نظیر محقق و وسیع النظر تبحر عالم تھے۔ ترکی الاصل تھے۔ فقہ کا لیوہ میں وطن سے ہجرت کر کے مصر میں مقیم تھے۔ جب میں نے اس کتاب جیب کی تو حضرت نے اس کے بعد فرمایا کہ احادیث احکام میں غنیہ کے نکتہ نظر سے اس کتاب کی نظیر نہیں اور فرمایا کہ یہ مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی ہے کہ تہذیب کی کتابوں میں بھی اس استیعاب و استفادہ کے ساتھ اولہ غنیہ کو جمع کر کے اس کی تحقیق و تفتیح کی مثال مشکل سے ملے گی اور میری وہ تقریرات تحریر فرمائی جو کتاب کے ساتھ ملے ہوئی ہے۔ بہر حال کہتا ہے کہ اس شہید علم کی یہ ایک کتاب ہی ان کی ائمہ کمالات ہے اگر او تصنیف نہ بھی ہوتی تو صرف یہ ایک کتاب ہی کافی و شافی تھی“

(ریات فلاح ج ۱۲ ص ۴۲)

اسی طرح نہایت بڑی کالی شورو، عظیم گڑبڑ و عداوت السنن کا تقبیل و تدارک کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی ہم ممکن ہو گیا ہو کہ اس ساتھ نظر سے بنی حدیث کی بڑی اعلیٰ شان و عظمت ہے جس پر ہندوستان کو اپنی تمام کالی کا نوا کے ساتھ جو عجیب زمانہ میں بنمائیے جتنا بھی غریب ہو کہ اور موزانہ نظر و محاسب کی محلی لڑکی کا تو بڑا کام ہے، انہوں نے اگر کچھ اور بھی کیا ہوتا تو جتنا بھی متفکر اس کام ان کو کچھ دوام میں نہیں ملے دینے کے لیے کافی تھا مگر انہوں نے اس کے علاوہ بھی بہت سے محلی کارنامے انجام دیے ہیں :-

(رسالہ دارالعلوم بابت جاری للقول ۱۳۹۰ھ)

**سبب تالیف** جب سے ہندوستان میں فرقہ غیر متدین کا شیوع اور غم و غم و غم اس وقت سے اس فرقہ کی طرف سے حلیوں پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ تنگی مسائل کی، نیر میں حدیث بہت کم ہیں، احادیث کے بہت سے مسائل احادیث کے خلاف ہیں، اس غلط فہمی کے انکار کے لیے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ مدرس عربیہ میں زید الدین صاحب، صاحب تہذیب کہ زیادہ تر اسے حضرت محدثین کی تالیف ہیں جو تاریخی سبک لکھتے ہیں اور اس میں حدیث کی نوید و احادیث کی بھی نہیں، جس لیے ضرورت اس بات کی محسوس کہ کتب احادیث سے ایسی اور روایت اور روایات کو جمع کر دیا جائے جن سے مسائل حلیہ کا استنباط ہو سکے اور وہ احادیث مسائل حلیہ کا ماخذ ہیں۔ حدیث ضمیمہ الامت تھوڑی ہے اس ضرورت کا احساس فرما کر حیا، سنن کے نام سے اس قسم کی حدیث کا مجموعہ مرتب فرمایا تھا مگر اس کا خورد و خوراک ہو گیا۔ پھر ۱۳۳۳ھ میں اس کام کی وصیت کے پیش نظر یہ

فرمایا کہ اس کے لیے بعض مسندیں کو اکٹھے پاس رکھ کر ان سے یہ کام لیا جائے۔ چنانچہ مولانا احمد حسن بنعلی کو اس کام سے لیے صدر و نائب و ایام اور پرنسپل صاحبان نے ان کے کام سے حضرت عظیم، امین و امین اور تفسیری نہیں ہوئی، حضرت نے اپنے سن و سال کی کمزوری اپنے ساتھ موزی مرید میں چندتوں کے ساتھ تھوڑی سی تعداد یا بہت گھوس کا تقبیل و تدارک کرنے کے لیے مسند کے حسن کامت اور ضرورت ہے جو احیاء السنن جلد و نوافل مولانا احمد حسن مذکور پر حضرت مولانا مرحوم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

**حضرت شاہ ولی محمد دہلوی** حضرت مولانا کا فقہی مسلک اعتدال ہے فیض الحرمین ہیں اپنے حسن و کمال کا تذکرہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نئی مذہب پر میں کا ایسا عمدہ طریقہ بتلایا ہے جس میں حدیثوں سے جن کو کوئی اور اس کے ساتھ نہیں ملے، میں نے اس کی چار پڑتوں کی، زیادہ دہلوی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد ان تینوں کے قول میں سے وہ قول لیا جائے جو حدیث سے زیادہ قریب ہو۔

(فیض الحرمین اللہ ص ۱۷۷)

حضرت نور محمد رحمہ اللہ نے اس مسلک اعتدال کو اختیار فرمایا اپنی اس تالیف میں اس کے موقوف مل فرمایا ہے اور اس میں تقلید جابر کے جاتے تحقیق فی استقیدت کام لیا گیا ہے و جس مسئلہ میں دوسرے مذاہب کے موقوف ہوئے ہوں اس کا برہنہ اظہار کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا

مرقوم ارقام فرماتے ہیں :

”مذہب حنفی کے متعلق شاد صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بطور کثرت کے نقل فرمایا ہے۔ بحمد اللہ کتاب اعلام السنن میں اسی کے مطابق نقل کیا گیا ہے کہ اپنے ان ثلاثہ میں سے جس کا قول حدیث کے زیادہ موافق پایا، اختیار کیا گیا ہے بلکہ بعض مسائل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو حنفیہ کے قول پر ترجیح دی گئی ہے اور کچھ دیکھا کہ کتب احادیث موجودہ میں حنفیہ کی تائید میں کوئی حدیث نہیں ملی بلکہ ہے ہمارے ائمہ کے پاس کوئی حدیث موجود نہ ہو جس میں ہم کو نہیں ملی۔ اس لیے بحالت موجودہ قول امام شافعی قوی ہے اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔“

(اعلام ما مشہور ص ۱۳۷)

مقصود یہ ہے کہ مولانا مرقوم نے حضرت حکیم الامت خانواری کی ہدایت و منشا کے موافق اس کام کو بڑی دیدہ ریزی، وسعت نظر اور تحقیق و تمحید سے ساتھ انجام دیا اور احادیث السنن کا نام بدل کر اعلام السنن رکھ دیا۔ مولانا مرقوم نے اس تالیف میں مذہب حنفی کی مویدہ احادیث کو استقاب کے ساتھ جمع کرنے پر پہلی کوشش کی بلکہ ان کے بارے میں حنفیہ اور اہل سنت کی تحقیقات کو بھی کیا کر دیا ہے اور احادیث کی تفسیر و تفسیر اور تفسیر و تفسیر پر مفصل کلام کیا ہے اور اس تمام بحث اور تفسیری کلام میں ہر جگہ سے تمیز و احتیاط اور احتیاط کے ساتھ مسئلہ اصول حدیث میں کوشش نظر رکھتے ہوئے مسائل کے استنباط اور استنباط میں اور احادیث سے اپنے مدعا پر استدلال کرنے میں ایسی بڑی احتیاط و دقت نظر کی ہے کہ ایسا کہ اس کو دیکھ کر جیسے بڑے نادارہ

روز کا محدث اور ناقدانہ بصیرت رکھنے والے فقیہ بھی حیرت میں رہ گئے۔

**مسئلہ محاذات نسائی دلیل**  
اعلام السنن کے زمانہ تالیف میں محاذات نسائی کے مسائل میں حنفیہ کی تائید اور حدیث

کی تلاش میں جناب مولانا مرقوم کا حضرت مولانا محمد نور شاد صاحب کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند رہا، پھر ان کو حضرت شاد صاحب موصوف نے اپنی بیعت مولانا مرقوم کے خلاف فرمائی جس میں مولانا مرقوم احادیث کی نشان دہی کی گئی تھی۔ مولانا مرقوم نے درج ذیل کے نام میں جس میں تدریس ہو سکا اس بیان میں مسائل حنفیہ کے رد کی کوشش نہ کر سکی۔ بلکہ اس بیان میں مسند حدیث نسائی میں حنفیہ کی موید حدیث نہیں ملی۔ پھر بعد میں تھکنا کہ اسے اس مسئلہ کی دلیل حدیث سے بھی انکار میں مولانا مرقوم کو مل گئی اور اس کو حدیث سنن میں رد کر دیا گیا۔

اس ضمن میں مولانا مرقوم کا سہارا نہیں جانا چاہیے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے جو اس زمانے میں بدلتا ہوا دشمن اور اذکی تعصیب میں مشغول تھے۔ مولانا سے فرمایا کہ مسند حدیث نسائی میں تم کو کوئی واضح دلیل حدیث سے تائید حنفیہ ملی، مولانا نے بھی مزاد نہ کیا اس حدیث کو نکال کر دکھلا دیا۔ حضرت محدث سہارنپوری اس پر بہت خوش ہوئے اور فوراً ہی اس کو نقل فرمایا۔

اعلام السنن کے ابتدائی سات حصوں کا اردو ترجمہ جو مرقوم کے استفادہ کے لیے کیا گیا ہے وہ ہر حصے کے ساتھ ہی ملے ہوئے ہے۔ ایسے مسائل اختلافیہ کا کہ جس میں غیر معتدبر حنفیوں سے زیادہ اچھے ہیں وہ زیادہ تر اس سات حصوں میں ہیں جس لیے مرقوم حدیث اور خلاصہ مطلب اور حدیث نقل کر دیا

ہی ہے مگر اردو دن عرصہ بھی سنگ خانیہ کے داخلی سے کسی قدر  
وقف ہو کر غیر متدین کے مفادات کا تکرار ہونے سے محفوظ رہیں۔

ترجمہ اردو والتر غیب والتر صیب

مولانا محمد نے عہدہ سفارت کی  
ترغیب و ترصیب کا اردو ترجمہ  
بھی کیا تھا۔ مجبوراً ان نو ائمہ میں اس کے بہتر تھے کا نام انوار رکھا تھا  
مثلاً انوار احیاء، انوار الخیر، ان دونوں انوار کا ترجمہ عشرہ میں درجہ درجہ  
رنگوں میں ختم ہو گیا تھا پھر اس کے اردو ترجمہ لکھا۔

حضرت حکیم الامتہ کا ارشاد گرامی

اعلاء السنن کے بارے میں حضرت  
حکیم الامت مولانا مفتاحی کے  
ایک محفوظ گزری کا اقتباس نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے اس  
کتاب کی وقعت و اہمیت کا صحیح طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت  
حکیم الامت فرماتے ہیں:

”میں نے ایک کتاب تیار کرانی ہے، اس کا نام ہے اعلاء السنن

اس میں ہر سکالر پر حدیث کو تیار کر دیا ہے۔ اس سے پہلے

مذہب اعتنا کی نعمت میں کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جس میں

تین عربی میں ہے اور عربی کی حدیثوں کے، یہ یعنی حدیثوں

میں ماحشر پر اردو ترجمہ کر دیا جاتا ہے بہت ہی جانور

مائع کتاب ہے۔“

(الافتاحات المومنین ص ۷۷ جلد ۶)

## علم فقہ

حضرت مولانا محمد کو علم فقہ میں بھی بہت کمالات و برجی دستگاہ  
حاصل تھی اور اس فن میں کمال اور سونے کے دہان میں حضرت مولانا خلیل احمد  
سہارنپوری کے فیض صحبت کا بڑا دخل تھا۔ حضرت سہارنپوری کی خدمت میں  
مولانا محمد نے علم فقہ میں بہت حاصل کرنے اور فقہ کے لیے سات سال  
کا ذکر کیا تھا۔ حضرت مولانا سہارنپوری علم فقہ میں بڑے ماہر اور کامل تھے  
اور حضرت مولانا مفتاحی کا مقصد مسلم تھے۔ مذکورہ مرشد اور مذکورہ اقلیل میں درج  
شدہ سو بات اور واقعات سے حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال  
فقہ و خبر و ماہر ہے۔ اس کے علاوہ حضرت حکیم الامت مفتاحی کی شہرہ میں  
سہا سال تک تحریر و تالیف کا کام انجام دینے کے مواقع بھی مولانا محمد کو  
میشرتے رہے ہیں۔

ادوالا حکم فی مسائل الحلال والحرام

مفتاحی مولانا کے زمانہ قیام میں  
تألیف و تصنیف اور درس و  
تدریس کے ساتھ فتاویٰ کے لکھنے کا کام بھی مولانا محمد کے سپرد تھا۔  
در آپ ناخدا مفتاحی مولانا کے مفتاحی تھے۔ مولانا محمد کی فتویٰ حضرت  
حکیم الامت مفتاحی کی نظر ثانی اور تصحیح کے بعد فتاویٰ کے دستخط میں  
درج فرمایا جاتا تھا۔ اس طرح فتاویٰ کا ایک ضخیم مجموعہ تیار ہو گیا تھا جو  
دبستان میں موجود ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ کا نام حضرت حکیم الامت مفتاحی نے ادوالا حکم مجوز

فرمایا کرتا اس کا جو حصہ پہلے رسالہ اہادی دہلی میں شائع ہوا تھا، پھر اس حصہ کو جیندہ کنن شکل میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ حضرت مخدوم قادی خیر فرماتے ہیں:-  
 ”برخورق یہ مسئلہ کے قادی پر لکھے تقریباً ایسا ہی ایسا ہے جیسا کہ خود اپنے لکھے ہوئے قادی پر۔ اس لیے اس کا نام احوالہ خاتم منیر احوالہ نقادی تجویز کرتا ہوں۔“ (تہذیب احوالہ احکام اہادی سلسلہ جلد ۱)

پھر اس طرح قدر ملی ہوئے کے مکمل طور پر شائع ہو گیا ان تمام میں ہو سکا تھا۔ اب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کی نگرانی و سرپرستی میں یہ علم کا تحقیقی ترمیم و اصلاح کا کام ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ بت مکمل ہو چکی ہے اور اس کے جلد ہی منظر عام پر آنے کی امید ہے۔

دارالعلوم مئذوالہدایہ میں تیس سال تک حضرت مولانا مرحوم نے اپنے قلم کے سیکڑوں فتویٰ تحریر فرمائے۔ ان کے عروہ مدہ میں لکھے ہوئے دے جن فتویٰ پر نظر ثانی فرما کر پھر تصدیق ثبت فرمائی ان کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے صرف مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب کے ستر سال کے عرصہ میں تحریر کردہ فتویٰ کی تعداد تو قادی کے - جہل میں درج ہو سکے ۱۲۵۳ء تک پہنچ چکی تھی۔ جن پر حضرت مولانا مرحوم نے نظر ثانی فرمائی ہے۔ اور بہت سے ایسے فتویٰ بھی تھے جو پھر ترمیم کے درجہ سے جاتے رہے ان کی تعداد کا اندازہ بھی تین ہزار سے کم نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا مرحوم کے بعض مفصل اور مبسوط فتویٰ کو ان کی اہمیت اور فائدہ کے پیش نظر رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ مولانا کے ایسے ہی چند رسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے:-

جہریہ تعلیم کے خلاف فتوے حکومت برطانیہ کے زمانے میں جب جہریہ تعلیم کا قانون بنایا گیا تھا اور آئی تعلیم کے مکتب میں اس قانون سے متاثر ہو کر بند ہونے لگے تو حضرت والد مرحوم نے ایک استغاثہ اور اس کا جواب لکھ کر حضرت سید کے کرام سے اس کی تصدیق کرائی تھی اس پر بھی حضرت مولانا مرحوم قادی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل تائیدی فتوے شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ رسالہ جہریہ تعلیم کے ساتھ ملحق ہو کر شائع ہوا ہے۔

**الفتاویٰ الہادی فی نصب القاضی** حضرت حکیم الامت مخدوم قادی کو بزمائے حکومت برطانیہ کے

ہندوستان میں قاضیوں کے تقرر کا بڑا خیال رہا اور اس کے لیے کئی مرتبہ مختلف صورتوں میں کوشش فرماتے رہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے قاضی کی تقریر کی ضرورت کو شرعی طور پر ثابت کرنے اور جو مسلمہ ہر ان کو تسلیم مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے والے تھے ان کے ساتھ سب مسلمانوں کو مکمل اتفاق دلائے بغیر کہہ کرنے کی متین کی غرض سے یہ رسالہ تائیت فرمایا تھا۔ انور ماہ محرم ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا ہے۔

یہ مرض میں حضرت مخدوم قادی کے اشارے پر ایک انجمن نصب القضاۃ کے نام سے قائم ہوئی تھی۔ اس نے بھی یہ رسالہ شائع کر کے اس مسئلہ کی طرف لوگوں کو توجہ دیا تھا۔

**کشف الدجی عن وجہ المراد** ریاست حیدرآباد کے مفتی عبدالمطین صاحب نے جو کہ ملامت سید علیان ندوی کے بھی

استاذ ہوتے ہیں ایک رسالہ صدارت غالبہ اور محمد شریف لاہور کے محمدیہ سے بنام  
لاہور مستفاد عربی زبان میں شائع کیا تھا۔ اس رسالہ میں انہوں نے یہ دعویٰ  
کیا تھا کہ ربا، اور خود صرف بیچ میں ہوتا ہے۔ قرآن میں زیادہ لین دین سود  
نہیں ہے چونکہ اس رسالہ میں اساطیر الاستدلال اختیار کیا گیا تھا جس سے  
خود شریعت کا خواص اہل علم بھی متاثر نہ ہو جائیں۔ اس لیے مولانا قوم نے حضرت  
حکیم الامت متحافی کے حکم سے اس رسالہ کا یہ تفصیلی جواب تحریر فرمایا تھا۔  
یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اس کا ترجمہ اردو بھی دوسرے کالم میں سامع  
ساعت ہے۔ بڑے سائز کے ۴۴ صفحات کے نور ماہ دین شانی شمس  
میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔ پھر اس کی اشاعت عیسویہ رسالہ کی شکل میں  
مجموعہ جونی۔ اعلیٰ لکھنؤ جزد ثلث عشر در اعداد الفادوی کا جزد پنجم کی  
شائع ہوا اور پورا ہے۔

اس رسالہ پر جن مشاہیر ملانے کر کم کی تصانیف و تصانیف شائع ہوئیں  
حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری اور مولانا سید سلیمان ندوی کے  
نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ مولانا سید سلیمان ندوی اپنے کتب  
بنام حضرت حکیم الامت متحافی میں لکھتے ہیں :-

”رسالہ امت الدینی کے طبع ہوا ہر جہات اور اشخاص  
کی سعادت اور جہالت نور علی نور ہے۔“ (تذکرہ سلیمان)

نبی و رسولؐ نے جو مولانا سید سلیمان ندوی کے لیے حضرت حکیم الامت  
متحافی کی حق و حق کرنے کا سبب بن در انہوں نے اپنی اصلاح اور  
تربیت باقی کے لیے حضرت متحافی سے خط و کتابت کی ابتدا اسی سال

کے پہلے کے بعد ہی کی تھی۔ اس کا مفصل تذکرہ۔ تذکرہ سب سب میں  
موجود ہے۔

### دعوت عامہ

ایک سال نے اپنا نام ظاہر کیا۔ انہوں نے علیہ کے مذہب  
ہوئے اور حضرت علیؑ کے علم کی شہادت کے بارے  
میں پسند شبہات لکھتے تھے۔ مولانا قوم نے ان شبہات کا جواب تحریر فرمایا  
مقاوہ دعوت عامہ کے نام سے۔ نور ماہ ربیع الثانی میں ۵ صفحات  
پر شائع ہوا تھا۔

اس رسالہ کے علاوہ حضرت حکیم الامت متحافی کی کتاب الحیلہ، انجزہ کا  
تجلی سوادہ بھی مولانا قوم کا تیار کیا ہوا ہے اور ہشتی گوہر کے نشان زدہ  
مقامات کو کتب قدیم میں تلاش کر کے حضرت متحافی کے حکم کے موافق ہشتی گوہر  
کی عبارت کو بھی مولانا قوم نے ہی درست فرمایا تھا۔

### فتح النظر

حضرت حکیم الامت متحافی کا ایک رسالہ التسلیم نام حکیم ہے  
معنون نام سے شہر ہے۔ اس کی تیسری و تشریح حضرت مولانا  
مقوم نے کی ہے اس کا نام فتح النظر ہے۔

### علم تصوف

اس علم کی بھی حضرت مولانا قوم نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔  
بہت سے متعقبات و توسلین کی اصلاح و تربیت کر کے ان میں ذات معرفت  
پیدا کرنے کے ساتھ بطور فن کے بھی اس علم کی مشکلات اور تحقیقات کا  
بہت بڑا ذخیرہ آپ کے قلم سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ حضرت حکیم الامت متحافی

کے حکم اور منشاء سے آپ نے فن تصوف کی کئی عربی کتابوں کا ترجمہ اور ان کی تشریح فرمائی اور اس ترجمہ کے متن میں جا بجا اس فن شریف کے حقائق و معانی کو بڑے دلی شہین انداز میں ذہین نشین فرمایا ہے۔ حضرت حکیم الامت متحافوی کے علوم و معارف کا مولانا مرحوم غوثیت کے ساتھ ترجمہ کے فوائد میں جا بجا ہماری ہی خوبصورتی سے اور سلیس طرز بیان میں تذکرہ فرماتے ہیں۔

**اسباب المممودیہ** | یہ علامہ شرنائی کے عربی رسالہ آداب العبودیہ کا اردو ترجمہ ہے پہلے رسالہ النور میں قسط وار شائع ہوا تھا پھر کئی شکل میں بھی کراچی مکتبہ تقانونی سے شائع ہو گیا ہے۔

**البنیان المشیر** | زمانہ قیام رنگون میں حضرت قلب زمان سید احمد کبیر رفاہی کے مواخذ البرہان المؤید کا ترجمہ مولانا مرحوم نے جنم البنیان المشیر لکھا تھا اس میں عقائد و اعمال اور تصوف سب ہی کا باب ہے۔ حضرت حکیم الامت متحافوی نے اس کو پسند فرما کر اس پر بڑی عمدہ تقریظ تحریر فرمائی تھی اور اہل سلسلہ کو اس کے مطالعہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ ترجمہ ماہ ربیع الاول ۱۲۱۰ کو شریف ہو کر ماہ رجب ۱۲۱۱ء کی ۲۷ تاریخ بروز یک شنبہ قبل نماز عصر پڑا ہوا۔ یہ رسالہ ۳۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

**روح تصوف** | حضرت متحافوی کے ارشاد سے مولانا مرحوم نے اس کتاب کے فہرذی مسائل اور مہتمم بابین و تفہیمات کا غلام فرمایا تھا اس کا یہ نام "روح تصوف اور عقل تصوف" حضرت متحافوی نے تجویز فرمایا تھا۔ ۱۲۱۰ء کا یہ رسالہ البنیان المشیر کے ساتھ ملحق ہے۔

**مرام الخافص** | اپنی سید احمد کبیر کے عربی رسالہ النظام الی من کلامہ زیو صحت مولانا مرحوم نے فرمایا اور وہ اس نام سے شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کی کوٹ پر حضرت حکیم الامت نے مولانا مرحوم کا تہ رت فاضل العلم والعرفان جیسے و تبحر الفاظ کے ساتھ کرا یا ہے لکھا ہے:

ترجمہ اش از راجع العلم والعرفان مولانا شرف احمد است سلمہ الرحمن  
یہ ترجمہ کیم ربیع الاول ۱۲۱۰ کو شریف ہو کر ماہ ربیع الاول ۱۲۱۱ء کو مسودہ کی صورت میں انتہی کم گوشتی اور شب و شنبہ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۱۱ء میں مبدلہ کی شکل میں اتمام پذیر ہوا۔ یہ رسالہ ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

**الدر المنفود** | علم تصوف میں علامہ شرنائی کی کتاب البحر المورود کا یہ ترجمہ مولانا نے اس نام سے فرمایا ہے۔ اس کا حصہ اول بزمانہ قیام مقامہ بمون ۱۲۱۰ء میں لکھا ہے اور وہ ۹۷ صفحات پر مشتمل ہے اور کئی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ ماہنامہ الاطواد مقامہ بمون میں شائع ہوا ہے اور حصہ سوم ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲ شوال ۱۲۱۰ء بروز جمعہ المبارک بعد از نماز جمعہ خانقاہ اہلادیہ مقامہ بمون میں ختم ہوا۔ یہ حصہ النور میں شائع ہوا ہے۔

**رحمۃ القدوس** | علامہ ابن ابی حجرہ ماکئی بڑے پایہ کے محقق عالم ہیں۔ ان کے کلام کو علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی شرح بخاری میں بطور سند سے نقل فرماتے ہیں۔ علامہ موصوف نے بخاری شریف سے تین سو احادیث کا انتخاب فرما کر ان سے مسائل فقہ اور تصوف و سلوک کا استنباط فرمایا تھا۔ اس کا نام بھیجۃ القدوس ہے حضرت حکیم الامت متحافوی

کے شہرہ سے مولانا مرحوم نے اس کی سوا حدیث کا رد و تردید فرمایا ہے۔ یہ  
ترجمہ دو حصوں میں رحمت القدوسی کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

اس کے پہلے حصہ کے ۴۹ صفحات اور دوسرے حصے کے ۵۲ صفحات  
ہیں۔ بڑے سائز کی کتاب ہے۔ یہ ترجمہ آتنا سلیس اور اس قدر رواں دواں  
ہے کہ ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ پھر ترجمہ کے ساتھ مولانا مرحوم نے جو بہا فرما دیا  
اضافہ کر کے ان فوائد میں حضرت عظیم الامت عثمانی کی عیادت اور مولانا تربیت  
کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کو ملحوظ رکھنا تو سائیکس کے لیے بہت ہی نافع اور عید  
منعید ہے۔ اگر ان فوائد کا انتخاب کر کے ان کو مستقل طور پر جمع کر لیا جائے  
تو وہ بھی بجائے خود ایک مستقل رسالہ بن جاتا ہے۔

**لباب النعمۃ** امام غزالی کی کتاب الحکمت کا ترجمہ مولانا نے لباب النعمۃ کے  
نام سے کیا تھا۔ ماہنامہ امداد و تقاضا بمحرم ماہ ۱۳۰۳ء  
میں اس کی پہلی قسط شائع ہوئی اور دوسری قسط ماہ جمادی الثانی ۱۳۰۳ء  
میں شائع ہوئی ہے اور غالباً یہ سب سے پہلا ترجمہ ہے جو آپ کے  
قلم سے لکھا گیا ہے۔

**نزهت البساتین** حضرت امین الدین غفر اللہ عنہ کی کتاب دوسرا مبین کا  
ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ مزہب البساتین  
کے نام سے شائع شدہ ہے۔ حضرت عظیم الامت عثمانی رحمتہ اللہ علیہ  
نے اس کتاب کو فائدہ ادا دیا تھا۔ بمحرم ۱۳۰۳ء کے در کس میں داخل  
اگرچہ فرمایا تھا۔

**استکشاف الحقیقۃ عن استخلاص الطریقۃ** مشائخ طریقت کے  
خفا و غیبا و ہدایت

بیعت کے عطا کرنے کے معیار وغیرہ سے متعلق اس رسالہ میں مولانا مرحوم نے  
بڑی عجیب تحقیق کی ہے اور یہ ترجمیں مہر تہ کو جو جہت نظر کر کے سب کر لیا  
جاتا ہے اس پر فیض و حقیقت شامی ہوگی۔ کوشش کی بصیرت اور فحائے  
اجازت پر شہادت کو گئے ہیں۔ ایسے شہادت کا رسالہ مذکور میں بالکل  
قاطع قریب کر دیا گیا ہے۔ دو قوتوں کے لیے لفظ لایہ کے ساتھ مشائخ کے اس  
طرز عمل کو جو ہر ماسر تواضع نظر آ رہا ہے اس کو بھی بڑے عمدہ طریقے سے رفع  
کر دیا گیا ہے۔ غرضیکہ یہ رسالہ بڑی ہی قابل قدر اور نادرہ تحقیقات عمدہ  
پر مشتمل ہے۔ ماہنامہ نور باہت ماہ شبان در رمضان ۱۳۰۳ء میں شائع  
ہوا ہے اور اس کے ۱۶ صفحات ہیں۔

**القول المنصور فی ابن المنصور** اس رسالہ کا اصل عربی مولانا حضرت  
عظیم الامت عثمانی نے جمع فرمایا  
تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ مولانا مرحوم مامور نامتقی محمد شفیق صاحب مدظلہ اس  
کی ترتیب و تکمیل کر دیں۔ مولانا کی خوش بختی ہے کہ حضرت عظیم الامت کی زندگی  
بھی میں اس کی تکمیل کی سعادت ان کے حصہ میں آئی اور حضرت عثمانی کی وصیت  
کے مطابق حضرت مولانا مرحوم نے جب اس عربی مولا کے ترجمے اور ترتیب و  
تجویہ کی خدمت انجام دے کر حضرت کے مدظلہ قدس میں پیش کیا تو حضرت  
سے مدد فرماد ہوئے اور اس رسالہ پر اپنی تفریط میں مولانا مرحوم کے ہاتھ  
کو کھانا پینا ہاتھ کر دیا اور موموں کو ایک نئی زبان زعلیہ کے طور پر رحمت فرمائی۔

مولانا مرحوم کو بھی اس کتاب کی تکمیل پر بڑی شہرت ہوئی تھی فرماتے تھے  
 "اس نعمت کا شکر دل و زبان سے ادا کروں کہ الحمد للہ یہ پچہز تالیف  
 حضرت اقدس مدظلہ العالی کی بارگاہ میں شہرت قبول سے باریاب ہوئی۔ علی  
 کلاہ گوشہ وہ مقام کا قیام رسید  
 اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے خلیفہ مبارک کی برکت سے تمام صلوة و  
 تمام برکات سے بھی کامیاب فرمائیں آمین۔ شاہان چہ جب گزروا نگہ دارا  
 یہ کتاب بڑی عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ مگر  
 اب بالکل نایاب ہے۔

**حقیقت معرفت** | ادارہ معارف اسلامیہ کا پوسٹل مکتبہ بنی ہوئے دلا  
 احقر مولانا مرحوم ڈھاکہ یونیورسٹی کی طرف سے اس امپلس  
 میں بطور نائندہ شرکت فرمانے والے تھے مگر کسی وجہ سے یہ اجلاس ملتوی ہو گیا  
 مولانا نے یہ حقیقی مقالہ اسی امپلس میں پڑھنے کے لیے تحریر فرمایا تھا بعد  
 میں "معارف" اعظم گروہ میں شائع کیا گیا۔

**الغفر الجلی باشراف العلی** | تربیت السکاک کے طرز کار سالہ ہے جو  
 تین سطور پر مشتمل ہے حضرت مولانا  
 مرحوم کے مترشد خاص مفتی فیض صاحب مرحوم نے اپنے ۱۳۵۵ھ اعلیٰ و  
 ترقی خطوط کو جمع کر دیا ہے۔ ان مجموعہ خط و کتابت کو مطبوعہ حصہ اول کو یہ  
 شہرت حاصل ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی کی نظر پسندیدگی کے بعد آپ  
 کی حیات ہی میں اس کو شائع کر دیا گیا تھا اور اس کا یہ نام بھی حضرت ہی نے  
 تحریر فرمایا تھا۔ یہ رسالہ حضرت مولانا کے ایک مترشد کے اعلیٰ خطوط کا اتنا

بڑا مجموعہ ہے جس سے مولانا مرحوم کے رشد و ہدایت اور اصلاح و تربیت کے کام  
 کی دستہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

**وظائف افادات** | سلسلہ ہفتہ صابریہ تہذیبہ اعلیٰ کے متوسلین  
 کے لیے شجرہ طبع کے نام سے مولانا ذوالفقار علی  
 دیوبندی نے یہ شجرہ عربی میں نظم فرمایا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس  
 میں مزید ایک شعر لکھا

بحمد الرحمن المکرم بوقتہ اشرف علی العارف الربانی  
 کما ان ذفر فاکر اس کو سلسلہ اشرفیہ کے متوسلین کے لیے بھی مخصوص  
 کارآمد بنا دیا اور ساتھ ہی اپنے مخصوص وظائف و افادات کا بھی اضافہ  
 فرمایا ہے۔ چھوٹے سا نوپر ۸۸ صفحات کا یہ رسالہ طبع شدہ ہے۔ تذکرہ  
 سالکین کے لیے مفید و نافع دستور العمل ہے۔

## حق اور اثبات حقانیت

اس شعبہ میں بھی مولانا مرحوم نے تقریری اور تحریری دونوں طریقوں  
 سے بڑی ہی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مولانا نے تقریر و تقریر کے  
 ذریعے اعتناق حق کا فریضہ بڑے حسن و خوبی کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔  
 تقریری مناظرے کے کسی قدر نمونہ و ملاحظہ و تبلیغ کے عنوان میں آ رہا  
 ہے اس جگہ باب تالیفات کی مناسبت سے مولانا مرحوم علیہ الرحمہ  
 کے ایسے رسائل اور مقالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کو اس موضوع  
 سے تعلق ہے۔









دوست کے ساتھ خود دینی صاحب کے بھی اور تاریخی محاسنات کا زوال  
 کی گئی ہے۔ اس رسالت کا نام اگرچہ برفا غوث ہے کہ وہ اصل مقصود اس کا  
 حضرت ثانی پروردگار وہ حضرت ثانی سے بڑا کا تھا ہے۔ لیکن حقیقت میں  
 حضرت محمد بن حاتم اور حضرت امیر معاویہ سب ہی معاشرہ پر ہے تاہم یہاں ہم  
 حضرت ثانی کی طرف سے خود کو کہہ سکتے ہیں کہ اس رسالہ سے جو بات ہے اس لیے  
 کہ اس رسالہ میں اصولی طور پر تمام مہم پر کو اور دینوں میں جہاد کے متعلق  
 یہ بتایا گیا ہے کہ غیر ایمانی کو کھانی پر تنبیہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

کف من عن معاویہ ابن ابی سفیان  
 ایہ رسالہ حضرت مولانا محمد

بن نہیں ہو سکا۔ مولانا محمد نے برفا غوث کے شیعہ ہیں اپنے اس رسالہ  
 کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس کے میں نہ ہو سکتے ہیں کہ اس کے لیے کسی  
 دوست کو یہ رسالہ دیا تھا اس کے پاس بات میں جگہ کر پڑنے کے لیے  
 رہنے پر انکو کسی کا اظہار فرمایا ہے۔

دارالاسلام اور دارالکفر کے مسئلوں میں  
 وراثت اور منکست کے تعلقات

مؤلف برقی: اس کے اپنے رسالہ "جہاد فی سیر" میں آیت  
 "وَمَا يَنْبَغِي لِلْهَاجِرِ وَمَا يَنْبَغِي لِلْمَكِّيَّةِ" اور "وَمَا يَنْبَغِي لِلْمَكِّيَّةِ" میں  
 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس آیت میں "وَمَا يَنْبَغِي لِلْمَكِّيَّةِ" میں  
 سے بتایا گیا ہے جو مسلمان درکار میں رہنما کیلئے ہے کہ ہرگز نہیں

اس کے درمیان کے مسلمانوں کے تمدنی امتداد نہیں رہ سکتے اور نہ وہ  
 باہم بستہ قائم کر سکتے ہیں اور نہ انہیں ایک دوسرے کا دشمن قرار دیا جاسکتا  
 ہے۔ "ہندوستان اور پاکستان کی حکومت میں دوسرے کے وجود میں آنے  
 پر جب بعض ایسے مسلمان بھی ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے ہیں کہ وہ دین  
 مند و سست ہیں وہ گئے تو خود دینی صاحب سے یہ سوال کیا گیا کہ:

"ایسی حالت میں اگر ہندوستان یا کسی اور رشتہ دار کے درنا و دشمن  
 سے خود مر سبب ہو گی؟" موجودہ حالت کے پیش نظر کوئی پاکستانی (مہاجر یا  
 باقی ماندہ) ہندوستان کی نشان لڑی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟  
 اس کے جواب میں خود دینی صاحب نے لکھا کہ:

"جب تک مجھے علم ہے تو ان کا منہ انہی ہے کہ دارالاسلام  
 اور دارالکفر کے مسلمانوں میں وراثت اور شادی بیاہ کے قیام  
 نہیں۔ وہ باہم جوئی کا من نہیں ہے ایسے رشتہ داروں کو اگرچہ  
 رہ گئے ہیں کہ وہ وراثت ہو سکتے ہیں تو ان کے بارے میں بھی  
 یہ خیال رہی ہے کہ مذہب و دوستی میں اپنی میراث پا سکتے ہیں  
 اور نہ ان کے ہندوستانی رشتہ دار پاکستان میں ان سے میراث  
 پاسنے کا حق رکھتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں یہ سمجھنا ہوتا ہے کہ  
 یہ منہ ان اپنے آپ ہی تو نہیں ٹوٹ سکتا لیکن اگر زمین میں سے  
 ایک دارالاسلام میں ہجرت کر آیا ہے اور دوسرا ہجرت پر تیار نہ ہو  
 تو مدت میں مسابقت پر دو دوست وہی جا سکتی ہے اور ایسے  
 دو زمین کو زمین کی بن سکتا ہے۔ راجدہ شادی یا نکاح



نسبت ہو فیہ کی طرف متوجہ فرمانا  
 مودودی صاحب کو فیہ خواہ انداز میں  
 نسبت مودودی کے حاصل کرنے کی طرف بھی متوجہ فرمایا تھا اور اس نسبت کے  
 حاصل کرنے کے لیے اہل نسبت کی محبت کو انہیں ضروری قرار دیا تھا۔ مگر  
 مودودی صاحب نے اپنے مخصوص ناقدانہ انداز کو سپرد نہ کرتے ہوئے لکھا کہ:  
 "لیکن میں اس کو کیا کہوں کہ نسبت سے لوگ جنہیں صاحب کمال کہا جاتا ہے میں  
 نے اپنے تجربے میں اس کو ناقص پایا ہے۔ اس پر حضرت مودودی صاحب نے  
 تاحضاد انداز میں اس طرح جناب فرمایا:

"جب تک قرآن وحدیث دنیا میں موجود ہے دنیا میں غافل نہیں ہو  
 سکتی ان کی توجہ نہ رہی ہے۔ یہ معلوم آپ کے نزدیک معیار کمال کیا ہے مودودی  
 کا اصل کمال یہی نسبت احسان ہے۔ مگر ان کے پاس غالی انداز ہو کر جاتا ہے کہ  
 ناقدین کہہ جانا چاہیے۔ ناقدانہ نظر سے تو رسول کے کلمات بھی غلط رہا ہوں۔  
 ہیں ولی کس شمار میں ہے" (رسائل ومباحث)

افسوس کہ مودودی صاحب کی یہ وہ نہ انداز نسبت ہے جس نے ترقی کے  
 انہیں یمنین سے یکسر صاف کر دیا۔ مگر انہیں یہ سب کچھ سب کا ہی ناقد بنا دیا۔ اس  
 لیے انہوں نے اپنی تقریرات میں سب پر تنقید کر ڈالی۔

## فضائل

قرآن کہہ کی فضیلت پر قرآن نمبر سارہ طراغیت مشہور ہے۔ یہ بنام  
 اشرف بیانات فی سبوحات القرآن کے ہے جس میں مولانا کا ایک

مغنون شائع ہوا ہے۔

فضائل جہاد  
 یہ کتاب کچھ کے مودودی بندہ دوست نے پاکستان پر محمد  
 کے لیے فضیلت جہاد پر چھپائیں حدیثوں اور ان کے در تزیین مودودی صاحب نے  
 جمع کر دیا اور اردو ترجمہ کو مستقل رسد کو مکمل میں شائع کر دیا۔ اس کو  
 پاکستانی افواج میں مقبول کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ تیسہ سترہ سال کے  
 ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم  
 حضرت مولانا مودودی نے عقیدہ اکرمیت کے تحت  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عربی زبان میں  
 نئی تصدیق تصنیف فرمائی ہیں۔ مودودی نے ان میں سید المرسلین محبوب رب  
 العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا بڑے جی و اہمانہ اور  
 عاشقانہ انداز میں اظہار فرمایا ہے۔ آپ کا ایک عقیدہ نور دو بڑے  
 عقیدہ عقیدوں کا مجموعہ ہے اس کا یہ نام حضرت حکیم الامت تقافتی نے تجویز فرمایا  
 مقابلی ہو گیا ہے۔

دوسرا یہ عقیدہ عقیدہ وسیلۃ النجاة فی مدح خیر البشر ہے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور مدح میں مولانا مودودی کا  
 یہ عقیدہ بڑا ہی عجیب وغریب ہے۔ اس کا یہ نام مولانا سید  
 سلیمان ندوی صاحب مودودی علیہ الرحمۃ نے تجویز کیا تھا اور یہ بیت  
 ہو گیا ہے۔ رفت ان درو شریف پر بھی ایک رسالہ مولانا مودودی نے مرتب  
 فرمایا تھا مقابلی نہیں ہوا۔

شفاء المرتاب عن مرآة بعض الاحیاب  
ابن تیمیہ کی نعمت و حاجت

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روح الطہر ہر شد حال کر کے جانے اور زیارت قبر اللہ کے قصد سفر کرنے کی مخالفت ثابت کر لیکر گوشش کی تھی۔ مولانا رحمہ نے اس کے جواب میں یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس کا حوالہ علاء السنن میں دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن عبدالبہادی نے علامہ سبکی کی کتاب شفاء الاسلام کا اس مسئلہ میں رد لکھا تھا مولانا رحمہ چونکہ تمام احکام و عملائے دیوبند کے مسلک کے موافق رؤفہ اللہ کی زیارت کے لیے شد حال کر کے حاضر ہونے کو نہ صرف جائز بلکہ افضل المشجیات فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ کتاب الشفاء کی تائید اور العاصم کی تردید حسب ذیل تحت الفاظ سے فرماتے ہیں:

قلت واجبت العاصم من الشفاء فنیبہ ما یجب فیہما لکما یجوز اللہ

والدواء والارض والسماء والارض والسماء والارض والسماء والارض والسماء

علی مافی دلف مؤلفہ فافہمہ والعتق (اصحہ السنن میں ہے)  
مولانا رحمہ کے الفاظ مذکورہ بھی آخرت میں اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی تشکیلی کیفیت اور قلبی قربت کے الہام کی تعبیر اور عنوان ہے۔

ایک عاشقانہ واقعہ  
اعلا السنن کا باب زیارت مدینہ منورہ علی صاحبہا

ابن الدنطوۃ و تحیت مولانا رحمہ نے اس حکمت و ادب کے ساتھ کامن شروع کیا تھا کہ مولانا صاحب شریفین میں جالی مبارک کے مدنے کو بڑے ہو کر ملے کرتے تھے اور آپ کے دست مولانا کو ملنے کوئی صاحب دینی

مردم و دوات لیے کھڑے رہتے تھے۔ سبحان اللہ! ایسے متبرک مقام میں اور اس محبت و عظمت اور ادب و احترام کے ساتھ اس باب کے لکھنے کا شرف مولانا رحمہ کے حصہ میں آیا۔ ظاہر ہے کہ جذبہ عشق و محبت کے ساتھ اور کمال محبت و احترام کے طوطا رنگنے کی سعادت ہر ایک کو میر نہیں آ سکتی۔  
اس سعادت پر زور بازو نیست۔ ہاں بخشد خدا نے بخشندہ

## میرت و تاریخ

تاریخ اسلام پر یہ بہت تفصیل مضمون حضرت مولانا رحمہ **ولادت محمدیہ کا راز**  
کا ارقام فرمودہ ہے۔ اس کا حصہ اول "الارشاد" سہارنپور میں شائع ہوا تھا اور حصہ دوم انور بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۳۳ء سے لے کر ذوالقعدہ ۱۳۳۴ء تک ۸۸ صفحات پر شائع ہوا ہے ان صفحات سے اس کی ضخامت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

خواجہ بشریہ اور تعلیم نبوت  
مولانا کا ارقام فرمودہ یہ تیس صفحات کا مضمون ہے اور ۳۴۰ صفحات میں انور کے

بین شمار میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مولانا نے یہ دکھایا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروریات زندگی کے پورا کرنے میں جس طریقہ عمل کو اختیار فرمایا اور جس طریقہ کو اپنی امت کے لیے سنت قرار دیا ہے وہ کس درجہ کامل اور مکمل ہے۔ ہر کلام میں افراط و تفریط کے بغیر پہلوؤں سے ہچاکر ایسا معتدل طریقہ عمل آپ نے اختیار فرمایا ہے جس پر نظر کرتے ہوئے ہر منصف حراز شخص کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ درحقیقت رسول اللہ صلی

انہیں کائنات در سیدہ بشر ہونے کے ساتھ ساتھ علم و حکمت میں بھی ممتاز ہیں یہ بڑی عجیب و غریب شخصوں ہیں۔

غیر مسلموں کے ہاتھ اس کی تصدیق کی گئی اور مشرقی مکتبوں کے بیان اور اسلامی حکامات کے اہل پر کام کرنے والوں کے یہ بہت ہی مفید اور کارآمد مضمون ہیں۔

**انجاء الوطن** اس کا ذکر پہلے کیا ہے یہ امام اعظم ابوحنیفہ کے حالات میں مولا کا عربی زبان میں مضمون ہے۔ راجعہ السنن کے مقدمہ حصہ دوم کے طور پر آپ نے رقم فرمایا ہے۔ اس میں حضرت امام اعظم کے فقہ اور اعظم ہونے کے ساتھ محدث اعظم ابو یوسف کی تاریخی طور پر کتابت فرمایا ہے کہانی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

**سفر نامہ حجاز** اس میں مولانا نے اپنے سفر نامہ حج کے حالات و واقعات کو جمع فرمایا ہے اس کا حصہ اول کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے اور مرحوم مولانا نے اس کے حصہ دوم کی کتابت معلوم سہارنپور کے پرنسپل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ حصہ دوم، جنرل سرائے حرم کراچی میں شائع ہو چکا ہے حصہ سوم زیر تالیف تھا۔

علمائے ہند کی خدمت میں مدیث مولانا کا یہ نام تھا کہ سالہ سالہ معارف اعظم کے لیے کئی خطبوں میں شائع ہوا تھا یہ مضمون

بہت مختصر اور پر معلومات ہے۔ اس میں مجدد الملت ثانی سے لیکر اپنے دور تک کے علماء کرام کی خدمت میں مدیث کا ذکر بڑی تفصیل سے آگیا ہے۔ یہ مضمون مولانا مرحوم نے اور شکیل کائنات سرائے کے شہر اسلامیات میں پیش کر

سنایا تھا اور اس کو بہت پسند کیا گیا تھا۔

**حیات اشرف** راجعہ السنن میں مولانا مرحوم نے جس کی عبارت علیہ احوال حضرت عثمان غنی کی دینی و دنیاوی زندگی کے مختلف حالات و واقعات کے لیے ایک رسالہ حیات اشرف کے نام سے شائع ہے۔

**النوار المنظر فی اشارہ النظار** حضرت مولانا مرحوم نے جناب محمد حسام اللہ شریعتی صاحب، محمد تاج الدینیات پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اور اپنے سوانح و حالات کو مختصر طریقہ سے انہیں تلخیص فرمایا ہے اس کے پہلے حصہ میں مولانا نے اپنے نجی حالات اور علمی خدمات اور پاکستان کے لیے سیاسی جدوجہد اور علمی کوشش کا تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے حصہ میں زیادہ تر اپنی تربیت باطنی اور سلوک کا ذکر کیا ہے اور اپنی اس کتابت کو بھی اس میں تربیت الساکت سے نقل فرمایا ہے جو تربیت باطنی سے متعلق حضرت مولانا مرحوم کی اپنے شیخ طریقت حضرت حکیم الامت عثمان غنی سے ہوئی تھی۔

اصل یہ نام "انوار المنظر فی آثار النظار" حضرت عثمان غنی نے ہی خود کتابت متعلقہ سلوک کے لیے تجویز فرمایا تھا اور اس کا نام سے اس کو تربیت الساکت میں شائع کرایا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خود نوشت سوانح حیات کا بھی یہی نام رکھ دیا۔

**متفرق مضامین و مقالات** حضرت مولانا مرحوم کی فکر کردہ بارہ تالیفات کے علاوہ بے شمار مقالات و مضامین ایسے

میں جو خلافت ماہناموں اور ہفت روزہ رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور ان میں "مجلہ معنائین" اپنی مختصات و اہمیت کے اعتبار سے مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ معنائین زیادہ تر انغمز گڑھے کے معارف میں شائع ہوتے ہیں۔ ان میں ایک اہم "مضمون" اسلام میں جاگیر داری اور زمین داری نظام کے عنوان سے شمارہ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۲۳۷ تا ۲۴۸ اور شمارہ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۲ تا ۱۱ اور شمارہ جون ۱۹۳۵ء ص ۱ تا ۱۰ اور ۱۱ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۲۱۰ تا ۲۱۱ پر شائع ہوا ہے۔

ماہنامہ "دارالکرام" کی بھی ایک مفصل "مضمون" اسلام میں عورت کا فاعلی مقام کے عنوان سے شائع ہوا ہے جو رسالہ مذکورہ کی پوری مختصصت پر پھیلا ہوا ہے۔ ماہور کے ہفت روزہ "شباب" میں بھی مقالات عثمانی کے نام سے حضرت مولانا کے معنائین شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کی فہرست حسب ذیل ہے:-

"عیسائی مشنری" ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء، "موسیقی اور اسلام" ۸ جون ۱۹۳۵ء اور ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء، "واقعات طرابلس" شمارہ ۱۰ جون ۱۹۳۵ء، "حضرت علی اور ابو جہل کی بیٹی کا نکاح" ۱۰ اگست ۱۹۳۵ء، "علاء الدین سے انٹرڈیو" ۲۴ ستمبر ۱۹۳۵ء، "عیسائیوں سے سوالات" ۴ فروری ۱۹۳۶ء، "میدان عسکرات میں" ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء، "کو۔ اسی طرح "الغیر" نامی پور میں بھی آپ کے بعض معنائین شائع ہوئے ہیں، ذیل میں جن ایسے معنائین کی فہرست درج کی جاتی ہے جو ماہنامہ "دارالکرام" میں شائع ہوئے ہیں۔

(۱) "نصیر حاضر میں مسافت قمر کی تحقیق"

احکام سفر کے بارے میں دو عربی رسائل علماء عمری کے "الکافی" اور "الکرام" سے نقل کیے گئے ہیں جو ترکی سفارت خانہ کے توسط سے شائع ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سفر کی مدت میں تین دن اور تین رات بھی کا اعتبار رہتے ہیں کیونکہ سفر کا اعتبار نہیں ہے۔ سفر میں اخلاص کا اور مشقت پر ہے اور مشقت نہ ہونے کی صورت میں نہ مشقت ہے نہ سفر۔ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی نے اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کا اردو ترجمہ مولانا عزیز الرحمن سواتی کے قلم سے "بلاغ" نامی روزانہ اخبار ۱۳۳۵ء میں شائع ہوا۔

(۲) "ذلت یهود اور عربوں کی حالیہ شکست"

حکومت اسرائیل کے قیام کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ قرآن مجید میں تو اس قوم کی ذلت و مسکنت کو لازم کیا گیا ہے مگر ان کو حکومت و سلطنت کیسے مل گئی؟ جب یہ سوال "مدق" لکھنؤ ورنیچ اشافی ۱۳۳۵ء میں شائع ہوا تو مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی نے اس کا جواب "بلاغ" نامہ ہادی ذیل شمارہ ۱۳۳۵ء میں شائع ہوا ہے۔

(۳) "اشدک کہ عیسائی عقیدہ جہاد فلسطین پر اسرائیل سے عربوں کی پہلی جنگ کے موقع پر لکھا جاتا جو مختلف علماء متقدمہ ۱۳۳۵ء کے قلم فلسطین میں پڑھا گیا تھا۔

(۴) "مسلمانوں کے ذوال کے سبب"

یہ وہ مقالہ ہے جو مولانا نے راولپنڈی کی بین الاقوامی مذاکرہ منعقدہ فروری ۱۳۳۵ء کے لیے تحریر فرمایا تھا مگر وہ جہالت خود تشریف نہ لے جاسکے



## حضرت مولانا مرحوم کی علمی دلچسپی کا خاص مرکز

حضرت مولانا مرحوم کی تصنیفات و تالیفات کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ حضرت کونون نے علم تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت و عربیہ کے علاوہ دینیہ اور فنون اسلامیہ کی خدمت انجام دی ہے اور کس و قدر اس کے علاوہ تالیف و تصنیف کے ذریعہ بھی دین کے ہر شعبہ کو فیض و سیراب کیا ہے اور معلوم دینیہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جو اس دریائے علم اور منبع فیض کی بغیر لسانی سے محروم رہا ہو لیکن علم دین کے جس شعبہ کے ساتھ آپ کو خصوصی تعلق رہا ہے اور جو شعبہ تمام علم آپ کی دل چسپی کا مرکز بنا رہا ہے وہ اول درجہ پر مسلم حدیث ہے اور اس کے بعد دوسرے درجہ پر علم عربی ادب کا شعبہ ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مرحوم نے خود بھی اس سوال کے جواب میں کہ علم دین کی کونسی شاخ آپ کی خصوصی دل چسپی کا مرکز ہے؟ ارقام فرمایا ہے کہ:-

”مجھے حدیث سے زیادہ دل چسپی ہے اس کے لیے غنا دیتے۔“

حضرت مولانا کی تالیفات و تصنیفات اور آپ کے کئی کئی علمی ایام ملک اشتغال بالحدیث آپ کے اس قول پر شاہد عدل ہے۔ بالخصوص آپ کی تصنیف اعلام السنن، علم حدیث میں آپ کا ایسا شاہکار ہے جس سے آپ کی علم حدیث سے عمومی دلچسپی اور کامل متہمت واضح ہے۔ علم حدیث کی یہ جامع اور ضخیم کتاب حضرت مولانا مرحوم کے علم حدیث کے ساتھ شفقت اور آپ کی دل چسپی اور مہارت فن نیز وسعت نظر کے ساتھ وقت نظری کا بھی مرقع ہے۔

عربی ادب میں قابلیت اور مہارت کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت مولانا مرحوم کے عربی زبان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فخر میں بہت سے مرتبہ تصنیف سے اور بعض دوسرے بزرگوں کے مرتبہ بی بی شہدہ مرقومہ میں جن کے شاعرانہ انداز و سبک دوسرے کے مقابلہ میں ایک تعادل کا ذکر اور آپ کا کتابت مولانا مرحوم سے ہمیں کرنا حیدروں کے ملاحظہ کرنے کے بعد مولانا سید سید علی زیدی نے بھی ان کی فصاحت و بلاغت اور سلاست و اسرار کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ اس طرح حضرت مولانا مرحوم کے عربی زبان و شاعری کے مطالعہ کے بعد سید صاحب مرحوم نے اس کی طرز عبارت اور انشاء کی سلاست اور جاذبیت کو غور سے غور قرار دیا تھا۔ عربیہ عربی شریعہ و قانون دونوں پر حضرت مولانا مرحوم کو پوری طرح قدرت حاصل تھی اور آپ عربی زبان کے بڑے فاضل و رب تکلف ناظر ادیب بھی تھے۔

شروع از مطالعہ علمی ہی سے مولانا مرحوم کو فن ادب عربی کے مطالعہ خاص میں نسبت حاصل رہی تھی اور اول مرتبہ ہی میں آپ کی علمی دلچسپی کا مرکز بنا رہا ہے۔ مولانا صاحب کی کتابت میں مولانا مرحوم کے دوسرے علمی و ادبی فنوں کی تحریراتی نیز مولانا صاحب کی شاعری کے یہ دو شعبہ کہ کتابت صاحب سے رخصت طلب کی تھی۔

حکم الی الامن ابی و بعدا بعد و احد فلیس ام و مناقات بخالد

و اول من قد ناب تمی لفقہ و طاری موقہ میت والدی

حضرت ابن زین نے ان شعروں کی بہت تحریف کی اور بزرگوں کو کوشی دی۔

## حضرت مولانا مرحوم کے بعض افادات خاصہ

نوٹ کی شرعی حیثیت | کے مضمون سے مولانا مرحوم کا ایک مضمون بینات کلچر  
ماہ ذی القعدہ ۱۳۳۷ء میں شائع ہوا ہے بعض  
علامہ نے نوٹ کو مکہ بنانے کی کوشش کی اور نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کے  
ادا ہو جانے پر زور دیا تو اُس کے جواب میں مولانا مرحوم نے یہ مضمون ارقام  
فرمایا۔ اس میں مولانا مرحوم فرماتے ہیں :-

”میرا خیال یہ ہے کہ ایک روپیہ کا نوٹ تو واقعی مکہ ہے اس سے زکوٰۃ  
ادا کرنا درست ہے اور اس پر فقیر کا قبضہ ہوتے ہی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔  
باقی پانچ، دس، پچاس، سو اور پانچ سو روپے کے جتنے نوٹ ہیں وہ سب  
نہیں ہیں بلکہ رسید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے  
یہ شرط ہے کہ فقیر اُن سے کوئی عین خریدے جیسے کپڑا غلہ وغیرہ یا کھانسی  
بدلے خواہ سلوک روپیہ سے یا ایک روپیہ کے نوٹ سے کیونکہ ان نوٹوں  
پر عبارت بھی پڑی ہوئی ہے وہ مراحتہ اس کے سبب ہونے پر دال ہے۔  
سب کو ہونے پر دال نہیں۔ ایک روپیہ کے نوٹ پر ایسی کوئی عبارت نہیں ہوتی۔  
اس لیے کہ کہا جاسکتا ہے۔ رہا تھا مال سائل کو ہر زمانہ کا تعامل شرعاً ہی  
معتبر نہیں قرار دینا نہ تھا تعامل ہی معتبر ہے کہ وہ قرون خیر تھے۔ پھر یہ بھی  
دعویٰ ہے کہ مال ان نوٹوں کو رسید نہیں سمجھتے۔ بہر حال جن نوٹوں پر  
اس قسم کی عبارت بھی ہوئی ہے کہ بینک دولت پاکستان حاصل ہذا کو  
عذر ملے۔۔۔ روپے ادا کر لیتا وہ سب نہیں بلکہ رسید ہے اور انسان مکرر

یہ ہے کہ اس سند کو حکومت ہی سے ملے کر لیا جائے کہ وہ ان نوٹوں کو کفر  
دیتی ہے یا رسید؟ اگر سکہ قرار دیتی ہے تو اس قسم کی عبارتیں نوٹ پر مکہ بنانے  
دست بردار رقم لکھ دیا کہے اور پاکستان کا نام :-

قسطوں پر خریدی ہوئی مشینوں کی قیمت قرض ہے | مولانا مرحوم نے اس

سے بھی اختلاف فرمایا ہے کہ جس سے ملے ہدایہ کی ایک عبارت سے ثابت  
کرنا چاہا ہے۔ قسطوں پر خریدی ہوئی مشین کی قیمت کو اپنے ذمہ قرض نہ کہنا  
چاہیے اور میں نہ رایت سال پر ان کے پاس ہوسب کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے  
مشین کی قیمت کو جو ان کے ذمہ واجب الادا ہے اس میں سے منہا نہ کرنا چاہیے۔  
مولانا ارقام فرماتے ہیں :-

”حاسب ہدایہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب ایجاب و قبول میں مذمت  
ادائیگی اور قسطوں کا ذکر نہ ہو تو خریدار دوسروں کے ہاتھ مال یہ کہہ کر  
بیچ سکتا ہے کہ میں نے اسے میں خرید لیا ہے۔ قسطوں کے ذکر کی ضرورت  
نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ قسطوں کا ذکر نہ ہونے سے وہ مال  
دین اور قرض بھی نہیں ہے۔ جب اس کے ذمے قسطوں کا ادا کرنا  
شرعاً واجب اور ضروری تھا لازم ہے تو اس کے مدین و مقرض ہونے  
میں کیا شبہ ہے؟ البتہ یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ہر سال جتنی بھی قسط  
ادا کرنا واجب ہے اُس کو دین بھوکہ کر منہا کر سکتا ہے۔ ساری قسطوں  
کو منہا نہیں کرنا چاہیے :-

## الکر العوت

علاء الدین نے دہلی کے استقامت کے جواب میں مولانا مرحوم  
 اکر العوت کے غازی میں اقبال کے جوڑ کا فتوے اُس کے  
 فقہ دہلی کے ساتھ پہلی تحریر فرمائی تھے پھر اس کے بعد جب حضرت  
 مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ نے اپنے رسالہ اکر العوت کے شری، حکام کو  
 دوبارہ نظر ثانی فرما کر تب فرمایا تو اس کی موافقت میں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی  
 رائے کا جواب فرماتے ہوئے تحریر فرمایا "مگر غازیوں کو لڑو چیکر کا استعمال و شرطوں  
 جائز ہے ایک یہ کہ لڑو چیکر اپنے قسم کا ہو کہ نام کو اس کی طرف منہ نہ کرے کی ضرورت  
 نہ ہو کہ تو اپنے سر سے عمدہ صلیو کے منی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ کا استعمال نہ کرنا  
 کہ لڑو چیکر دونوں فیصلہ ہو جائے تو غازیوں کو مجبور نہ ہوگا۔"

یہ دفعہ آخر نے حضرت مولانا محمد امجد الدین صاحب کا مدعوئی سے زبانی دریافت  
 کیا کہ یہ حکومت کے بار میں غلامی کا حکم ہو یا ہے کہ اس پر نہ نہیں تو قرار  
 جائز ہے یا نہیں آپ کی کیا رائے ہے تو فرمایا کہ مولانا غفر اللہ عنہ صاحب کا کیا رائے  
 ہے میں نے عرض کیا کہ وہ تو جانور فرماتے ہیں پھر کیا کہہ سکتے ہیں وہ نہ فرمایا۔  
 وہ تو مولانا شرف علی صاحب کی زبان میں ہے۔

حکومت مسلمہ کے ریفریو پر غلامی کے بارے میں اس کے جواب کے جواب  
 شہر کیا ہے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ ہے کہ یہ ریفریو کے فیصلے  
 حاصل نہ ہوئے نہ فیصلوں میں کسی شرط تین داخل ہے اور ہر آدمی  
 کے بارے میں خبر کی کیا حیثیت ہے حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ :-  
 "فقہ دہلی و طلاق و طلاق و غیر ان کوئی ہو کہ شہر میں حکومت

کے تختہ سے ہوتا ہے اہل قری کے لیے ثبوت قرار دیا ہے۔ حکومت کا ریفریو  
 تو پورے چاروں طرف سے ہے کہ نہیں وہ احد صحت تھا یہ عندہ خالق ہے۔  
 حضرت مولانا مرحوم نے اس اعلان کی مدد کو تین دیگر اس دوسرے اور  
 غلامان کو بھی دور فرمایا۔ چودہویں سال ملک اسلام نے ریفریو کے ذریعے احد  
 رویت ہلال کی وجہ سے کٹر لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ کہتا ہے کہ جب ایک اسلامی ملک  
 میں رویت کو مٹا دیا ہو کہ اس کی رویت کو اس پر سب ملک میں عکس کر دیا  
 چاہیے۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔

(تفسیر) جس حکومت مسلمہ کے ریفریو ہلال کی کسی فیصلہ کا اعلان  
 وہ عندہ اس حکومت کی حدود میں ثبوت ہو گا باہر ثبوت نہ ہو گا۔ کیونکہ کتب  
 معانی الیٰ تعالیٰ ہی اس حکومت کے حدود میں ثبوت ہے باہر نہیں۔ واللہ  
 اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا مرحوم کی تنبیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلامان مذکورہ کے رفع  
 کرنے کے لیے یہ دفعہ بعد میں اخذت مطالع کے اعتبار دلی لکھنؤ کی ضرورت  
 باقی رہتی اور ہر حلیہ کے مذہب کے مطابق ہی کہ اخذت مطالع مطلقاً  
 غیر معتبر ہے یہ غلامان رفع ہو جاتا ہے۔

فولور کا شرعی حکم | آخر نے پاپلور بنوانے کی وجہ سے ہندوستان  
 کا اپنا سفر اس لیے متوی کر دیا تھا کہ اس کے  
 لیے نوٹ لکھنا لازمی تھا۔ اس کا تذکرہ حضرت مولانا مرحوم نے کیا تو حضرت  
 مولانا نے تحریر فرمایا :-

"عزیز من سلطہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! میں نے تو نہ فیصلہ پاپلور

بجلیات جس میں مکہ مدینہ، مصر، عراق، شام، ایران اور بلقان تک اسلامیہ کے ساتھ لندن، پیرس، امریکہ، برطانیہ، برما اور ہندوستان کو بھی شامل کر لیا۔ اصل نیت قرین شریعتیں کی تھی۔ یہ سب جتنا تھا اور نو نو دے دیا تھا۔ آپ بھی ایسی ہی کر لیجئے اور مسلمان کو مکہ مدینہ کے لیے تو پا سبورت میں شری ضرورت ہے۔

شرعی ضرورت کے لیے مولانا مرحوم نے فتوہ کی اجازت دی ہے مگر ایسا قانون بنانا جائز نہیں ہے جس میں فتوہ لازمی کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ جب ششماختی کا رد کی تجویز کا ذکر مولانا مرحوم کے ساتھ آیا تو میں میں فتوہ کو لازم قرار دیا جا رہا تھا تو اس کی مخالفت کا سختی کے ساتھ اظہار فرمایا اور لکھ کر کہ:

”ابھی طے نہیں ہوا اگر لفظ بڑا تو ہم مخالفت کریں گے۔“

فتوہ کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم کا نقطہ نگاہ اس سے واضح ہے کہ وہ ایسا قانون بنانے کو درست اور جائز نہیں سمجھتے تھے۔ نہ کی فتوہ سے فتوہ کو پھرنا پڑے۔ لیکن اگر ایسا قانون بنا دیا جائے اور سنت کے باوجود پاس کر دیا جائے تو پھر مجبوری ہے، قانون بنانے والوں کو اس کا گناہ ہو گا عوام مجبور و معذور ہیں گے۔

ابلیس کے مخالفانہ تحقیقی جواب

مولا تامر حرم نے آداب مجبوریت کے تہذیب اسباب المموردہ میں حضرت سید محمد امجد اور ابلیس کے اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے کہ ابلیس نے ان کے سامنے وسعت رحمت کی کئی شئی سے اس طرح استدلال کیا کہ حق تعالیٰ نے اس حکم کو عام کیا ہے کیونکہ لفظ حکم واحد کو حاجت ہے اور شئی بھی

سب حکمت میں بڑا کمرہ ہے اور میں بھی ایسی شئی ہوں تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہے۔ اس کے جواب میں حضرت سہیل نے یہ جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے پہلی آیت کو ایسی خاص صفات کے ساتھ عقیدہ کیا ہے جو اس کو عموم سے محال دیتی ہیں چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہے:

”فاسكنوا هذه البلد“ بقوله ”فان نزولاً الى ارض قنات“ (میں سے ثابت ہو کہ رحمت الہی حق تعالیٰ و اہل ایمان کے لیے مخصوص کر دی گئی ہے) تو اس پر ابلیس نے اس اور کہ لگا۔ اے سہیل! میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ تم اس درجہ جاؤں گے اور نہ یہ یہ گمان تھا کہ تم اتنا ہی علم رکھتے ہو۔ اے سہیل! تم کو معلوم نہیں کہ تعہد تہاب کی صفت ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی صفت؟

حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا اور شیطان کا منہ بند کرنے کے لیے مجھے کوئی رستہ نہ ملا۔ ابلیس کے اس مغالطہ کے جواب میں مولانا مرحوم ارقام فرماتے ہیں:

”میں کہتے ہوں کہ اس جگہ میں ملعون نے سنت مغالطہ سے کام لیا ہے۔ بات یہ ہے کہ تعہد کے دعوئی ہیں ایک یعنی امتیاز الی امکان والی میزان و اہلیات وغیرہ یا یہ واقعی ممکنات کی صفت ہے حق تعالیٰ اور ان کی صفات اس سے منفرہ ہیں اس تعہد کا مقابلہ استغناء ہے جو حق تعالیٰ کی اور ان کی صفات کی صفت ہے۔ دوسرے یعنی انفس ہاں میں کا مقابلہ عموم ہے۔ تعہد یا میں معنی صفات! یہ میں فی فہما تو واقع نہیں لیکن باعتبار تعلق بال ممکنات کے اس تعہد کا وقوع ذات حق میں ہو سکتا ہے کیونکہ تعلق حادث ہے تو اس درجہ میں صفات الہیہ کے انصاف بالتعہد پر کوئی اشکال نہیں ورنہ عموم

صفت ارشد عموم رتبت پر ہی اشکان جو گایز کے صفات بعید فی نسب تو کمال بذات حق ہیں اس درجہ میں ہیں علوم کمال مگر علم بھی درجہ تعلیق ہی میں ہے۔ پس جیس کے اشکال کا جواب ظاہر ہے کہ جس درجہ میں اس نے رحمت کو عام مانا ہے اس درجہ میں وہ تقید کے ہی قابل ہے اور جس درجہ میں تقید رحمت محل ہے اس درجہ میں عموم ہی جائز نہیں اور اگر مان لیا جائے کہ ایسی بھی وسعت رمتی کلاشی کے تحت میں داخل ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آئے کہ وہ آخرت میں بھی مستحق نجات اور مورد رحمت ہو گا کیونکہ وسعت رحمت کے تحقق کے لیے شیطان کا فعل رحمت و نیوہ ہونا کافی ہے نہ اور رحمت و نیوہ ایسی کو اور تمام کفار کو عام ہے جس کی بدولت ان کو نعمت وجود و حیات و رزق وغیرہ حاصل ہے۔

اس مسکت تحقیق اور حکماء و اندازہ جواب سے مولانا رحمہ اللہ کا معقول اور علم حکم میں بھارت کا اندازہ ہی ہوتا ہے اشاء اللہ ولا یموت علم عموم کے ساتھ علم معقول اور کلام میں بھی بڑی دستگاہ حاصل ہے اور یہ سب دلیل صاحبزادہ کاہنہ و غیرہ اکابر کا۔ شہناہ اللہ سبحانہ رحمہ نے یہی وقت نظری سے وہی اشکال البین پر مذکور کر دیا تو اس نے تقید صفات بعید پر مبالغہ دہی کے لیے کیا تھا کہ یہ اشکال تو عموم رحمت پر بھی وارد ہو سکتا ہے جس نے اپنے حق میں ایسی استدلال کر رہا تھا۔ یہ جواب ان لوگوں کے لیے بڑا ہی قابل قدر ہے جن کو گریہ کھڑے کیے ابحاث دقیقہ سے ساجد پڑتا رہتا ہے۔

مولانا رحمہ اللہ صاحب کا نہ ملوثی فرمایا کہ تھے کہ اگر ہو سکے تو مولانا اگر صاحب سے علم معقول میں کوئی رسالہ پڑھ لیں کہ کیونکر ہونا تھے حضرت

مولانا اثر علی صاحب سے پڑھا ہے اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا معقول ہونا مسلم ہے۔

اس جواب کے بعد مولانا رحمہ نے حضرت صاحب کے مدعا کے کھنڈہ اور جواب سے قاصر رہنے کی توجیہ بھی فرمائی ہے۔ یہ وجہ اکابر اور معنیات کے ساتھ علمین اور ادب کا غلبہ ہے کہ یہ عمل کرنا ہمارے ان حضرات کا خصوصی شہرہ رہا ہے۔

مولانا رحمہ فرماتے ہیں "اور ابنا حضرت اسماعیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر اس وقت مذاق تخریب و توحید کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ درجہ تعلیق میں بھی تقید رحمت کو امید سمجھتے تھے اس لیے ایس کے سامنے خاموش رہے۔"

آپ نے دیکھ لیا کہ کس کس اور ادب کا اکابر کو مولانا رحمہ نے کس طرح مٹوا رکھا درنا اپنے موقع پر اکثر دعویٰ کی صورت پیدا ہو کر سوائی اور بے ادبی کا بیٹھونا یاں ہونے لگا ہے۔ اعاذ باللہ منہ۔

تجربہ ایس اور اس کے من لظاظ سے محفوظ رہنا بغیر دستگیری خدا تعالیٰ ممکن نہیں وہ اپنے جال میں بڑے بڑوں کو پھنسا لیتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ واسعین العلم اور کاملین فی مقوی کو شیعان کے تسلط سے محفوظ رکھتے ہیں اور فقیہہ فی الدین اس کے مبالغہ میں نہیں آتا۔ اس لیے مولانا رحمہ نے بزرگوں کی وصیت ارقام فرمائی ہے کہ: "بزرگوں کی وصیت کی ہے کہ اگر کسی کی اہلیت سے عطا ہو جائے تو اس سے بظن کو بھی نہ کرے کیونکہ علم مبالغہ میں اس کو بڑی بھارت ہے بڑے بڑے عالم کو وہ ایسا مبالغہ دیدیتا ہے جس سے وہ کچھ میں پڑ جاتا ہے۔" (اسباب المودعہ)



تقریروں میں خوب کہنے لگی و سب بڑے بڑے مجلسوں میں وعظ و تقریر کرنے لگے یہاں تک کہ بعض مرتبہ ہر علم ہر خبر کے ساتھ جلسہ میں بھی شرکت مکمل ہوتی کے وعظ سے پہلے ہی عام میں مولانا مرحوم کا وعظ ہو کر تاقا اور حضرت مکمل حالت بخانی کے سفر سے عذر پیش کر جاتے کے بعد تو کئی مرتبہ ہر علوم ہر فن پر کے ساتھ جلسہ بڑے مولانا مرحوم کا وعظ ہی ہو کر تاقا تھا۔

**حضرت مولانا مرحوم کا معمول** حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا برا برا ہوتا ہے کہ وعظ و تقریر سے پہلے حق تعالیٰ سے اجازت حاصل کر کے یہ عرض کر دیتا ہوں کہ مجھے قول و عمل میں خلوص عطا فرمایا جاوے اور مجھے اور سب مسلمانوں کو جو مضمون نافی ہو وہ ہی محمد سبحان کوایا جائے۔

حضرت مولانا مرحوم کے ان پر خلوص کو عطا کرنے کے بعد اتر برنگہ نہایت اچھے اثرات ظاہر ہوئے اور بہت سے بہتر اثرات و فوائد حاصل ہوئے تھے۔ چنانچہ ذیل میں درج شدہ چند واقعات سے حضرت مولانا مرحوم کے عطا وعظ کے اثرات و ثمرات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مرتبہ بندی پر رنگوں میں مولانا مرحوم کی کئی کے علاوہ بہ تعزات کو وعظ ہی فرمایا کرتے تھے۔ وہ بارے کے بعد ملکہ کوئی دست بعد تھا مگر مولانا مرحوم کے کھٹا نہ طرز عمل سے متاثر ہو کر وہ خود بھی ناز کے پابند ہو گئے اور دوسرے ماسٹر وں کو بھی انہوں نے ناز کا پابند بنادیا۔

**وفاقی ناشر کا موفوف** مولانا کے زمانہ قیام رنگوں میں یہ وقت پیش آیا کہ ایک ہندو نے لکھنے کے ایک انبار میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی شان قدس میں گستاخی مضمون شت کر دیا۔ ملامت انہوں نے اس پر انجمن کے یہ حالت ہال میں مولانا فاضل خاں یثیم زید کے زیر سرایت جلسہ منعقد کیا۔ حضرت مولانا مرحوم نے اپنی جلسہ کی تقریر میں جو یہ یہ کہہ کر فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر سکتے ہیں تو میں اسی طرح بیٹھے رہیں گے اور آپ لوگ اس بات کا انتظار نہ رہیں۔ اس فقرہ پر ایک دم میں مجلس بکھڑا ہو گیا اور فقرہ تیسرے ہال میں منعقد ہوا جب مولانا نے فرمایا کہ اللہ اللہ مسلمان زندہ ہیں اب آپ چنانچہ اس میں مکتب دینا اور مدد ہونے دینا و بدینہ پیش کر دیں کہ کو باقی حق منظور کیا اور انجمنی روز بروز سے بڑھنے لگے اس ہندو نے اسی انجمن میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے مسلمانوں سے معافی مانگی۔ مجلس کے بعد مولانا فاضل خاں مرحوم نے کہا کہ مجھے آن معلوم ہوگا کہ خافانہ و یوں بھی یہاں بندہ اور جوش ہے کہ اس کے ایک فقرہ نے سارا جلسہ پیش میں بھی روک دیا مگر ہو گیا۔ میں تو ڈر گیا تھا کہ مولانا کہیں اس وقت جہاد کا حکم نہ دے دیں۔

**دوسرا واقعہ** رنگوں میں ہندو سہ ہزاروں کی ایک شیعہ پرانی بڑی خیال کی تھی وہ صوبہ ہند کے مجلسوں کو درہم درہم کر دیا کرتی تھی اس زمانے میں میں ہائی کلاس کے ایک ہندو نے اپنے سکول کے پرنسپل کے پاس سے کہہ دیا کہ یہ مولانا مرحوم کو دیکھو۔ مولانا نے اس کے فکرت جو انجمن مجلس ہوا اور اس میں شیعہ پرانی کے سرور و جہاد میں کوئی سنی طاقت نہایت کمزور ہے اس وقت میں چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور یہ سب خیال کے مسلمان اس میں شریک ہوئے۔ مولانا کی مکتب بریجی مکتب فکر کے منہج اور

دن نرس میں شریک نہیں ہوئے مگر وہ اس وقت رنگوں میں ہی ملبس  
میوہ خونی کر رہے تھے۔ اس جملہ کا بہت اچھا اثر ہوا اور بیڈ ماسٹر کو سکول بند  
کرنا پڑا اور یہ کہن چڑا کر جب تک علمائے اسلام اجازت نہ دیں سکول بند نہ ہوگا  
تین دن کے بعد پرنسپل کا پرچہ سکول کھولنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے آیا۔  
علمائے مشورہ کر کے چند شرائط کے بعد اجازت دے دی۔ ان میں ایک بڑی  
شرط یہ تھی کہ مسلمان بچے بائبل نہیں پڑھیں گے۔ بائبل کے گھنٹہ میں قرآن کریم  
تاریخ اسلام اور سیرت رسول علیہ السلام پڑھا کر دیں گے۔ دوسری بڑی شرط  
یہ تھی کہ بیڈ ماسٹر عام مسلمانوں سے معافی مانگے اور معافی نامہ اپنے بیگزین اور  
تقدم اخبارت رنگوں میں شائع کرے اور پہلے اپنے معفوں کے غلط ہونے کا  
اعتراف کرے اور اقرار کرے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی ساری عبادت وہ  
بے جواب شائع کی جاتی ہے یہ

یہ شرطیں منظور کی گئیں اور حضرت مولانا مرحوم نے حضور علیہ السلام  
کی معیض سوانح حیات لکھ کر سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام پر بھیج دیں  
سکول کو اس کی انگریزی بنانے کے لیے دی اس کو جب ماسٹر شین ہائی سکول نے  
معافی نامہ کے ساتھ اپنی طرف سے شائع کر دیا۔

حضرت حکیم امت تھا فوئی کا اخبار نوروشی جب یہ معفوں خواجہ نیر المصباح  
من یا تو فرمایا کہ یہ پادری بڑے سمجھدار معلوم ہو تا بہت کہ حضور علیہ السلام سے  
کہا کہ اس غفلت سے بیان کر رہا ہے کہ انگریزی خوان مسلمان بھی ایسا نہیں کر  
تے۔ مولانا مرحوم بھی نہ ہیل گراما میں رنگوں سے عقائد جھوٹے شریف لائے ہوئے

تھے مولانا نے عرض کیا کہ یہ معفوں تو میرا ہے اس نے اپنے نام سے اس کو شائع  
کیا بہت حسرت تھا فوئی نے خوش ہو کر فرمایا کہ تم نے تو اس کو مسلمان  
ایسا بنا دیا ہے۔

اس واقعہ کی برکت اس واقعہ میں پورے ایک سال کا کام چلائے دیوبند نے  
اس کی قیادت علماء نے اس میں کچھ حصہ نہیں لیا

اس لیے مشیخہ پارٹی سے رجوع ہوئے کہ اللہ کے نام پر تحفظ ناموس رسولی  
کے لیے جان دینے کو علماء دیوبند میں وسیلہ دیکھ کر دوسرے لینے کو یہ بڑے علماء  
نہ گئے بلکہ ایک واقعہ سے یہ پوری جماعت بدعت سے تائب ہو گئی اور  
مولانا دیوبند کا اعلان یہ سنا دینے لگی۔ جب کسی کو حقہ پر حکومت ہو ماسٹر کی مسائل  
میں مداخلت کرتی تو علمائے دیوبند اس کو دین میں مداخلت کرنے سے روک دیتے  
اندھے پارٹی ہر موقع پر علماء دیوبند کا ساتھ دیتی۔

قریبانی پر پابندی کا ایک واقعہ ایک مرتبہ مولانا نے یہ آرڈر دیا کہ  
بقریہ کی قربانی صرف پہلے دن اور وہ  
بھی گیارہ بجے دن تک ہو سکتی ہے اس کے بعد قربانی کا ناخن ہے اس پر علمائے  
دیوبند نے اجتماع کیا تو حکومت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا اللہ ہر موقع پر شیخی پارٹی  
نے بڑی جرات اور ہمت سے کام لیا۔

فرقہ بہانہ میں تبلیغ انھوں نے چالیس سال کے علم پر ایک سنی ولی نو نام  
کی بھی دیاں کے سارے علم بہائی مذہب قبول

کر سکے مگر بدھوئے تھے حضرت مولانا مرحوم نے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ  
اس سنی میں تبلیغ شروع کی۔ اس وقت سے یہ کیا تو ایک ہی سال میں وہ سب

جو کہ زمان سو گئے وقت ایسے مترہ آدمی اس فرقہ بہائیکہ رہ گئے ہیں جو کہ مرگ  
بہائیت امریکہ سے بڑی بڑی تلو تلو ہیں مگر بہائیت کو اس کی پر بڑا  
ناز تھا کہ ساری سنی کو انہوں نے شک کر لیا ہے۔ بعد ازاں کا فرقہ نک میں نہ گیا  
اور اسلام کو فن نصیب ہوئی۔

**پادری سے مناظرہ** مردانہ کے قیام رنگوں کے زمانے میں ملے ناگو ہیں  
ایک بڑا ناضل پادری جوتا تھا جس سے وہاں کے  
مسلمان مرعوب تھے۔ مولانا مرحوم نے وہاں پہنچ کر اپنے ایک انگریزی دوست  
مولانا ولی محمد صاحب کے واسطے سے اس کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں وہ  
پادری کا جواب دیا۔

مولانا مرحوم رنگوں ایک سال کے لیے تشریف لے گئے تھے مگر ایسی ہی بلی  
ضرورتوں سے وہاں مرحوم کو وہاں اڑھائی سال قیام کرنا پڑا۔

**ایک اور پادری سے مناظرہ** حضرت مولانا مرحوم کو زمانہ دل میں ہیں  
اپنے ناموں حضرت خدو غوثی کو طرح ہی

منظرہ کا بہت شوق تھا اور اہل علم سے بھی کمال ترغیبوں اور ان کے  
مذہب سے بہت نفرت تھی۔ اسی لیے جب کہ مولانا ولی محمد گریزی سے  
بہت نفرت تھی، انہیں بڑا گریزی کیا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت کے ساتھ جیسا  
کے کا وقت وہاں نہ تھا۔ پادری نے کہا کہ مولانا قیام قیام میں جمعہ کے  
بہانہ میں جا رہے تھے۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں نے یہ سوچ کر کہتی تھی کہ اس سے  
جس اور یہاں سے جہ زری اور حضرت کا ہمارا بڑا بیٹا اندازتہ جو رہا  
ہے۔ اس کا بہت شعر یہ ہے۔

کے ساتر ان کل من عبد المسیح  
اس لیے مولانا کو اپنے صاحب مئی کے زمانہ ہی میں انگریزوں سے نہ ہر کہ  
کا شوق تھا چنانچہ کالجور میں ایک پادری نے جسے روم مولانا کی کیفیت  
بجلا دیان پر شامت کرنے کا قصد کیا تھی۔ مولانا اس زمانے میں جہان معلوم  
کا پور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مولانا کا یہ عرض سن کر مولانا اپنے پند  
سامعینوں کے ساتھ اس کے ساتھ گیا اور اس کے ساتھ اس سے سو رت کر کے  
اس کو تباہ کر دیا۔

**ایک اور پادری سے مناظرہ** مولانا سے پادری سے ایک سو رہا تھا کہ اصل نہیں  
تو آپ کے جس ہے میں صرف اس کے ترجمہ ہیں۔ اور  
مفسر ہوں کہ حال معلوم نہیں۔ مولانا سنو تو چاہتے توں تریوں کے صیغہ  
ہونے کا کہتے کہ کیا ہے؟ پھر مولانا کو دھڑک دھڑک کر جواب دیا کہ خدا تعالیٰ  
تیب در یک لمحہ ہے۔ اس پر پادری کا جواب دیا کہ مولانا کہ اس کا جواب کس  
وجہ سے مجھ سے؟ اس کے جواب میں مولانا نے کہا کہ مولانا کہ اس کا جواب کس  
اس جہ میں یہی نہیں ہونے کا غلط کہتا ہے۔ مولانا پادری کے اس جواب کو  
دیکھ کر اس مسلمان نے بھی حیرت میں نہ آئے۔ جواب دے دیا اور کہا کہ  
”جب ان سوالوں کے جواب سے میرا دل مطمئن ہو گا تب  
دیکھا جائے گا“

اس پر مولانا کے مقلد مولانا نے غرہ کہہ کر دیا کہ اس پادری کو بڑی  
وقت درود سنی کا سامنا کرنا پڑا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی کو مناظرہ کا چیلنج  
آیا تو نہ ہاں نہ نہ اس سے گفتگو کرنے

کے لیے اس کی قلم گاہ پر پہنچ گئے۔ مولانا کی طرف سے ابھی مولوی غلام سرور قادیانی  
مبین کے ذریعے ختم نبوت کے مسند پر مناظرہ کا پیغام پہنچا یا ہی جا رہا تھا کہ نمایاں  
بشیر صاحب بھی آ گئے۔ اب ان کو براہ راست مناظرہ کے لیے آمادہ کر کے کسی کوشش  
کی گئی مگر انہوں نے مناظرہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کسی طرف مناظرہ کے  
لیے آمادہ نہیں ہوئے اس پر مولانا کے ہمراہی نعرہ نگار کے ساتھ ساتھ ختم نبوت  
زندہ باد، ننگ ختم نبوت مردہ بار کہتے ہوئے ان کی قیام گاہ سے واپس آئے۔

حیات مسیح پر مناظرہ  
ہر جانا ہوا۔ وہاں سمارت پور کے ایک ماہر قادیانی

ہو گئے تھے وہ مولانا سے کہنے لگے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود  
کہتے ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ مولانا نے فرمایا وہ غلط کہتے  
ہیں۔ مسیح موعود آسمان سے نازل ہوں گے وہ بلبل مر رہے رہا ہوئے تھے۔  
اور آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ مرزا غلام احمد جسے خود کج ہے ہو سکتے ہیں؟ وہ  
کہنے لگے کہ میں علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں آسمان پہ نہیں آیا۔ اور میں اس کے  
ظہور کا وعدہ صریح میں کیا ہے وہ نہیں سیکھو گا۔ مولانا نے فرمایا یہ تائید  
سراسر غلط ہے کیونکہ میں علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا قرآن سے بھی ثابت ہے  
اور احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور آئینہ کا اس پر انما ہے۔  
اس کے خلاف جو تاویل ہوگی وہ رد ہوگی۔ دیر تک گفتگو ہوئی جس پر وہ  
تہ ہر لہزہ جواب ہو گئے۔

اہل حدیث سے گفتگو اور ورتوں  
کے قعدہ اولیٰ کا ثبوت

طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ

مولانا مرتبہ ہوئے تعلیمی و معاشی

پارسی کے وہاں عالمگیری مسجد

اور دیگر مقامات کو بھی دیکھا پھر پارس سے مولانا انعام کو روانہ ہوا وہاں پر جن  
صاحب کے حکم قیام ہوا کہ انہوں نے انہوں نے اپنے کو حقیقی ظاہر کیا ہوا تھا مگر وہاں جا  
کر معلوم ہو کر وہ اندر بیٹھ گئے۔ مولانا احسان کی مسجد میں اپنی نماز پڑھتے رہے  
ایک دن اتفاق سے انہوں کی مسجد میں تیراویح پڑھ رہے تھے تو مولانا نے میزبان کے  
ساتھ ان کی مسجد میں نماز عشاء پڑھ لی وہاں نماز عشاء دیر سے ہوتی تھی۔ یہ  
لوگ تیراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں۔ مولانا نے گھر پر اگر قبیلہ تیراویح پڑھ کر لی  
اور نماز وتر کا اعادہ کیا۔ کیونکہ یہ لوگ وتر میں درمیان کا قعدہ نہیں کرتے ان  
کے مولوی صاحب نے دیکھ کر کہہ دیا کہ تیراویح پڑھ کر کیا تمہارے بیچے آپ کا وتر بھی نہیں  
پڑھا؟ مولانا نے کہا آپ نے درمیان قعدہ نہیں کیا اور ہمارے یہاں درمیان قعدہ  
واجب ہے اس لیے میں نے وتر کا اعادہ کیا ہے وہ کہنے لگے کہ  
اس کے وجہ کیا کی دلیں بہتہ؟ مولانا نے کہا کہ میں کراس پر گفتگو ہوئی۔

میں کو دیکھا کہ میزبان نے ایک بڑی میز پر نبوت کی کتابیں جمع کر دیں کہ  
وتر میں قعدہ کے وجہ کی دلیں بتانے کے لیے جس کتاب کی ضرورت ہو وہ  
موجود ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے مسلم شریعت دے دی جائے اس میں باب  
کیفیتہ الصلوة سے حضرت عائشہ کی روایت کی کل رکعتیں التعمید (بہر دور رکعت پر  
التعمیات ہے۔ دیکھا کہ مولانا نے فرمایا کہ جب بہر دور رکعت کے بعد التعمیات کا ضروری  
ہونا اس حدیث سے ثابت ہے اور التعمیات قیام میں نہیں ہو سکتی تو عدویٰ میں ہوئی ہے



ہی بھائی رائے پاس ہو گئی۔ اس طرح حضرت مولانا مرحوم اور دوسرے علمائے حق کی کوششوں کی بدولت ہر ماہیں اسکولوں میں طلباء کے لیے قرآن اور دنیا کی تعلیم کی تجویز پاس ہو گئی۔

حضرت تھانویؒ کے مواعظ کو ضبط تحریر میں لانا اس طرح زبانی مولانا کے ذریعے تبلیغ

احکام کے علاوہ مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بہت بڑا تبلیغی کارنامہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صد ہا مواعظ کو ضبط تحریر میں لانا اور قلمبند کرنا ہے جن سے مخلوق خدا کی بہت بڑی تعداد آج تک فیض یاب ہو رہی ہے اور ہزاروں گم گشتہ راہ لوگوں نے ان سے راہ ہدایت اور رہنمائی حاصل کی ہے۔ مولانا مرحوم علیہ الرحمۃ کے لکھے ہوئے ان مواعظ کی صحیح تعداد کا معلوم کرنا بہت دشوار ہے مگر اتنی بات یقینی ہے کہ ان کی تعداد سیکڑوں سے تجاوز ہے۔

تبلیغ مواعظ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کے سلسلہ میں دوسرا کام حضرت مولانا مرحوم نے فراموش کیا نہیں اور

دوسرے حضرات کے لکھے ہوئے مواعظ کے ساتھ ساتھ ان کی خدمت کا بامقام دیا ہے۔ چنانچہ جب مایہ ناز علامہ صاحب دہلوی کی درخواست پر تبلیغ و وعظ کا انتظام کیا گیا تو اس کام کے لیے مولانا کا انتخاب کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا کو اس کے لقب سے نوازا تھا لہذا یہ تھے:

”عمود و شجرہ کے بعد مولوی غلام احمد سہروردی کو جو یہاں کی جماعت میں

اس وقت احسن اسکاتین ہیں تجویز کیا گیا۔

(التمہ وجب و شہادہ)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۷۲ احکام کی تفسیر و تبلیغ اور ان کو ضبط تحریر میں لانے کی یہ خدمت مولانا مرحوم نے جن حق و غوثی کے ساتھ انجام دی اس کو ان مواعظ کے بڑے شہسوار نے ہی اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ حضرت مولانا مرحوم حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ کو صرف ضبط تحریر ہی نہیں کرتے بلکہ ساتھ ساتھ ان کے اجمال کی تشریح اور تفصیل بھی کرتے جاتے ہیں اور یہاں ہونے والے شبہات کو بھی حضرت تھانویؒ کی خدمت عالیہ میں پیش کر کے حل کرا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ خواہی میں جا بجا دقیق و عینی تحقیقات علیہ اور سوال و جواب کا جو اعادہ کیا گیا ہے وہ مولانا کا بڑا قابلِ قدر کارنامہ ہے۔

فرق حضرت مولانا نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ کی تشریح و توضیح کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے علوم کے شارح و مفسر کے منصب علیہ کی ذمہ داری کا پورا پورا حق ادا فرمایا ہے۔ اور اس طرح آپ کی یہ عمومی حیثیت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ظاہری و باطنی کے آپ ہی بہترین شارح و مفسر تھے۔ اور آپ کے علوم و مدارات کو دوسروں تک پہنچانے اور ان کی اشاعت عام میں مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ صرف آپ ہی کا حق ہیں۔



نہیں کرتے تھے۔ بلکہ شرکت مفاربت سے کاروبار کرتے تھے۔ اور اس میں اتنی برکت تھی کہ آج کل اس کی نظیر غلامان میں ہے تو دشوار ضرور ہے۔

**ایک تاریخی واقعہ** تاریخی واقعہ ہے کہ بغداد سے ایک تاجر بہت سے جہاز لے کر تجارت کو چلا تو اس کے دوستوں اور تاجرانہ داروں نے اپنا اپنا مال بھی اس کو دے دیا کہ اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کر لو اور جو نافع ہو گا وہ آدھوں آدھا تقسیم کر لیا جائے گا۔

اس وقت ایک بڑھیا بھی کھڑی تھی جو اس تاجر کی قرابت دار تھی۔ تاجر نے ہنس کر کہا کہ اماں تم بھی کچھ تجارت میں لگا دو۔ اس نے پوچھا کتنے نفع ہونے کی امید ہے؟ اس نے کہا کہ ہر چہ جینے میں دو گنا ہو جانے کی امید ہے۔ اس بڑھیا نے ایک دوپہ نکال کر دست دیا کہ میری طرف سے یہ لگا دیتا۔

تاجر نے دوپہ جیب میں ڈال لیا۔ بارہ سال کے بعد واپس آیا اور سب لوگوں کا حساب کر دیا۔ مضمین بھی پتہ پتہ تو اس نے اپنے منہ سے کہا کہ:

”بڑی لی کو پانچ ہزار روپیہ دے دو۔“  
بڑھیا نے کہا: ”یوں نہیں تو حساب سے لوں گی۔ حساب کے برابر نفع دو۔“ تاجر نے منہ سے کہا:

”اں کو ڈھائی لاکھ روپیہ دے دو۔“

بڑھیا خوش ہو کر چلی گئی۔ منہ سے کہا ”آپ نے بڑی لی کو تین دیکھا۔“  
تاجر نے کہا ”میں نے اس کا روپیہ تجارت میں لگا دیا نہیں تھا۔ دوسری بیب میں پڑا رہا۔ اگر تجارت میں لگاتا تو حساب سے اس کا حق اس سے بھی زیادہ ہوتا۔“

کیا آج اس کی نظیر مل سکتی ہے کہ ایک روپیہ سے بارہ سال میں اڑھائی لاکھ روپیہ بنتا ہو جائے۔ یہ اجماع شریعت کی برکت تھی اور سود سے بچنے کی۔

تلف غنی خاں صاحب نے مولانا رحمہ کی اس گفتگو کے بعد اپنی اچھی تقریر میں اعتراض کیا کہ مسلمانوں کو سود سے بچنا چاہیے اور شریعت کے موافق شرکت مفاربت کرنا چاہیے۔

(انوار النظر ص ۱)



## باب پنجم

### مولانا مرحوم کی اصلاحات

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے طویل تعلیمی تجربے اور مدت تک اصلاحی اور تبلیغی کام کرنے کے بعد ایک ماہر تعلیم و تبلیغ کی حیثیت سے علمی و تبلیغی شعبوں میں کام کرنے والوں کے لیے بعض مفید اور کارآمد اصلاحات اور مشورے بھی دیتے ہیں۔ اگر ان اصلاحات اور مشوروں کو ہمیشہ نظر رکھا جائے تو امید ہے کہ مدارس و فقیہ اور تبلیغی اداروں کے فوائد و اثرات کو جو وہ حالت کی نسبت سے کہیں زیادہ بہتر صورت میں برآمد ہو سکتے ہیں اور جس طرح ان اصلاحات کو مدنظر رکھ کر اور ان پر عمل پیرا ہو کر تعلیمی اداروں سے فائدہ اور نفع بڑا لیا جاسکے گا۔ اس لیے اس وقت مدرسہ و تبلیغ اور ماہرین کی اور نفع و منفعت مہیا ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مدارس و مدرسہ کے لیے علمی کام کرنے والوں کے کاموں کا مدد بھی زیادہ مفید صورت میں سامنے آسکتا ہے۔ ذیل میں حضرت مولانا مرحوم کی بعض اور تبلیغی شعبوں میں اصلاحات کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں۔

تعلیمی اصلاحات | حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک علوم شرعیہ میں قابلیت و مہارت پیدا کرنے کے لیے مدارس و مدرسہ میں ضروری

درس و فن کی جتنی کفایت ہے اس لیے اس اصناف میں کوئی تبدیلی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مدرسہ عربیہ کے موجودہ طریقہ تعلیم کو بدلنے کی ضرورت پر حضرت مولانا

فرمودہ زور دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مرحوم کی اصلاحات کا درجہ ذیل ہے:-

۱۔ علم دینی کتابوں کو کافی اور شہرت دینی کے لیے پڑھایا جائے۔  
۲۔ ادبیاتی کی کتابوں کو درجہ اول کے لیے پڑھانے کا دستور ہو گیا ہے۔ یہ اچھا نہیں اس لیے کہ دینی زبان پر حاوی ہونا کتب خانہ اور تعلیم و تدریس کی کتابوں میں پڑھنے سے پہلے ضروری ہے۔

۳۔ علم ادب پڑھانے کے ساتھ اردو کی عربی و فارسی کی اڑو و بابت کی مشق بھی کرنی ضروری ہے۔

۴۔ فکر کی کتابوں کی تعلیم کے ساتھ تو سنی نوبی کی اور علم حدیث پڑھانے کے ساتھ غلبہ کو حفظ و تبلیغ کی مشق بھی کرائی جائے۔

۵۔ علم منطق اور فلسفہ کی کتابیں زیادہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی اتنی مقدار پڑھائی جائے جس سے تفسیر میں کے علم کو کم کو سمجھنے کے لیے قیادت پیدا ہو جائے۔ کیونکہ تفسیر میں کے علم کا کوئی پڑھنا ضروری ہے اس میں فلسفہ و یونان کا رد کیا گیا ہے اور سنی اصلاحات سے بہت کام لیا گیا ہے اس لیے کسی تفسیر میں منطق و فلسفہ قید سے واقف ہونا ضروری ہے البتہ منطق و فلسفہ کے زائد کتابیں حدیث کے علم تفسیر اور علم تاریخ کی کتابوں کا اضافہ کیا جانا چاہیے۔

۶۔ قرآن کریم کا ترجمہ جالبین سے پہلے ضرور پڑھایا جائے۔

۷۔ چونکہ سرکاری مدارس کی تعلیمات و تربیتی نتائج کامیاب نہیں مقرر ہوئے اگر درس و تدریس کے ساتھ غلبہ کو سرکاری مدارس کی تعلیم بھی دی جائے

تو تجربہ ہے کہ وہ درس نظم پر توجہ نہیں کرتے۔ مدرسہ عالیہ اور  
ڈھاکہ یونیورسٹی میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے اس لیے درس نظم اسی  
پڑھانے کے زمانہ میں انگریزی کی تعلیم نہ دی جاسکے۔ البتہ درس  
نظم اسی سے فارغ ہونے کے بعد جو طلباء سرکاری تعلیم حاصل کرنا  
چاہیں حاصل کر لیں۔ اگرچہ تجربہ یہ ہے کہ بعد میں سرکاری امتحان لینے  
والے بھی معلوم شرعیہ میں ترقی نہیں کرتے۔ الاماشا، اللہ اکثر وہ بھی  
سرکاری مدارس کے پکڑے ہیں بجا رہتے ہیں اور اس طرح ان کا علمی نفع  
محدود اور علمی ترقی بند ہو جاتی ہے۔

۷۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں بغیر تدیس کے علم  
مستحکم نہیں ہوتا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ قاضی کو بھی چاہیے کہ عہدہ  
فقاہ کے ساتھ درس و تدیس کا سلسلہ جاری رکھے تاکہ علم پختہ  
ہو جائے۔ (انوار المنظر)

۸۔ مشکوٰۃ شریف کے طلباء اور حضرات مدرسین کے لیے سخت مولانا خرم  
کا ایک مفید مشورہ یہ بھی تھا کہ مشکوٰۃ شریف کے برابر اس کے ساتھ  
بطون فضل رابع کے اعداد السنن کے متن سے لے کر احادیث نویدہ  
خفیفہ کو تبحر کے ان کو جتنا سمجھنا چاہتا ہو یا کیا کرے۔ اس طرح  
مشکوٰۃ شریف میں پڑھنے والے طلباء کو ہر بات میں خفیفہ کے دلائل  
کا بھی ساتھ ساتھ علم ہوتا رہے گا اور احادیث متن کی ثمرات کو  
حضرات غفار مدرسین اعداد السنن سے معلوم کر سکتے ہیں اعداد السنن  
سے طلباء اور علماء کے لیے استفادہ کرنے اور اس کے فائدہ کو

عام کرنے کی یہ بہترین عورت ہے امید ہے کہ اگر باب مبارک عربیہ  
اس پر توجہ فرمائیں گے۔

۹۔ حضرت مولانا مرحوم کا خیال تھا کہ دلائل حدیثیہ کے بعد دلائل قرآنیہ  
جمع ہو جائیں اور اس کے بعد مسائل اجماعیہ جمع ہو جائیں تو مذہب  
حنفی میں قیاسی مسائل کی تعداد بہت کم رہ جاتی ہے اور محدث ابن  
المنذر کا کتاب الاثرات میں جو مسائل اجماعیہ کا بڑا ذخیرہ  
جمع ہو چکا ہے بخلاصہ المنفی لابن ابی قحامہ سے ہر بات میں مسائل  
اجماعیہ معلوم ہو سکتے ہیں۔

ذیل میں مولانا کے مضمون دینی مدارس کے انحطاط کے اسباب  
سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:-

۱۰۔ افسوس کہ اب مذہبی قوی مدارس عربیہ کے غلبہ بھی مولوی فاضل پس  
کرنے اور سکولوں کالجوں میں مسلم دینیات پڑھنے کے لیے علم حاصل کرتے  
ہیں۔ علم کو علم کے لیے اور اندر کی رضا کے لیے علم حاصل کرنے  
والے کم ہیں۔

۱۱۔ العلم لا یصلح بحضہ حتی تعلیہ کلک۔ آج کل طلبہ میں یہ  
جذبہ نہیں رہا۔ زیادہ وقت فضول قصوں میں ضائع کرتے ہیں اور  
مطالعہ کلمہ اور کتب مینی بہت کم ہے۔

۱۲۔ ہمارے بزرگوں کو طلباء کی صرف درسی تعلیم کا اہتمام نہ مقابلہ  
دینی و اخلاقی اصلاح کا بھی اہتمام تھا۔ بزرگوں کو اس کا اہتمام ہو  
طلباء اہل اللہ کی زیادت و محنت سے مستفید ہوں۔ طلبہ ایام تعطیل

و صفات وغیرہ میں بلکہ ان کی صحبت میں گزاریں۔ ان کی کل عبادت بہت  
اولیاء اللہ کا ہوا تو ہم مجبور ہو گیا۔

ہمارے اطراف ملک کو جن میں رہتے تھے کہ ایک وقت  
ان کی نصیحت و اصلاح کی ضرورت تھی کہ اس وقت طلبہ اپنے اساتذہ  
کے مفوضات سے تعمید ہوں۔ ان کے شادستہ بزرگوں کے ہوا غلو  
مفوضات ان کے سامنے پڑیں۔

(۱۲) رجب ۱۳۳۵ھ (بلاغت ماہ شوال ۱۳۳۵ھ)

عمومی صحت معاشرہ کے لیے حضرت مولانا مرحوم کے  
تعلیمی اصلاحات نزدیکی جماعت تبلیغی میں شامل ہونا بہتر اور مفید ہے۔  
چونکہ انوار الفکرین فرمایا ہے کہ صحت معاشرہ کے لیے میرے نزدیک جماعت  
تبلیغی میں شامل ہونا بہت مفید ہے۔ انوار الفکرین اپنے صحیفہ انوار  
فرمانے کے علاوہ حضرت مولانا نے اپنے شجرہ طیبہ میں بھی اس جوہر صحت کے  
بار میں حسب ذیل الفاظ میں اپنے توفیق کو نصیب فرمایا ہے۔

”جماعت تبلیغی جس کا مرکز خانہ کعبہ الدین و دنیا ہے۔ بہترین جماعت ہے  
بشر کے اصول کے موافق غلو سے پرہیز کرتی ہے۔ نیز اسے طرہ تہذیب  
دوم میں اس جماعت کے کام کی تہذیب اور حسن بات بات اچھی ضرورت کو  
دیا گیا ہے اور جن خاندانوں کی تعمیر کی ضرورت تھی ان پر تکیہ بھی کر دی گئی  
ہے۔ یہ صحت ہے جو کہ جماعت نے مستقل میں قائم کر دیا ہے۔ ان کو دیکھ  
جائے اور اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کیا جائے۔

(شجرہ طیبہ ص ۷۷)

متمم بنامت میں شامل ہوئے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرنے  
کی صلاحیت کے لیے حضرت مولانا نے کبھی کبھی اپنی جماعت اور اس پر کبھی کبھی  
ہدایت نہیں فرمائی مگر اس کے ساتھ ساتھ کسی عام و عامہ کی صحبت کو بھی  
ضروری قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں ”جماعت کو جو  
میں تحریر فرماتا ہے کہ کسی ایسا دلدار، تمام بات کی صحبت نہ کرے کہ اس  
خاطر جو ناجی ضروری ہے۔

بہتر ہے کہ اس بات سے ایک صاحب نے اپنے خط میں تبلیغی جماعت  
کے لیے ”جماعت تشریف کی کتابت حضرت مولانا سے کی تو حضرت مولانا نے تبلیغی  
جماعت کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے اس جماعت کے بعض لوگوں کے  
غلو و تشدد و غیرہ بات کی قابل اصلاح غلطیوں پر ان الفاظ میں تہذیب فرمائی:  
”میں نے اپنے سفر نامہ تجارحتہ دوم میں تبلیغی جماعت کی بعض غلطیوں  
پر تہذیب کر دی ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ کچھ وغیرہ پر زور دینا  
غلو اور تشدد ہے۔ (بلاغت)

مذکورہ شکایت ہمارے جماعت تبلیغی کے اس طرز عمل کا ذکر کیا گیا تھا  
کہ حقوق العباد میں کوتاہی اور حق تعالیٰ کا غفلت ہونے لگا بعض اوقات غلو  
ہونے کا جو وجہ دینے اور باہر ناس کے لینے ضرور دیا جاتا ہے  
اور یہی بیوقوفوں کے حقوق و آزادیوں کا نقص ہے۔ وہ کہے بغیر تہذیب دینے پر مجبور  
کیا جاتا ہے تو حضرت مولانا دوم نے جماعت کے اس طرز عمل کو غلو اور تشدد  
سے تہذیب کر کے اس کے ساتھ ہی آپ کی تہذیب و حق طرہ اصلاحات اہل  
طہارت نے یہی جماعت کی طرف اس غلو اور تشدد کو مٹوایا ہے۔

یہ فرما کر کہ بہ حال سب لوگ ایسی غلطی نہیں کرتے بلکہ جماعت کے سرپرست  
ایسی غلطیوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں غلام کا اعتبار نہیں لیں اور  
جماعت کی طرف سے حق دفاع اور فرمایا اور پھر کی جماعت کی طرف  
اس غلام اور شہر کے انتساب کی نفی فرمادی۔ حضرت مولانا محمد علی طرغ  
حضرت حکیم الامت تھانوی کو بھی تبلیغی جماعت کے بارے میں اطمینان دہانے  
کی کوشش فرمائی تھی جس کا ذکر مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب  
”حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت میں اسطرن کیا ہے :-  
”مولانا تھانوی کو ایک بے اطمینانی یہ تھا کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ  
تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے؛ لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے بتایا  
کہ یہ تبلیغی ان چیزوں کے سوا ہر کام میں کامیاب ہے اور کسی چیز کا ذکر نہیں  
کرتے تو مولانا کو مزید اطمینان ہوا۔ (صفحہ ۱۷)

لیکن اگر کسی وقت یہ جماعت اپنے اصولوں سے بہت حد تک ابدان  
خائیروں کی اصلاح کی طرف بھی توجہ نہ دے سکیں یہ اس کو متاثر نہ کرے کہ وہ  
پھر اس سے وہ مقام اور فائدے کیسے حاصل کر سکتے ہیں کہ  
تذکرہ مولانا محمد علی نے اپنی تحریروں میں لکھا ہے کہ جب یہ جماعت  
اور اس کے بانی تبلیغ کے بنیادی اصول سے ہلکے نہ ہوں گا ان کو ٹھکرایا جاتا  
ہے دوسری چیزوں کا ذکر کرنے میں تو حضرت تھانوی کو بھی نیا درجماعت  
اور اہل جماعت پر اطمینان حاصل ہو، عقائد و فرائض پر توجہ رہتی ہے  
جیسا کہ مولانا بکھرت دین نے اس باب کے تحت کہنے والی عبارت میں  
نے ان کے اہل کو جاننے والی رکھ دیا ہے اور ہم تبلیغی اور امر اور نہر کے

غیر متعلق باتیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور اکثر دلی مشاعرہ  
علم کی حد سے گزر جاتے ہیں چنانچہ جماعت کے سرپرست اور مددگاروں کو بھی  
اس کا احساس ہے اور حضرت مولانا کے اس ارشاد گرامی کی تائید و توثیق  
کے سرپرست ان غلطیوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں اس سے بھی ہوتی  
ہے کہ جماعت تبلیغ کے موجودہ سرپرست حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا  
کا مدد ملتی مدد سے بھی اپنی کتاب ”جماعت تبلیغی پر اعتراضات کے جوابات  
میں بعض افسانہ و جانت کی ایسی مثالوں پر جواب دیا ہے کہ جماعت چنانچہ آپ  
مفروض کو چاہے بلکہ کی اجازت نہیں دیتے اور لکھتے ہیں:

”جو لوگ اپنے مفروض ہونے کا مذکر کرتے ہیں اگرچہ یہ ناکارہ خود  
کبھی اپنے لوگوں کو جو جملہ فرض یوں یا فرض لے کر جاتے جانے کی اجازت  
نہیں دیتا تا وقتیکہ اور ایسی فرض کا کوئی با اعتماد ذریعہ معلوم نہ ہو جائے“  
(صفحہ ۱۷)

ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت شیخ نے تحریر فرمایا :-  
”آپ نے جو بات لکھی ان کے لحاظ سے میرے نزدیک چل رہا جاتا  
پر غرض صاحب نہیں بلکہ گھروں کی مساعی خبر گیری اور فرض و اہل کو فرض اور کرنا  
بہت ضروری ہے“ (صفحہ ۱۷)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کے نزدیک  
حقوق العباد کی اور تبلیغی چل رہا جاتا ہے اہم اور مقدم ہے بلکہ چل رہا  
آپ نے بالکل واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ:  
”مجھے دو چیزوں میں خاص تعلق ہے ایک یہ کہ جن کے ذمہ حقوق العباد

ہوں وہ ختم ہیں۔ دوسرے یہ جو کسی شیخ سے منسلک ہوں اور شیخ کی طرف سے اجازت ہو وہ ہرگز بغیر اجازت کے شریک نہ ہوں۔ (ص ۳۵)

دوسرے تمام پر فرماتے ہیں:

”یہ نامکارہ خود کو لمعاصب کی اجازت کے بغیر جانے کی اجازت نہیں دیتا۔“ (ص ۳۵)

حضرت شیخ کے ارشادات گرامی کی روشنی میں دینی درگاہوں سے منسلک مدرسین و طلباء کے لیے جامع بات وجود ہے کہ دینی درگاہ یا استاد کی طرف سے اجازت نہ ہو تو ہرگز جگہ میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ اب جو لوگ گھروں کی معاش یا ادارہ و قرض کا انتظام کے بغیر بلکہ قرض لے کر چلے دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور ضمانت ہوں یا دینی درس گاہوں کے اندر ذکر و مشغل میں مصروف و تعلیم و تعلم میں مشغول و مکرین و طالبین کو بے دینی مشاغل ترک یا مؤخر کر کے چلنے لے جانے پر زور دیتے ہیں ایسے لوگ ایسا جماعت کے لیے بہتوں کی مرضی و منشا کی مراد قرار دے کر دینی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اسی طرح کوٹا منظور احمد صاحب نے بھی تبلیغی جماعت کے اس طریقہ عمل کو کہ ہر کس و دانس کو اپنا کر کے لیے کھڑا کر دیا جاتا ہے نقد و قوت کے لائق قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

”یہ تبلیغی عام طور پر جو جگہ سے عام مجوس ہیں ایسے جوں کو بات کوئی کے لیے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو جس کے الٹ نہیں ہوتے بلکہ اس کا مرتبہ انچی عن واقف بھی نہیں ہوتے اور وہ بات کہ جس میں اپنے علم کی حد کی پابندی

بھی نہیں کہتے۔ واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں اور یہ بات کام کے ذمہ داروں کے لیے بالخصوص بہت فکر و توجہ کے لائق ہے۔

(تبلیغی جماعت پر افسریت کے جوابات ص ۳۶)

غرض حضرت مولانا رحمہ نے جماعت تبلیغی کے ساتھ وابستہ لوگوں اور معترضین دونوں گروہوں کو راہ اعتدال و جہان پر کاغذ بننے کی تلقین کا فرض ادا کر کے ساتھ جماعت کے قابل اصلاح پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا اور اس کے ان پہلوؤں سے بھی صرف نظر نہیں فرمایا۔

تیسرا عام مسئلہ اول پر تبلیغ عام کاغذی ہونا آفات کرتے ہوئے ایک مقام پر مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”تبلیغ احمدی من ملاء ہی کے زیر نہیں بلکہ ہر انسان کے ذمہ ہے جس شخص کو مبتلا علم جس کام کا دل سے اس کو دو دوس نک پینا یا اس کے ذمہ فرض ہے اسی طرح جن کاموں کا لگنا ہو نا معلوم ہے انسان کو ہونا اس شخص کو بتلایا جائے جو تین میں مبتلا ہے۔“ (رحمت القادر)

لیکن ص. او کوام کہ تبلیغ کا طریقہ ایک ہی طائر کا نہیں ہے اور علماء کی طرح ہر شخص کو وہ لکھنے کے لیے کھڑا کر دینے کا طریقہ قابل اسد ہے حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں:-

”ایسے عام لوگوں کو کو غلطی کا مرتبہ تبلیغ ذکر یا تبلیغ کے یہ معنی اہل علم کا ہے۔ بال جب وہ کتب شریفہ کے کتابے تو غلط یا صحیح ہونا ان پر آیت کہ جاتا ہے جس کے کوئی کا تائید ہے اس سے عوام کو وہ لکھنا چاہیے بکثرت و تواتر انصاف کے طور پر ایک دوسرے کو ضروری احکام سے مطلع کرنا

کرنا چاہیے کیونکہ تبلیغ احکام فرض بھی ہے اور اس کو اصلاحت حالی میں بھی  
بڑا دخل ہے ﴿درعت القدوس ۱۳۳﴾

**مجلس صیانتہ المسلمین** حضرت مولانا محمد رفیع نے اصلاحت معاشرہ کے لیے تبلیغ جماعت کو جس طرح مفید سمجھا ہے اسی طرح حضرت حکیم اُمت تھانوی کی مشغولیہ نظر مجلس صیانتہ المسلمین سے بھی حضرت مولانا کو دلی نفاذ و دلچسپی محسوس رہا ہے اور اپنی اس دلی وابستگی کا اعتبار بھی حضرت مولانا ہمیشہ فراموش نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک سال نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔  
”مجلس صیانتہ المسلمین سے مجھے بڑی لگن ہے حکیم اُمت قدس سرہ کے بتائے ہوئے نئے سببوں سے زیادہ مفید اور مؤثر میں ضرورت ہے کہ حضرت حکیم اُمت کے خلفاء اور متوسلین ان پر عمل پیرا ہوں۔“

**مجلس صیانتہ المسلمین نماز عشاء کی نظر میں** مجلس صیانتہ المسلمین کا نظام اصل جو کہ پوری شریعت پر حاوی ہے اور جانتے ہیں کہ اس کے نظام عمل سے دیکھتے ہیں۔ واضح ہے اس لیے اس مجلس کی برتری اور جامعیت کا غور نہیں تو نامزد ہونے و وضاحت کے ساتھ فرمادیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

”انہی میں سے نہ صرف دینا ضروری ہے کہ اس مجلس کو اس تبلیغ سے جس کا مرکز ہندوستان میں نظام الدین دہلی اور پاکستان میں سامنے دہشتہ پورا مذاہق اور تمام حاصل ہے کیونکہ دونوں کا مقصد خدمت اسلام اور اصلاحت المسلمین ہے صرف طریق کار کا فرق ہے۔ پہلی تبلیغ چند اہل پڑھ لکھ اور

صیانتہ المسلمین پوری شریعت پر حاوی ہے۔ جیسا کہ صیانتہ المسلمین کے علاوہ سے تھا ہے۔ صیانتہ المسلمین میں پہلی تبلیغ کے اہل بھی شامل ہیں جیسا کہ تقویم المسلمین سے بخوبی معلوم ہو جائے گا ﴿انوار انظر﴾

حضرت مولانا محمد رفیع نے دونوں ہتھوں میں طریق کار کے فرق و اختلاف کے پائے جانے کے باوجود ان کے بنیادی مقصد یعنی خدمت اسلام اور اصلاحت المسلمین پر نظر فرماتے ہوئے دونوں جماعتوں کے اندر یکوہی اتنی اور قیادت کا اعتبار فرما کر دو حقیقت دونوں ہتھوں میں کام کرنے والوں کو مل کر مقصد خدمت اسلام اور اصلاحت المسلمین کو پیش نظر رکھنے اور آپس میں متحد اور متفق ہو کر کام کرنے کی تلقین اور ایک کو دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے کا سبق دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی دونوں جماعتوں کی افادیت اور حیثیت پر تبصرہ فرما کر دونوں ہتھوں کے بنیادی اور جوہری فرق کو بھی واضح فرمادیا۔ ان دونوں کے کام میں تہجد اور گل کی نسبت ہے۔ پہلی تبلیغ چند اہل میں ختم ہونے کی وجہ سے ہزوی امور اور محدود اہلوں کی تبلیغ ہے اور صیانتہ المسلمین کیونکہ پوری شریعت پر حاوی ہے اس وجہ سے اس کا نظام جامع اور گہرا ہے اور ظاہر ہے کہ محدود اور ہزوی امور کی تبلیغ خواہ کتنی ہی وسیع طریقہ اور تہجدیہ انداز پر کی جائے عہد ہی اس کا نفع عام ہونے کے باوجود تمام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ محدود اور ناقص ہی رہے گا بخلاف نہایت طرز تبلیغ کے کہ وہ اگرچہ محدود و محلی ہے مگر نہ ہو اسکا نفع اور نفع عام ہوگا۔ مقصد ہے کہ پہلی تبلیغ کا نفع عام ہے تمام نہیں۔ اور صیانتہ المسلمین کا نفع عام ہے گو عام نہ ہو۔ اور اگر اس پر پوری طرح توجہ دی جائے تو اس کو

عام ہو کر جاسکتا ہے۔

انوارِ نظر میں اس مجاہداتِ عظیمہ اور تقویٰ السلیف کا تذکرہ  
جلسہ دعوت الحق کیا گیا ہے۔

مگر ذمہ اقدس میں جس حضرت مولانا مرحوم نے  
تبلیغ کی ضرورت اور اس کے نظام عمل سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے  
حیاتِ الدنیا کے ساتھ حضرت متناہی کے دوسرے رسالہ دعوتِ اللہ کے  
مطلوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس میں حضرت عظیم مرتبہ کی تصدیق شدہ  
ایک دوسری مجلس دعوت الحق کے طریق تبلیغ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

حضرت مولانا مرحوم جو ہم طرح مسلمانوں میں صاحبِ  
انجمن تبلیغ القرآن و دعا کے

آپ زور دیتے رہتے تھے اس طرح غیر مسلموں عیسائیوں وغیرہ میں بھی  
اسلام کی تبلیغ کرنے کی ضرورت پر اظہارِ خیال فرماتے رہتے تھے۔ ایسے  
واقعات کا ذکر حضرت مولانا کی تبلیغی جدوجہد کے عنوان میں آپ جو فرمایا

ہوں گے جو کہ مذکورہ انجمن کی ضرورت کے باعث کام کر رہی تھی ایسے  
اس کے بارے میں بھی حضرت مولانا مرحوم نے اپنے تجربہ و علم میں حسب  
ذیل نصیحت فرمائی ہے :-

”ماہی مسجد لال باغ دہلی کے ایک بزرگ عالم کے نام سے جس کا تعلق  
جہادیت کی تبلیغ کو دیکھنا اور جہاد کی علاقہ کے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ

کرنا ہے۔ اسی ملازم عیسائی شیعہ کی بہت زبردستی ہے جس کو اجاب  
المرتبہ نے دیا وہ اس انجمن کی ادارہ مالی میں دل و جان کر رہے ہیں اور جو اہل  
علم میں وہ جو وقت تبلیغ میں دیں۔ اگر وہ کسی مدرسے متعلق ہیں تو ایام تحصیل

میں لوجہ انداز انجمن کے صدر اور ناظم کے مشورہ سے تبلیغ کرنا اور اگر  
فارغِ اہمال میں توجہ نہ دیا تو وقت دے سکیں تبلیغ میں ضرور جہاد انجمن کے صدر  
ناظم سے مشورہ کر کے کام کریں۔

(تجزیہ صحت)  
مدارس دینیہ کے اعلیٰ تعلیمی نظام میں غفلت آنے بغیر ایام تحصیل میں  
اہل علم کو تبلیغ اسلام کے لیے کام کرنے کی ہدایت فرمانا اسی اعتدال و توازن  
کو نامہ رکھنے کا مثال ہے جو تعلیم و تبلیغ کے دونوں شعبوں میں ہمیت

حضرت اکابر کے جہن نظر رہا ہے اور جس کو حق بظن ذہن سے کام لیتے  
ہے عام طور پر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اسلام کے بقا اور تحفظ  
کے لیے دونوں شعبوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے اور دونوں کی ہی

انفرادیت و نافعیت اپنے اپنے دائرہ عمل میں مسلم اور قابلِ انکار حقیقت  
ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک شعبہ کی کمی ضرورت اور افادیت سے  
انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی لیے حضرت مولانا مرحوم مدارس عربیہ کو بھی تعلیمی نظام کے ساتھ  
تبلیغ کے لیے ناظمین کے ساتھ کر کے کیا کیا رہا کرتے تھے اور اہل مدارس  
کے درون درس و تدریس سے بے تعلیق نہ رہتے تھے یہی اکتد کر لینے کو کافی

نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ ضرورت ہے کہ ہر  
اسلامی مدرسہ میں یہاں درس و تدریس کے لیے دس پندرہ مدرس مقرر کے  
جاتے ہیں وہاں تبلیغ اسلام کے لیے بھی کو ان کے مابین جہاد تبلیغ رکھے جائیں مگر

ان سے تحصیلِ چندہ کا کاروبار نہ چلائے۔ کیونکہ تحصیل چندہ مبلغِ احکام  
نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر تبلیغ اسلام بھی کرتا ہے تو اس کام میں پراثر نہیں ہوتا۔

اس ایک کلاس تک ٹنک ہے کہ مدارس اسلامیہ میں درس و تدریس کے تعلیمی مشغل کو قائم رکھتے ہوئے اگر تبلیغ احکام کی طرف توجہ دی جائے تو مدارس کی نافعیت کا مظہر دیکھ کر نفع خاص کے ساتھ نفع عام بھی حاصل ہو جائے اور دین کے دونوں شعبوں کے اختراجات یقیناً مدارس کی افادیت کا دائرہ وسیع تر ہو جائے لیکن مدارس اسلامیہ کے اصلی تعلیمی مشغل کو ترک کر کے یا ان میں صرف وفعیات کر کے محض تبلیغ عام پر ہی زور دینا درس و تدریس اور تعلیمی مشغل کو ثانوی درجہ پر رکھنا، یہ طریقہ غیر مفید ہی نہیں ہے بلکہ مقاصد وغیرہ کے لیے مضرت رساں بھی ہے کیونکہ تبلیغ عام چاہے جس قدر بھی عام ہو جائے اور اصلاح معاشرہ کے لیے خواہ وہ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ مدارس دینیہ کے موجودہ نظام کے ذریعہ خود دینی مقاصد حاصل ہو رہے ہیں اور حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ دینی تعلیم کے مختلف شعبوں میں ان مدارس سے جس قدر علوم دینیہ کے ماہر بن گیا ہوتا ہے وہی تبلیغ عام کے ذریعے وہ مقام تک بھی حاصل نہیں کئے جاسکتے اور اس طریقہ سے دینی شعبوں کے لیے کسی طرف بھی رجاء کار اور ماہرین کا مہیا کیا جاسکتا نہیں۔

**ایک شعبہ کا ازالہ** یہ بات درست ہے کہ قدر ازلے کے مسلمانوں میں درس و تدریس اور تربیت و اصلاح کا یہ موجودہ

طریقہ اور نظام نہیں تھا اور مدارس یا خانقاہوں کا سلسلہ اس طرز پر قائم نہ تھا بلکہ زمانے کے ہر نئے نئے عادت کے تحت علماء اور صلوات نے بتا دیا ہے ورنہ اس نظام کو اختیار فرمایا تھا لیکن مدارس اور خانقاہوں کے موجودہ نظام کو علماء و صلوات نے زمانے کے جن تقاضوں اور ضرورتوں کی بناء پر اختیار فرما کر

پنپایا تا اب بھی وہ تمام تقاضے اور ضرورتیں جو ان کیوں نہ ہو موجودہ طور پر قائم ہیں بلکہ اس زمانے میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھنے کے ساتھ وہ تمام کے تمام تقاضے پائے جاتے ہیں اس لیے درس و تدریس اور اصلاح و تربیت کے موجودہ طریقے اور نظام کے بقا و بحال کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ اگر علم دین کی تحصیل اور تزکیہ نفس کے لیے مدارس اور خانقاہوں کے نظام کی ضرورت نہ ہوتی تو ہمارے اکابر اس طرز کو بہتر طریقہ نہ مانتے۔ لہذا اب یہ تصور کر لینا کہ جو کچھ قرون اولیٰ میں تعلیم و تربیت کی موجودہ صورت اپنے اس طرز خاص کے ساتھ نہیں تھی اس لیے مدارس اور خانقاہوں کے نظام کو ترک کر کے محض قرون اولیٰ کے تعلیمی اور تربیتی نظام پر عمل پیرا ہونے سے آج بھی دین کے مطلوبہ مقاصد و نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اور تمام دینی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکتا ہے ہرگز درست نہیں کیونکہ موجودہ دور میں تعلیم نظام تعلیم و تربیت کے ذریعے علوم دینیہ کے ماہرین اور خصوصی تربیت یافتہ علماء و صلوات کا پیدا ہونا ہرگز ممکن نہیں۔

اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ علوم دینیہ کے تمام مذکورہ شعبوں میں کمال اور مہارت کا حاصل کرنا پوری اہمیت پر فرض کفای ہے اور تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مدارس دینیہ کا موجودہ طرز خاص ہی اس کی تحصیل میں از بس مفید بلکہ اس طرز پر ہی اس کا حصول و موقوف ہے لہذا فرض کنایہ کے موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے اس نظم خاص کا باقی رکھنا اور اس کا تحفظ کرنا بھی فرض کفای میں داخل ہے اور یہی حکم تزکیہ نفس اور تربیت احسان کے حصول کے لیے نہ تھا ہوں کے بقا و اور تحفظ پر عائد ہوتا ہے کہ یہ بھی اہمیت

پرفروں کا یہ سب کیونکہ اس زمانے میں تزکیہ نفس اور نسبت انسان کا حصول  
بھی اسی طرز خاص طریق خاص تھا جس پر موقوف ہو گیا ہے۔ عمومی تبلیغ کے موجودہ  
طریقہ کے ذریعے اگر وہ صحیح اصول کے ساتھ تو جب بھی عام مسلمانوں میں دین  
دین کی طلب اور دین کی ضرورت کا احساس پیدا کر کے مدد و طور پر ان کو دینی  
ضروریات سے روشناس ہی کرایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد ہی ان کو ضروریات  
دین کا علم حاصل کرنے کے لیے مدارس عربیہ اور علوم دینیہ کے جاننے والے  
نما کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے جیسا کہ بانی تحریک تبلیغ کا  
ارشاد ہے کہ :-

"عمامہ سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی جلت بخت اور جلت کوشش  
سے عوام میں بہت دین کی طلب و قدرتی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سکھانے  
پر آمادہ بھی کیا جاسکتا ہے اُسے دین کی تعلیم و تربیت کا کام نہ لے دے۔ اعلیٰ کی  
توجہ کو مانی ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ حضرت کی توجہات کی بڑی  
ضرورت ہے :-  
و ملو کلمات حضرت مولانا عباس علی صاحبہ :-

الفرق غلامی تبلیغ کا موجودہ طریق کار علوم دینیہ میں بہت سے ماحول کرنے  
اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بالکل خاص ہے  
اس لیے علوم دینیہ کے بغا اور تحفہ کے لیے مدارس و جماعتوں کی طور پر اصلاح  
مناشرہ کے لیے تبلیغ کا وہ زمانہ ہی ہے کہ تمام کی ضرورت ہے۔ ان میں سے  
کوئی ایک صورت ہی دینی کی صورت کی قائم مقام اور اس کے مقام کے حصول  
کے لیے کافی نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ اس زمانہ میں مدرس دینیہ کی ضرورت دران کا  
سنت ہونا مراد ہے جو کہ حضرت حکیم امت مولانا مفتی فرماتے ہیں :-

"پہلے زمانے میں سماج و سماجیہ کو مدرسین متعارف کی کوئی حاجت نہیں  
تھی کہ تو تبلیغ اس کے کام چلتا تھا۔ ان کے مافیہ ارازاہ کا کافی تھے اور  
مدرسین ہی تھا۔ دسراں وقت اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ اگر کتاہیں مدرسنہ  
ہوں اور ان کل لوگوں کا نہ ارازاہ ہے نہ مدرسین ہے نہ ان کے قول پر  
ان جیسا حقوق ہے۔ پھر ان کی ان نمون حدیث و فقہ کا بیان کیا جاتا تو پھر  
سامعین کو جو کچھ ضروری اور حقیقی ہوتا کہ ان میں معلوم یہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک  
ہی ہے۔ ان میں اور کوئی بات پٹ کر رہتے ہیں۔ اگر کہ ہیں مدرسنہ ہوتیں تو  
مدرسین نہ بحث ہوتا کہ میں جڑا فساد پھیلتا تھا۔ کتاہ کا بڑا احسان ہے کہ اپنی غیبت و  
دعوت سے اُس نے کتاہ میں مدرسنہ کرا دیں۔ در سے قائم کرا دیے اس کے سامان  
ہو گیا کہ دینے اگر کتاہ میں نہ ہوں تو سلسلہ کی باتیں ہم تک پہنچنے کی کوئی صورت  
نہیں اور بغیر مدرس قائم کے تسلیم نہیں ممکن نہیں۔ لہذا یہ دعوت نہیں بلکہ سنت  
ہے۔ چونکہ اس مدرس مدرس سے بھی تقصیر تبلیغ ہی ہے خواہ بلا واسطہ یا بالواسطہ  
چنانچہ بلا واسطہ تو تبلیغ مخاطب دل کو پہنچتی ہے۔ کتاہ اور بلا واسطہ مخاطب ثانی تو  
یعنی عوام کو سب سے درس و تدریس تبلیغ کا آسان بڑا فرو ہے :- (اداب تبلیغ)

اور مشہد ماتے ہیں :-

"میں یہ رنگ دیکھ رہا ہوں کہ کل وہ طلباء بھی جو علم سے نرس نہیں ہوئے  
تبلیغ میں مشغول ہونا پاتے ہیں میرے نزدیک ان کے لیے تبلیغ علم اول ضروری ہے  
کیونکہ اگر یہ چھٹا پڑ جائے گا نہ ہوتا تو نصیحت و تبلیغ وغیرہ بھی سب بیکار ہے  
کیونکہ انہیں کی تبلیغ وغیرہ قابل اعتبار نہیں بلکہ اس طرح تو چند روز میں علم بالکل  
بھی معدوم ہو جائیگا :- (اداب تبلیغ)

عالمگیر تہذیب پاکستان کے لیے ملحد اور باقی نے جو بڑا چڑھ کر تعذیب لیا اور اس کے لیے جو کارنامے نایاب انجام دینے وہ انہیں الشس ہیں یہاں تک کہ ان کے یہ کارنامے قادیان و غیرہ کی سواغیر کوئی عزت بنے ہوتے ہیں۔  
(دیکھو حیات محمدی ص ۱۸)

پھر حضرت تھانوی کے سامنے ۱۸۵۸ء کا تجربہ بھی تھا کہ اس وقت مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کیا تھا مگر نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا۔ مسلمانوں کو مجرم بنایا اور خود انگریزوں سے مل گئے اور سب نے انھوں سے دیکھ لیا کہ ہندوستان سے انگریزوں کے پاؤں اٹھ جانے کے بعد ان کو ہندوستان میں جمائے والے ہر ہندو لیڈر ہی تھے۔

بعض لوگوں کو حضرت عظیم الامت تھانوی کے اس حکیمانہ، عاقلانہ اور محدود شریعت کے جان سیاسی مسلک کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے حضرت تھانوی کی تحریک خلافت سے ملیحدی کی کو اصل مقصد کے خلاف سمجھ کر حضرت کے خلاف بڑی شورش پیدا کر دی تو سنہ ۱۸۸۵ء کی یہاں تک پہنچی کہ تھانوی جہنم کے بعض لوگ نے کہنے لگے کہ حضرت تھانوی سے خائف ہادیو یہ کوٹھان کر لیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی فیض نعت و رحمت کا ایسا اظہار فرمایا کہ مخالفین کی کو شرمندہ ہو کر حضرت کے سامنے جھک چڑا۔

حضرت تھانوی کے سیاسی مسلک کے بارہ میں غلط فہمی بلکہ بدگمانی سے کا شکار ہونے والوں میں خلافت مکی کے رکن اور مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" کے ڈائریکٹر مولانا عبدالمجید دیوبادی بھی شامل ہیں جس کا حضرت خود موصوف نے

حضرت تھانوی سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے ہمراہ اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ان الفاظ میں کیا ہے کہتے ہیں:-

"سنہ ۱۲۸۰ھ میں مولانا صاحب روزنامہ "ہمدرد" کا ڈائریکٹر بنے اور دو پہر کی مولیٰ محبت میں سیاسی مہلوں پر گفتگو آجپانہ گزیرا تھا گفتگو کی حضرت نے اتنی معقولیت سے کی کہ ساری گفتگو نیا ماحول برقرار رہی، کون کتا ہے کہ حضرت "گوشتی" آدمی ہیں، نزول و لاخوۃ۔ جس نے بھی ایسا کہا جان کر یا جانے بہر حال بحث ہی کہ یہ تو خالص مسلمان کی گفتگو تھی مسلمان ہی ایسا جو پیش دینی اور غیرت کی میں کسی غلط فہمی سے ہرگز کم نہیں۔ پاکستان کا قیام، خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں پہلے پہل اس قسم کی آواز یہیں کان میں پڑی ہیں صرف حضرت کو ہم لوگوں کے اس وقت کے طریق کار سے پورا اختلاف تھا لیکن یہ اختلاف کچھ ایسا بڑا اختلاف نہیں۔"

(نقوش ص ۲۷)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کا سیاسی مسلک اور آپ کی سیاسی خدمات

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم کا سیاسی مسلک بالکل وہی تھا جو حضرت عظیم الامت تھانوی کا تھا حضرت مولانا مرحوم تحریک خلافت کے طریق کار اور کانگریس کی متحدہ قیادت کے ساتھ اختلاف کرنے میں نہ صرف یہ کہ حضرت عظیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ساتھ تھے بلکہ حضرت عظیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ کے دست راست اور علی اور تحریک ریہ خدمات میں پیش پیش اور شریک کار ہو کر حضرت تھانوی قدس سرہ کے مسلک کی ترویج اور اشاعت میں بڑھ چڑھ کر مولانا مرحوم ہی

اور چون کیا ہے گمراہی بات واضح ہے کہ ہر جن امت کو کسی ایک ہی کام پر نہیں  
مک جانا چاہیے بلکہ تقسیم کار کے موافق چل کر تے ہوئے مختلف شعبوں میں  
مقامت خدمات انجام دینی چاہئیں۔ اگر ہم اس سبکی نہ بدایت چل پر ہوں اور  
دین کے تمام شعبوں میں مل جل کر کام کریں تو ان میں کسی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے  
حق تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

### مولانا کا مثالی اعتدال

جہاں تک حسب اور تحجب کا ظہور اچھے اچھے غلوں سے عالم کرنے والوں  
میں بھی کسی ایک جہاں سے دوسرے ہو جانے کے بعد گناہت اور کثرت  
دیجا جاتا ہے کہ کسی کی ذاتی یا مقامی موقوفات اور مخالفت میں کیفر نہیں ہے ہی  
کام لیا جائے گناہت۔ مگر حضرت مولانا مرحوم کی کسی قیور یا آپ کے طرز عمل میں  
اس حد تک گمراہی محض و غلو کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ بلکہ آپ کا جذبہ  
اعتدال میں خود بخود مثالی اعتدال اور انصاف پایا جاتا ہے جو تمام تہذیب اور  
ذوق میں ہے۔ چنانچہ تبلیغی کام کرنے والوں کی مختلف موقوفات کے نام پر جو  
ذکر و پر اچھا ہے آپ کا طرز عمل اور ان کے بارے میں یہ کہی ضروریات اس  
پر شاہد عدل ہیں۔ اس کی ایک مثالی صورت مولانا صاحب کے سامنے پچا طرز عمل بھی  
ہے۔ موردی صاحب کو سختی سے فریاد تھی کہ نہ گونا گوارہ کے پہلے چنانچہ کسی  
مقرر جو تہذیبی یا اس کا کام مالی کی قید میں تبدیل کر دیا۔ حضرت مولانا مرحوم کو باوجودیکہ  
موردی صاحب کے ساتھ اُن کے بیعت سے نظریات میں اختلافات تھے اور  
ان کے طرز عمل سے حضرت مولانا متفق نہیں تھے جس کا اظہار بھی مولانا نے فرما

رہے تھے مگر یہی حضرت مولانا مرحوم نے جو اس وقت دھاک میں تشریف فرما تھے  
فرجی عدالت کے اس حکم پر جلد عالم میں کوئی نکتہ چہنہ فرمایا۔ مگر چونکہ وہی صاحب  
کے اس وقت کے بعض مالی معنیین کے دلوں میں تھی۔ موردی صاحب کے اس  
طرز عمل سے شکایت پیدا ہوئی اور انہوں نے اس کو پسند نہیں کیا لیکن اظہار  
ہے کہ مولانا مرحوم نے کسی کی شخصی حمایت اور ذاتی نظریات سے قطع نظر اسلام کے  
منفقہ مسئلہ تمام فوت اور مسئلہ نادیانی کی تائید کے لیے اس طرز عمل کو اختیار  
فرمایا تھا۔ اس سے نہ موردی صاحب کے نظریات اور ان کی شخصیت کی  
تائید تھی۔ نہ مولانا کی ذاتی وجاہت اور ملیت سے بے جا تاثر  
کا نتیجہ تھا۔ چونکہ موردی صاحب کی ملی حیثیت کا اظہار تو حضرت مولانا مرحوم نے  
بمقام عثمان کے مقدمہ میں اپنے ان الفاظ سے فرمایا ہے کہ:-

و معصوم ہو کہ یوسف صانی علماء سے ان کی شان رفیع میں ایسے کلمات  
استعمال کئے ہیں جو ناہیا ہیں۔ (برکات عثمان ص ۱)

اور جب مولانا کے اس طرز عمل کے بارہ ہیں خود مولانا کے سامنے ہی  
انوار انظر مرثیہ کے حوالہ سے اس اندیشہ کا اظہار کیا گیا کہ بعد کے لوگ اسے  
موردی صاحب کے عظمت پر دلیل بنانا چاہیں گے کہ حضرت مولانا بھی اُن  
کے بحر علی کے قابل تھے تو اس کے جواب میں حضرت مولانا مرحوم نے موردی  
صاحب کے بھی مقام کو بڑے دقت الفاظ میں متیقن فرمایا ہے وہ الفاظ  
یہ ہیں ”انوار انظر کسی منقذ سے بھی مولانا موردی کے بحر علی پر استدلال نہیں ہو سکتا  
وہ معصومانہ مولانا ہیں جیسے مولانا مل جوہر اور مولانا ظفر علی ایڈیٹر نیندار  
تھے۔“ (البلخ)

اس سے واضح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا موردی صاحب کو مولانا لکھ دینا جیسا کہ اُن کے لیے عیلت کی سند عطا کر دینے کی دلیل نہیں ہے اسی طرح اس پر بھی نہیں ہونا بھی حقیقتِ فیہی سے دور ہے۔ اس لیے کہ حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کو موردی صاحب کے لیے معمول کے مطابق اسی طرح استعمال کیا ہے جیسا کہ عام طور پر محمد علی جوہر وغیرہ غیر علماء کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اس پر نہ تو کسی کو اعتراض ہی ہوتا ہے اور نہ اس لفظ کو ان کی عظمت کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔

اسی طرح مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے جب محمود احمد عباسی صاحب کی تحریرات میں مدسے مجاوز اور اہانت والجماعت کے مسک سے خروج نمکوس فرمایا تو ایسے لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو عباسی صاحب کی تحریرات کی مدح سرائی میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ مولانا علی محمد صاحب مرحوم فرمودہ ایک سند کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا مرحوم ارقام فرماتے ہیں :-

”مولانا سلطان احمد صاحب سے کہہ دیجئے کہ موردی صاحب کی کتاب کی شان میں قصیدہ خوانی مناسب نہیں ہے اس سے لوگ پوری سہولت کو اسلام کی روح نہیں سمجھ سکتے حالانکہ اس کی

بعض باتیں غلط ہیں“

غرضیکہ حضرت مولانا مرحوم کے مزاج مبارک میں حدودِ جہ انصاف اور شامی استدلال و توازن پایا جاتا تھا۔ ہر جماعت اور ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھ کر اس کے ساتھ دینی معاملہ فرماتے تھے جس کا وہ اندر و نہ

انصاف حق دار ہوتا تھا۔ کسی کی حمایت اور مخالفت میں حدود دینے کا اور نہیں وسعہ مالتے تھے جیسا کہ عام طور پر آج کل دیکھی جا رہا ہے کہ کسی کی حمایت اور مخالفت کرنے میں حدود انصاف کو پامال کر دیا جاتا ہے۔ جس کی مخالفت کی جاتی ہے اس کے محاسن بھی موردی صاحب کے دیکھائے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کی حمایت مقصود ہوتی ہے اور اس کے صاحب پر بھی طرح طرح سے تادیلیں کر کے پرہیزگاری کی کوشش کی جاتی ہے۔ بلکہ ان صاحب کو محاسن چٹا کر پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس افراط و تفریط سے بالکل محفوظ رکھا تھا۔ وہ حمایت اور مخالفت میں حدود انصاف کو پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے اور عندنا مصفاۃ ۶ ص ۱۰۰ پر پوری طرح عامل تھے۔ آپ کی پوری زندگی اور بے شمار تحریرات اس کا ثبوت اور اس پر گواہ ہیں۔



## باب ششم

### سلوک و تصوف اور تربیتِ باطن

درسیات سے فارغ ہو کر ۳۳ برس میں مولانا نے جب حج کا ارادہ کیا تو حج سے پہلے اپنی تربیتِ باطنی کے لیے بیعت ہو کر امانت سب بھائی اس وقت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حکیم ارمت قسطنوقی دو بزرگ ایسے تھے جن سے بیعت ہونے کا خیال مولانا کو ہوتا تھا مگر سب بارہ میں فیصلہ کرنے کے لیے مولانا نے حضرت مولانا محمد بیٹے صاحب کا مدخلی سے مشورہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ "تم دیکھتے ہو کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی کے بعد مولانا خلیل احمد کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور میانِ ظفر یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ ان کے یہاں بڑا کون ہے، مگر طریقِ سلوک میں آج حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سب سے بڑے ہوتے ہیں"۔

اس پر حضرت مولانا نے حضرت سہارنپوری سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت سہارنپوری نے فرمایا تمہارے گھر میں ہر موجود ہیں ان سے بیعت ہو جاؤ اور کہ: دوسرے سے بیعت ہو کر یا ہوتوں سے اجازت حاصل کر کے بیعت ہو کر مولانا نے اپنے استاد عبداللہ گنگوہی کے واسطے حضرت حکیم ارمت قسطنوقی کی خدمت میں اپنے قبی میلان کا تذکرہ کر کے دریافت کیا کہ حضرت کے

نزدیک کہاں میرا حقہ ہو سکتا دیا جائے۔ حضرت قسطنوقی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم مولانا خلیل احمد سے بیعت ہو جاؤ اس صورت پر اب بیعت بھی نفع پہنچتا رہے گا۔

حضرت مولانا سہارنپوری سے بیعت کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے موت حال میں کہہ کر کے دوبارہ بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے بیعت نہ کر کے کہہ کر وفاق اور ادعیاں ماثورہ متعلقہ اوقات متعلقہ کی پابندی کا حکم فرمایا۔ اس بیعت کا ختم حال خود مولانا مرحوم کا بیان مندرجہ ہے: "خلیل سے نقل کیا جاتا ہے۔

» اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ لے کر جب معمول بیعت فرمایا اور پھر دوبارہ ذکر ثنات، اور دوہزار مرتبہ اسم ذات کی تلقین فرمائی اور خود باقاعدہ کر کے دھلیا کر چارہ انویسٹ کر انھیں بند کر کے لاکھ کوٹاں حد کے ساتھ گردن کی دائیں طرف سے جا کر اللہ کو قتب پر بلکی ضرب کے ساتھ ختم کیا۔ دو تین بار اس طرف کر کے دھلیا اور فرمایا مشائخ کا معمول پوچھنی ہے اور اسی طرح سکھاتے آتے ہیں۔ اسی طرح نفع زیادہ اور جلدی ہوتا ہے ایک بعد کو کم ذات بھی خود کر کے دھلیا یا اور پھر فرمایا حق صحت سے ادعیاں ماثورہ متعلقہ اوقات و حیات متعلقہ معلوم کر کے ان کا بھی ورد کیا جائے اور جتنے پھر سے تسلیم ہاتھ میں رکھ کر شعل پاس انھاس کی مشق کجائے۔ اور پرکس سانس دینے کے سانس میں ہو گا خود کیا جائے۔ یہ بہت فراتر اور برکت ہے نیز اسم ذات میں یہ خود کیا جائے کہ لفظ اللہ کے ساتھ ایک ٹور من سے

نکلتا ہے جو میرے سامنے کھڑا ہے اور پھر احاطہ کو اس قدر وسیع کیا  
جائے کہ گویا تمام عالم کو محیط ہے اور تم اس میں کافی دخل دینا ہو۔ اور لا الہ میں  
یہ تصور کیا جائے کہ تکیا میں سے تمام مخلوقات ماسوا اللہ کو میں پشت  
پھینک رہا ہوں اور اللہ میں یہ تصور کیا جائے کہ قلب انوارِ محبت و حکمت  
حق سے پر ہو گیا۔ (حدیث کا مرقہ ص ۳۳۰)

سفرِ حج کے بعد مولانا کا تقرر بطور مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپوری  
میں ہو گیا تھا اس طرح مولانا کو اپنے شیخ و مرئی کا قرب جہاں بھی سالہا سال تک  
انصیب رہا اور دس و تندریس کے ساتھ حسب ہدایت حضرت شیخ و ذکر و مشغل  
کا مسلسل مولانا نے جاری کیا۔ شب کو مولانا کا قیام مدرسہ قدیم کی  
سب سے بلند عمارت میں رہتا تھا اس لیے مدرسہ قدیم کی مسجد میں صبح کی  
افران بھی مولانا کے سپرد تھی اور اس مسجد میں نماز بھی مولانا مرحوم ہی  
پڑھایا کرتے تھے۔

مولانا کو حضرت سہارنپوری کی تکیہ بھی کہ تہجد کے بعد ذکر اللہ بانی بلند  
آواز سے کیا کریں کہ حضرت کو ذکر اللہ کی آواز پہنچ رہی ہے۔ حضرت کا مکان  
مدرسہ کے قریب ہی تھا۔

حضرت سہارنپوری کا تہجد تک کو فرائض و سنتیں ٹھہر کر جماعتِ فجر سے  
پندرہ میں منٹ پہلے مدرسہ میں تشریف لاتے اور اپنے حجرے کی دیوار سے  
کر لگا کر بیٹھ جاتے فرائض حاضر خدمت ہو جاتے، اس وقت حضرت کی توجہ  
فرائض کے حال پر بہت زیادہ ہوتی تھی۔ مولانا اپنا حال خود فرماتے ہیں کہ:  
مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دل کو دایاں ہے کہ اِدھر اور توجہ نہ رہے

اللہ تبارک ہی کی طرف ہمت متوجہ رہوں ۛ

حضرت سہارنپوری مولانا کے حال پر خصوصی توجہ اور ذکر اللہ کی تبارک ہی  
فرماتے تھے اور ذکر کے اثرات کا اظہار بھی فرماتے رہتے تھے ایک مرتبہ فرمایا  
”ما شاء اللہ مولوی ظفر کا ذکر نفی اثبات کا مکمل تجزیہ ہے ۛ

یہ ارشاد حضرت شیخ سہارنپوری کی طرف سے مولانا کے ذکر اللہ میں کامل  
ہونے کی شہادت اور کمالِ روحانی کی دلیل ہے۔

شیخ سہارنپوری سے قلبی ربط | بارہا کا واقعہ ہے کہ مولانا اپنے اسی  
بلانی حجرہ میں مشغول ذکر ہوتے اور  
دوسرے مولانا کے دل کو حضرت شیخ سہارنپوری کی کشش ہوتی۔ مولانا نے اکثر کہ  
آتے تو دیکھتے کہ حضرت شیخ ٹھہر رہے ہیں۔ مولانا پوچھتے کہ کچھ مجھے فرمنا ہے  
تو حضرت فرماتے کہ ہاں بلکہ برسرِ بچہ دو ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں مولانا  
فوراً بستر بچہ دیتے اور حضرت شیخ کے پاؤں دبانے لگتے کبھی کسی اور حکم کے  
لیے ارشاد فرماتے۔ غرضیکہ حضرت شیخ کو مولانا مرحوم کے حال پر بہت ہی توجہ  
تھی اور مولانا کو بھی حضرت شیخ کے ساتھ بڑا قلبی تعلق اور ربط کامل تھا۔ اور  
محبت شیخ اور عقیدتِ مرشد میں فساد کے درجے پر پہنچے ہوئے تھے۔ ایک خط  
میں اپنے باطنی حالات لکھتے ہوئے مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے  
تأثرات کا ایک فارسی نظم میں اظہار کیا تھا۔ اس نظم کا ایک شعر  
یہ ہے ۛ

بیا بیاد تماشا نے خود نکلا رہ کس  
چرخ شگفتہ بدل از نیم کوئے خیل



میں شائع شدہ ان خطوط کے پڑھنے سے واضح ہے کہ حضرت مولانا کو راہ سلوک میں بڑے بڑے احوال رفیعہ پیش آئے تھے اور نسبت ہی اونچے اونچے مقامات کی سیر کرانے کے بعد حضرت متانوی نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی۔ اس کی تفصیل ان خطوط کے پڑھنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم انعام فرماتے ہیں :-

”ان خطوط میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت حکیم الامت نے مجھے سلسلہ چشتیہ میں اجازت (اور خلافت) سے بھی نوازا ہے۔“ (انوار الشرف ص ۲۷۰)  
واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت حکیم الامت مولانا شرف علی متانوی دونوں درباروں سے استفادہ کرنے اور زمین یاب ہونے کے بعد حضرت مولانا مرحوم کا باطن دو آتشہ بن گیا تھا۔ اور حق تعالیٰ شائع نے آپ کو نسبت نبوت اور نسبت ولایت دونوں رنگوں سے رنگیں کر کے نسبت رشیدیہ، خلیفہ، نقشبندیہ اور نسبت اشرفیہ چشتیہ دونوں نسبتوں کا جامع بنایا تھا۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں :-

”اگرچہ میں کچھ نہیں اور والد کسی قابل نہیں مگر الحمد للہ کہتے تھے نے مجھے جامع نسبتیں (نسبت رشیدیہ، خلیفہ، نقشبندیہ نسبت اداویہ، اشرفیہ چشتیہ بنایا۔ الحمد للہ راہ سلوک)

سے ایک جہاں بار امانتے ترانست کشیدہ  
وہد قال بنام من سے دیوانہ داند

نسبت ممکن و انتہا  
نست ممکن و انتہا میں کمال عالم  
حیران و پریشان ہے اور دولت وصال اور

نسبت متانوی کے حصول پر مولانا کو حضرت حکیم الامت نے اپنے خط و طے میں مبارک باد بھی دی ہے اور مبارک دعا میں کہ جو جو ملکات خاصہ اور برجیات عالیہ حاصل ہوتے ہیں جا بجا ان کے سنگین پرست کا اظہار بھی فرمایا ہے یہاں تک کہ انتہا عروج کے بعد نزول کے عطا ہونے پر بھی حضرت شریف متانوی نے حضرت مولانا کو مبارک بادی سے نوازا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ وہ نزول ہے جس کو شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے ”غایہ“ انتہا کیا ہے؛ کہ جواب میں العود الی البدایہ، شروع کیا کہ طرک لوتنا ہے سے تعمیر فرمایا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے عرض مال پر ایہ زمانہ میں حکیم الامت نے ارقام فرمایا ہے :-

”میرے وجہ میں یہ نسبت ممکن ہے جو بعد تکون عطا ہوتی  
ہے مبارک ہو“ (انوار الشرف ص ۲۷۰)

خلافت و اجازت بیعت  
چونکہ حضرت مولانا کے اصل پر طریقت اہل پہلے شیخ ارشاد و تربیت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری تھے اس لیے مولانا کو ذکر واذکار کی تعلیم اور تربیت باطنی کا سلسلہ ابتداء سے ہی حضرت سہارنپوری سے ہی وابستہ تھا اس کے بعد حضرت سہارنپوری کے سرفراز کے زمانہ میں حضرت مولانا نے اپنی باطنی تربیت اور تکمیل سلوک کے لیے حضرت شریف متانوی کی طرک رجوع فرمایا تھا۔

حضرت حکیم الامت متانوی کی نظر بعیرت میں باوجودیکہ مولانا کو مقامات سلوک میں راسخ حاصل ہو گیا تھا اور ایسے احوال رفیعہ کے حصول سے آپ شرف ہو چکے تھے جن کے حصول پر کوئی سالک طریق خلافت و اجازت بیعت دینے جانے کا اہل قرار پاتا ہے اور تمام ارشاد و ہدایت پر مبنی ہو سکتا ہے مگر حضرت شریف متانوی



پیش کر دیئے حضرت سہارن پوری نے اس وقت تو اس اجازت کو قبل از وقت فرمایا اور برابر ذکر واذکار کام میں لگے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر ایک سال کے بعد حضرت مولانا سہارن پوری نے بھی اس کی تصدیق فرمادی اور فرمایا کہ میں اس وقت سفر حجاز سے آیا تھا تبار سے حالات میں خود کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اب میں نے خود کر لیا ہے۔ مبارک ہوا اللہ تعالیٰ نے نسبت باطن سے نواز دیا ہے۔ حضرت مولانا شرف علی صاحب کی اجازت کو صحیح سمجھو۔ اللہ تعالیٰ مزید برکت اور ترقی عطا فرمائیں۔

اس طرح حضرت مولانا مرحوم کو بارگاہ اشرفی اور دربار شہلی دونوں سے فیض روحانی حاصل ہو کر نسبت حبشیہ اور نقشبندیہ دونوں نسبتوں کی جامعیت کا شرف حاصل تھا مگر اس پر بھی حضرت مولانا مرحوم کی انکساری اور بے نفسی کی یہ حالت تھی کہ نہ تو ان نسبتوں کے حصول کو کبھی اپنی قابلیت کا ثمرہ سمجھا اور نہ اجازت بیت خلافت کے عطا ہونے کو اپنی اہلیت پر معمول فرمایا۔

چنانچہ اس اجازت و خلافت کے عطا ہونے کے بعد اپنی اس واکہایت کا جو حال مولانا مرحوم نے اپنے پیر و مرشد حضرت تھانویؒ کی عزت و برتری میں متادہ یہ تھا:-

• دل کی عجیب کیفیت ہوئی طاعت و عبادت سے اُٹھو اُٹھو، چراغ مرودہ کیا نور آفتاب کیا، ناچنے لگو، بار بار مات خاک کی شان اور اس کے فضل و احسان میں اور کیا عرض کروں میں نہ کہو تھانویؒ ہوں ایتہ سے

حال نشیست در میں اثر کرد وگردن میان خاکم کی رسم  
مژدہ اسرار کے ساتھ اس فضل و اندازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، "انوار"

حضرت مرشد کی طرف سے علیہ اور نسبت کے حصول پر غور و انکسار کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں، خوش فہمی اور سادہ مندی کی دلیل ہونے کے علاوہ درات باطنی میں دوسرے اور مدارج سلوک میں ترقی اور کمال کا جذبہ بھی ہوتا ہے۔

**عبدیت و فنا اور غلبہ تواضع** **اہمیت** و نواز و تواضع میں حضرت مولانا مرحوم کا خاص مقام تھا۔ چنانچہ مولانا کے حالات پر نظر کی ایک نکتہ جو اب میں حضرت مرشد تھانویؒ نے اس مقام کے حصول کے ان الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے:-

• یہ غلبہ تھانویؒ کا مرتبہ تک پہنچا ہوا ہے  
ایک دالانہ میں حضرت مرشد تھانویؒ نے یوں اتمام فرمایا ہے:-  
• غلبہ ہے عبدیت و فنا کا

مولانا نے تو گونا گوں مقامات عالیہ پر فائز ہونے اور درجہ رنگ نسبتوں سے روشن ہونے کو ہمیشہ فضل و ثناء دہی سمجھا اور اپنے دل کی کرام کے برکات اور توفیق خلیل و اشرفی کا فیضان تصور کیا اس لیے اس پر نہ تو کبھی فرماں ہو کر عجب و پندار میں مبتلا ہو کر توبت کی اور نہ ہی ان کی بات کو اپنی ذاتی قابلیت کا ثمرہ سمجھ کر اس پر غرور و مبالغہ سے سر بلند کیا بلکہ تواضع و انکسار اور بجز دنیا و دلوں پر غلبہ نہ کیا اور ہمیشہ اپنی عدم قابلیت اور نا اہلیت پیش نظر رہی۔ خود حضرت مولانا نے اپنی جس دلی حالت اور قلبی کیفیت کا اظہار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حسب ذیل اشیاء کے ذریعے کیا ہے اس سے بھی یہ حقیقت ظاہر ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود ہی کو بالکل مثلے ہوئے تھے اور اپنے کو ان کی بات کا مستحق اور قابل نہیں سمجھتے تھے بلکہ لطف اور رحمت خداوندی

کاٹھو عطا فرماتے تھے۔ وہ اعداد یہ ہیں :-

بچہ یہ یہ لعنہ خراواں میں تو اس قابل نہ تھا  
تیری اس رست کے قرباں میں تو اس قابل نہ تھا  
یہ تھی دست ازل بھی تیرے دوسلے کریم !  
لے چلا ہے بھر کے داماں میں تو اس قابل نہ تھا

### واقعہ عذر از اخذ بیعت

ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ حضرت مولانا پر اس تواضع اور فانییت کا اس قدر شدت کے ساتھ غلبہ ہوا کہ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت متانوی کے خدمت میں بیعت لینے سے بھی عذر کر دیا۔ اس حقیقت کا اظہار خود حضرت حکیم الامت متانوی نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ اعلان فرما کر کیا۔ حضرت متانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلان کے الفاظ یہ ہیں :-

”مونوی غفر احمد صاحب نے غلبہ تواضع سے اس خدمت سے عذر کر دیا ہے۔“  
(الندبات ماہ مفرغ ص ۴۰)

حضرت حکیم الامت متانوی نے اپنے خصوصی تہذیب و تعارف اور مرشد خاص کے حالات سے واقفیت کی بنا پر اپنی باخفی بیعت سے مولانا کے اس عذر بیعت کے جس سبب کی تفسیر فرماتے تھے کی ہے یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا وہی مقام خاص عہدیت و فناء اور حال رفیع ”غلبہ تواضع“ متاجس کا اظہار حضرت حکیم الامت مولانا متانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دالانوں میں بیٹھ کر ہی فرماتے رہے ہیں۔

### مولانا کا ایک خواب

اس مقام کے منسوب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب اور حضرت متانوی کی طرف سے اس کی تفسیر کے بعد ہر معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا نے خواب میں دیکھا کہ ہم رست متانوی کے خلفاء کی فہرست ایک کاغذ پر لکھی ہوئی دیکھی تھی اس میں موجود نہ مقرر کئے گئے تھے۔ اور ہر کے درجہ پر خلفاء درجہ کے درجہ میں خلفاء دیوانی کا عنوان تھا، اور مولانا مرحوم نے اپنا نام خلفاء رست میں دیکھا تھا۔ اس کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ہم عہدیت کے معمول پر جو خاص مذاق نبوت ہے بڑی مشرت کے ساتھ مبارک باد دی۔ حضرت مرشد متانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا :-

”ماشاء اللہ مبارک ہو، وہ بڑی مشرت ہوئی ذلت ٹھیک ترجمہ ہے، عہدیت کا یقل طریق معبد عیسیٰ مذل و استعبد و سذل و هو معروف اور خاص ہے کہ عہدیت خاص مذاق ہے نبوت کا وہ طریق شورش سے کمر او بے دیوانگی سے افضل ہے غلو ہی لکھ نہ ملو جب لکھ۔“

جب جناب صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرفی نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے چند سوالات ارسال کئے تو ان کے جوابات شروع فرمائے سے پہلے ہی اسی تواضع اور عہدیت کا اظہار ان الفاظ سے ہوا رہا ہے فرماتے ہیں :-

”اپنے حارت کیا کہوں؟ جس کوئی، کا سبق پڑھایا گیا ہو وہ اپنے وجود ہی کو کون سمجھتا ہے حالات کا کیا ذکر؟ وجد و ذوق

ذنب لایقاح بد عجب ہے

تو درگم خود مال میں است و میں

گم شدن گم کن کمال میں است و میں

مگر آپ کی طلب اور حق بنی کی خاطر کچھ کہنے دیتا ہوں :

(انوار النظر ص ۱)

**علوم و معارف کا اثناء** **نوناہم** عدم کو ذکر کے وقت خود دگی میں اور خواب میں بھی بڑے بڑے حقائق و معارف کا اثناء ہوتا تھا اور علوم و معارف کا ادراک کرایا جاتا تھا اور آپ کو بڑی ہی عجیب و غریب تحقیقات سے نوازا جاتا تھا۔

مونیہ نے کرام کے نزدیک ایسے علوم و معارف اور معارف و حقائق کا ادراک و کشف ذکر اللہ کے ساتھ اور صفائے قلب کے آثار مبارکہ اور تزکیہ باطن کے ثمرات قرار پاتے ہیں۔

ایک دفعہ مولانا ذکر اللہ میں مشغول تھے کہ خود بخود حالت غمزدگی ماری ہو گئی اور اسی حالت میں حضرت حکیم الامت مفتاحی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ مولانا کے دل کے اندر دو ستون قائم کر دیئے اور فرمایا :

”یہ ایک ستون مولانا ریشیہ اور گویا کا ہے اور ایک ستون مولانا محمد قاسم صاحب کا ہے“

اس حالت کا ذکر جب مولانا نے حضرت حکیم الامت سے کیا تو حضرت کو معلوم ہوا کہ اس پر یہ کہہ کر مبارک باد دی کہ :-

”اول بیت نبوت ہے ثانی نسبت ویت۔ تیسرا گویا پر دل صاحب حق و مولانا قاسمی پر شانی کا غلبہ تھا“

**عجیب تحقیق** مقامات انبیاء علیہم السلام کی سیر کے متعلق ایک عالم سے نزول ہوا کہ میں نے عجیب و غریب گفتگو ہوئی جس کا جزئی حکیم الامت نے عجیب تحقیق قرار دیا ہے وہ عالم فرماتے تھے کہ مقامات انبیاء علیہم السلام میں

کئی کو بواجبی نہیں ہیں، مولانا نے فرمایا کہ مقامات انبیاء علیہم السلام میں رسول تو غیر نبی کو نہیں ہو سکتا لیکن من من مقامات کی سیر کر لین اور ان کو جان لینا ممکن ہے۔ اور الحمد للہ میں نے مقامات انبیاء علیہم السلام کی سیر کی ہے۔ معذور تو بہت سہل تھا مگر نزول کے وقت دشواری معلوم ہوتی تھی :-

”جس کی اس گفتگو کو جب حضرت مولانا نے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے اس پر تحریر فرمایا :-

”مقامات انبیاء علیہم السلام کے متعلق عجیب تحقیق معلوم کو اپنی گئی تو مجموعہ قولین سے ثابت ہوئی یعنی محمول کو تو مقامات کا غیر نبی کو نہیں ہو سکتا مگر سیر نظری ہو سکتی ہے۔“ حضرت مولانا کو اس تحریر سے بعد ایسی تحقیق کا حق اور عجیب ہونا ثابت ہوا جس کا ذکر مولانا نے خواب میں فرمایا تھا۔

ایک آیت کے متعلق عجیب و غریب ایک البانی نکتہ **مولانا نے خواب میں**

میں میری کو بواجبی اور حضرت حکیم الامت کے ارشاد پر مولانا نے اس آیت کا وعدہ شرم دیا کہ : ”لذی خلقک من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفاً و شیبۃ“ اور اس کی تشریح میں فرمایا کہ ”حق تعالیٰ نے شے کی عجیب قدرت ہے کہ اول پتہ کمزور پیدا ہوتا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ کمزور ذل ہی سے رہا اور قوی ہوتا تو اس کے

بہشت سے میدان ہو سکتا۔ بچہ اول اول ایسا نرم ہوتا ہے کہ اگر اس کے عضو کو  
موت نہ چاہیں تو مر سکتا ہے۔ ہوا گئے سے اس میں قوت آتی ہے۔ پھر جوانی کے  
بعد کمزوری پیدا ہوتی ہے اس میں یہ ثابت ہے کہ روح نکلنے سے تکلیف ہوتی  
ہے اس لیے موت سے پہلے بڑھاپا آتا ہے کہ روح کو نکلنے میں سہولت ہو اور  
جس کو بڑھاپے میں بھی روح کے نکلنے کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے یہ  
مصلحت الہیہ قدرت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ منفعت میں بھی غرض روح سے  
تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت نے اس پر تحریر فرمایا:

”خواب میں آیت کے متعلق عجیب و غریب نکتہ نکلا ہر نحو ایسے مقامات  
بشارت ہوتے ہیں معلوم ہو جو یہ کی حق تعالیٰ مبارک فرمادیں۔“  
اسی طرح ایک اور خواب کے جواب میں بھی حضرت حکیم الامت تھانوی  
نے مولانا کو اعطائے عموم و احوال کی بشارت کے ساتھ مبارک باد دے کر  
چنانچہ مرشد تھانوی تحریر فرماتے ہیں:-

”تعبیر کا کیا پوچھنا مثالی شکل کے لیے تعبیر کی حاجت ہوتی ہے یہ تو صریح  
بشارتیں ہیں اعطائے عظیم و اعلیٰ راتوں کی۔“

اعطائے عموم ہو پھر کی باتیں اور اعلیٰ و اعلیٰ وارثان پر مبارکبادیاں دینے  
کے ساتھ حضرت مولانا نے لوگوں کو روحانی اور علمی فیض کے پہنچنے کی بھی حضرت  
حکیم الامت تھانوی نے حضرت مولانا کو بشارتیں دی ہیں اور اس فیضان  
میں اپنی وراثت کی طرف اشارہ کی بھی نشانہ نہیں فرمائی ہے چنانچہ ایک اور  
واحد میں حضرت تھانوی نے مولانا سے حال اور علمی فیض کے جاری ہونے

کی ان افکاروں میں بشارت دی تھی:-

”انشاء اللہ اس عزیز سے فیض مالی و علمی پہنچنے والا ہے۔“

### وراثت کی طرف اشارہ

مولانا مرحوم نے حالت خود کی میں دیکھا کہ خواجہ  
صاحب خیر محمد صاحب، حضرت حکیم الامت  
کے مکان میں دسترخوان پر بیٹھے چائے پیا رہے ہیں۔ مولانا بھی ایک رکابی پیٹھ گئے  
میں میں حضرت مولانا کے کچے تال فرما کر کچھ حصہ بچا دیا تھا۔ مولانا کی شکایت پر  
خواجہ صاحب ہمیں کہہ رہے تھے اور کی چاہتے ہو؟ تم نے تو حضرت شیخ کے  
مراثت کرنا دیکھا تھا۔

حالت خود کی اس واقعہ پر حضرت حکیم الامت تھانوی نے اپنی وراثت  
کی طرف اشارہ کی بشارت سے مولانا کو نوازتے ہوئے اپنی رائے گرامی کا ان  
الفاظ سے اظہار فرمایا:-

”وراثت کی طرف اشارہ ہے۔“

خواب میں مولانا کا امامت کرنا اور حضرت تھانوی کی گرامی ایک مرتبہ مولانا  
نے خواب میں

دیکھا کہ وہ خود نہ کہ امامت کر رہے ہیں قرات جہر سے کر رہے ہیں اور حضرت  
حکیم الامت تھانوی ناز سے علیحدہ تشریف فرما ہیں۔ حضرت مرشد تھانوی نے  
اس خواب کے جواب میں درج ذیل تفصیلی تحریر پر دم فرمائی اور اپنی گرامی  
میں مولانا کے سلوک کی رہبری کرنے کے واقعہ کو اس کی تعبیر فرمادیا۔ حضرت  
تھانوی تحریر فرماتے ہیں:-

”امامت رہبری ہے سلوک کی جو کہ بوجہ ذریعہ قرب ہونے کے ناز کی



عالمِ ظاہر کو سمجھانے کے لیے سلوک و تقویٰ کی حقیقت کو ظاہر فرما کر اس کے ضروری ہونے پر توجہ پرفرمانی ہے اس کو اس مجرّم فعل کیا جاتا ہے۔

”حقیقت یہ ہے تقویٰ نام ہے تعمیرِ باطن اور باطن کا یعنی اپنے حق پر و باطن کو آراستہ اور مہیا کرنا، ظاہر کو عینِ جوامعِ ضروریہ سے اور باطن کو عقائد و اعمالِ باطنیہ سے مثلِ انھیں و شکر و زہد و تواضع و غیرہ جن کے ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے ان کی ضرورت ثابت ہے ان کا حاصل کرنا ہم مسلمان کے ذریعہ عین ہے۔ آج کل بڑی فعلی یہ جو رہی ہے کہ لوگوں نے شریعت کو صرف اعمال ظاہرہ کا مجموعہ سمجھ لیا ہے، اخلاقِ باطنی کا حاصل کرنا ضروری نہیں جانتے، نہ کہ قرآن مجید انھیں، مہر و شکر اور عفو و غیرہ اخلاقِ عہدہ کے حاصل کرنے کا امر اور حد و تکبر و ریا اور عجب و غیرہ اخلاقِ ذلیلہ کی ممانعت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ جب قرآن مجید میں ان چیزوں کے احکام بھی مذکور ہیں تو یہ شریعت سے باہر کیونکر ہو سکتی ہے؟ اپنی چیزوں کے حاصل کرنے کا طریقہ تقویٰ تقویٰ کہلاتا ہے۔ اور اس قدر تقویٰ تو بہ شش کے ذمہ فہم من ہے۔“

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدودِ عہدہ کی عبارت کو نقل فرمانے کے بعد پھر فرماتے ہیں: ”تقویٰ کا ایک درجہ ہے، اسے اخلاق کی اصلاح اور اچھے اخلاق کی تفصیل یہ تہذیبی انداز میں ہے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ ہے وہ مستحب ہے وہ یہ کہ کئی جہی اعلیٰ کو ملاوہ ضروری قیامات کے غیر ضروری قیامات نقل و غیرہ میں مشغول کرنا اور باطن کو دوام ذکر اللہ میں منہمک کر دینا یہ مرتبہ

و حقیقت مستحب ہے کہ بعض اوقات ۵۰ سے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔“ اس کے بعد حضرت حکیم الامت کے رسالہ مکشوفہ سے حقیقت، طریقات کو وضع کر کے تحریر فرماتے ہیں:-

”اب اس بیان کے بعد کوئی شبہ نہ کہ تقویٰ ضروری چیز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کو بدعت سمجھتے ہیں انہوں نے غلطی کی خاص ہیئت اور ترکیب کو تقویٰ کا تصور سمجھ لیا۔ یا بعض مسائل مثلاً وحدت الوجود کی تحقیق میں تقویٰ کو مستلزم نہیں کر رہا ہے۔ حالانکہ طریقہ ذکر و شغل وغیرہ مثل باطنی معاملات کے متعلق جانتے ہیں۔ ذرا عبادت کیجئے جانتے ہیں نہ مقصد و رسائل ربانی، تحقیق کو تقویٰ سے کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ دراصل وہ حالات ہیں جو سالک کو پیش آتے ہیں۔ کبھی سالک کی تسلی کے لیے ربانی بھی کو توجہ دیا جاتا ہے، تقویٰ کے تمام اصول و فروع و فرائض و حدیث میں موجود ہیں۔ تقویٰ کی ضرورت اور اس کا ہر حق مطابق سنت، چونکہ معلوم کر کے ہر شخص پر اس کے ضروری ہونے کا حاصل کرنا واجب ہے۔“ (الدر المنثور)

موردی صاحب کو تقویٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے حضرت مولانا غزالی فرماتے ہیں:-

”نسبت مولیٰ غیبت کبریٰ امار سوم ایٹان پہنچ نیر زور، ست و ولی شد رعدہ اندر می کے اس مقرر کو پیش نظر رکھ کر نسبت مولیٰ کے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر درجہ، حسان حاصل نہیں ہوتا۔ حتیٰ پر کمال ایمان موقوف ہے اور اس نسبت کے لیے سوم مولیٰ یا اُنکے اشغال و فرائض کی اصلاح ضرورت نہیں۔ مگر اہل نسبت کی صحبت انہیں

ظہوری ہے۔

قال راجعاً لمرود حال شو پیش مرود کامل پامال شو

یہ تغیر شیخ اہولہ میں مشائخ کی معیت کا اظہار نور نامہ حرم نے ان الفاظ سے فرمایا کہ:

”تغیر شیخ کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ذوق الہی اللہ کے لیے قلب کو محبت دینا اور عارف ماسوحد سے پاک و صاف کرنا ضروری ہے۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر چیز کی محبت کو ایک ایک کر کے ترک کر دیا جائے۔ یہ راستہ طویل بھی ہے اور بھاری ہے اس لیے دشوار بھی۔ اس لیے بعض معتمدین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان سب پر کسی ایک کی محبت کو غالب کر دیا جائے۔ اس کے غلبہ سے دوسری اشتیاق کی محبت مغلوب و مضمحل ہو کر معدوم یا کاعدم ہو جائیگی۔ پھر اس ایک محبت کا غلبہ کرنا یا بھگت زیادہ دشوار نہ ہوگا۔ اس کے لیے محبت شیخ کو جو بڑی کیا گیا کہ اس سے غالب کو خف، اہل محبت ہوتے ہیں اور چونکہ یہ محبت لوبہ اللہ ہے اس لیے اس کا غلبہ محبت حق میں بیس بیس اس سے مانع نہ ہوگا۔ جب غلبہ شیخ سے دوسری اس کے لیے محبت مغلوب ہو جائے تو جب شیخ کو مغلوب کرنے کے لیے تنویز ہو جائے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دی جاتی ہے اس کے بعد فنا فی اللہ کا راستہ ضرور نکال دیا جاتا ہے۔“

درساں و سائل ص ۲۰۲

فیض جاہری کی طرح حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ کا فیض باطنی بھی ملک کے گوشہ گوشہ میں عام تھا۔ درسلط، ڈھاکہ، میسور اور دہلی وغیرہ دور دراز جگہوں کے موقوفوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ مشرق و مغرب میں حضرات مولانا کے

تربیت یافتہ لوگوں کی کثیر تعداد ہے۔ آپ سے سیکھنے والے ہر سال ہزار ہا لوگوں کے ہاں کمال حاصل کی اور فیض پایا اور منزل رسد کو پہنچ گئے۔ آپ کے مقصود ایک ہی تھے۔

ڈھاکہ اور اس کے اطراف میں شخصیت کے ساتھ محنت مولی نامہ رقم کا فیض بہت لوگوں کو پہنچا۔ ڈھاکہ میں آپ کا عرصہ ایک تین ماہ رہا اور ترک طاعت کے بعد بھی ڈھاکہ سے آپ کا تعلق خاطر ہمیشہ قائم رہا اور تقریباً ہر سال ہزار ہا شاگرد اور زوار الہیہ کی ایک جماعت آپ کے قیام کے لیے جوتی تھی۔ وہاں کے توحیدین کا تہ نہ رہتا تھا کہ سال میں کم سے کم دو ماہ ہمارے یہاں تربیت و تعلیم کے لیے تشریف لیا کریں۔ اس لیے ہر سال آپ ڈھاکہ کا سفر فرماتے تھے۔ اور ہزاروں توحیدین وہاں کے قیام میں باطنی تربیت حاصل کی کرتے اور بہت سے تشریفاء علم عالی مستفاد کرتے تھے۔ ایک دن نامہ بنام احقر میں اوراق میں ہے:

”میں شعبان کے آخر میں ڈھاکہ اور دہلی کے سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔

اردو قعدہ کو یہاں پہنچا ہوں۔“

دو ماہ سے یہاں رہے کہ اس سفر ڈھاکہ اور دہلی میں آپ کے مسلسل

دو ماہ سے بھی زیادہ کا عرصہ صرف ہوا تھا۔

دوسرے دن نامہ میں ہے:-

”اللہ نہ! سفر ڈھاکہ سے واپسی پر تربیت ہوئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ڈھاکہ میں جا کر مدد و فیروز کی تکلیف میں کمی ہو جاتی ہے۔ شاید مجھے وہاں کی آپ دہلی موافق ہے۔“ ۱۷ رمضان ۱۳۸۵ھ

### جنازین بیعت اور خلفاء

حضرت مولانا نے تربیت باطنی حاصل کر لیا اور روحانی فیض پانے والوں میں ایسے خوش نصیب حضرت بھی ہیں جن کو حضرت مولانا نے اصل نفس اور تربیت باطنی کے بعد مشائخ کرام کے معمول کے موافق بقاۃ السلاسل اور فیض باطنی کے مسلسل جاری رہنے پر نیز نسبت باطنی سلسلہ کے تحفظ کے خاطر - اجازت بیعت سے بھی کواڑا ہے اور اس بار امانت کا مستحق اور متحمل دیکھ کر خلعت محمدی سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کے فیض یافتہ مجازین کی فہرست میں جہاں عربی مدارس کے فیض یافتہ بڑے بڑے علماء اہل سنت اور مشہور خطیب و مدرس نظر آئیں گے وہاں سرکاری مدارس میں تعلیم پانے والے اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ بھی حضرت مولانا کے فاضل باطنی سے محروم نہیں رہا اور اس طبقہ میں سے بھی متعدد حضرت نے تعلیم و تربیت حاصل کر کے گوہر مفسود کو پایا، اور وہ فائز المرام ہو کر مجاز بیعت اور شیعہ طریقت قرار پائے۔

حضرت مولانا مرحوم رحمہ اللہ علیہ کے اجازت یافتہ حضرت میں سے بعض حضرات تو حضرت مولانا کی حیات میں وفات پا کر داخل حق ہو چکے ہیں اور متعدد حضرات اب بھی بقید حیات ہیں۔

وفات یافتہ اور بقیہ حیات حضرت مولانا مرحوم کے تمام خلفاء اور اجازت یافتہ حضرات کے ناموں کی فہرست آگے آرہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بقید حیات حضرت کو صلوات و تربیت کے کام میں مشغول رہنے اور تشنگان معرفت کو سیراب کرنے کی توفیق عنایت فرماتے رہیں اور ان سب حضرات کے مابری و باطنی فیوض کو عام و عام فرمائیں۔ آمین۔

آہستہ آہستہ کہ ان حضرات کی تعلیم و تربیت اور اصلاحی خدمات کو کبھی حضرت مولانا مرحوم رحمہ اللہ علیہ کی باقیات صالحاتی میں شریک نہ ہوں۔ اور حضرت کی اس راہ میں سچی اور کوشش کو واسطہ اور وسیلہ نہ ہوں کی وجہ سے حضرت مولانا مرحوم رحمہ اللہ علیہ کے حق میں بندی اور چٹا اسباب اور ذخیرہ آخرت بنا دیا جائے گا۔

طالبین کی خدمت میں احقر کی گذارش  
نام مولانا پر دیکھا جاتا ہے کہ میں مولانا نے بڑوں کو دیکھ لیا ہوتا ہے

اور اس کو بڑوں کی محبت میں رہتا ہے تو ان کی نظروں میں ان کے جانشینوں اور مددوں کی کچھ زیادہ قدر و وقت نہیں ہوتی۔ مگر تبین و مقصدین اور اس راستہ میں کام کرنے والوں کے لیے یہ بات بہر وقت ہمیشہ نظر رکھنے کے لیے کہ اصل عربی اور باری حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات حق ہے۔ شیون تربیت اور مدرسہ میں اسٹم ہادی کے صرف منہ پر اور مغل و سلسلہ تربیت و وسائل ہدایت ہوتے ہیں۔ جب کوئی ایسا کاتب اپنے مولے کی صحت و تلاش میں اسطرح پر گامزن ہوتا اور حق سنو کہ میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ حسب وعدہ و بوعدی ایہ صفت ینیب۔ خود اس کی دستیاری اور رہنمائی کرتے

اور اس کی ہدایت کا سامان پیدا فرمادیتے ہیں۔ اور جس طرح وہ باطنی خلق شیون کا لیل کو قطع راہ سکو اور منزل مقصود تک پہنچانے میں درایہ اور واسطہ بناتے ہیں اسی طرح اگر حضرت حق سبحانہ کو منظور ہو سکے تو ان سے کم درجہ اور نرم تر بعد ازاں کو کبھی واسطہ بنکر اپنا فیض و ہدایت طالبین تک پہنچا کر ان کو ہدایت دیتے ہیں اور جس طرح بڑے سنو میں سے بیاہوں کو سیرانی حاصل

ہوتی ہے۔ چھ مائیں بھی پیاس کی پیاس کے بچانے کے لیے کافی ہو جاتا ہے  
اس لیے طالب حق اور شنگار حضرت امیہ کے لیے چھوٹے بڑے کسی بھی چیز حضرت  
تے استغفار اور بے پرواہی کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس کی پیاس بجھانے  
اور سیرانی کے لیے ہر قسم کے چھوٹے بڑے شہہ ہدایت اور ہر زمانہ کے شوق اور ہر  
انشار اللہ تعالیٰ کا کافی کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ یہ اوشاد و ہدایت، و رفیع رسائی کا یہ  
سلسلہ زمانہ غیر خرم سے ہمارے زمانے تک اسی طرح چلا رہا ہے۔ ایک  
کے بعد دوسرے اس کی جگہ سنبھالتا رہا ہے لیکن ہر زمانے والے کے بعد اس وقت  
اور تہہ کا شمس اس کے قلم مقننہ پر بہت کم دیکھنے میں آتا ہے پھر بھی استقامت  
اور اوقاف باطنی کا یہ سلسلہ برابر اور مسلسل قائم ہے اور فیاض تحقیق کی فیض رسائی کا  
تسلل بغیر انقطاع کے تیسرے دو نم ہے۔ اس لیے ہاں سو کو یہ بہم کر کہ  
نہاری تعلیم و تربیت کے لیے ان شاء اللہ موجودہ حضرات ہی کافی ہیں۔ جس میں  
اجازت سے بھی طبی انس و رعا نسبت پائیں ان کی طرف رجوع کرنے میں درپیش  
نہ کرنے چاہیئے، انشاء اللہ خدایم نہ دہیں گے۔

اگر بعد و مرنے اور معتمد زیادہ کا دل نہیں ہے تو انہی والے حضرات تو  
کام میں سے ہیں۔ اس لیے مگر حلال مجاہدہ تو انشاء اللہ تعالیٰ اویں  
والوں کی برکت سے حضرت مجاہد و رفیع پیچھے جا۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ  
زمانہ غلط ہے۔ اور کمال کا ہے جن حضرات کو کون کم تر اور کم تر تہہ سمجھ کر  
ان کے ساتھ جہاد و قتال اور سب سے توجہ کی جا رہی ہے۔ شاید میرا جملہ کلمہ  
ابنے حضرات کی نصیب نہ ہوں اور سوائے کف انفسکس ملنے کے کچھ باقی

نہانے اس لیے وقت اور موجودہ حضرات کو غفلت سمجھ کر اپنی اصلاح کے کام میں  
لگ جانے کی ضرورت ہے۔

اس جگہ حضرت مکرم الامت مولوی محمد انور علیہ  
معیار اجازت و خلوفت کے خدائے ربانی کے ہمارے طریقہ بنانے کے

معیار کا تذکرہ اثرات مساوی سے کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اس معیار کو سامنے  
رکھ کر ہر شخص اپنے لیے ملے جلے رہائی کی تعمین و ترویج بھی کر سکتا ہے اور خود حضرات  
مہازین ربیہ اپنی مدت کو ہر وقت اس معیار پر جانچنے اور پرکھتے رہنے کی  
ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ حضرات مجاہدین کے متعلق دوسرے لوگوں کے  
حسن میں فرط اور غور کرنے کا بھی اس معیار کو سامنے رکھنے سے اچھی طرح  
فائدہ ہو جاتا ہے جن اوصاف کی بناء پر کسی سالک کو جانت بیعت دی جاتی ہے  
اور بناظریت بنا جاتا ہے اس کا معیار حضرت حکیم الامت خانقاہی کے نزدیک  
سالک میں سب ذیل چند اوصاف کا پایا جاتا ہے:-

"دفع اول یہ ہے کہ وہ متفق ہو اور دفع دوم یہ ہے کہ وہ خود اپنی  
اصول کئے ہوئے ہو۔ دفع سوم یہ ہے کہ اس کو طریق سے محض علی نہیں بلکہ  
حاصل نسبت پیدا ہوگی۔ ہوا اور دفع چہارم یہ ہے کہ اس میں دوسروں کے  
صلح کرنے کی اہمیت پیدا ہوگئی ہو۔ دفع پنجم یہ ہے کہ اوصاف مذکورہ  
میں اس کو بقدر ضرورت رسوخ حاصل ہو گیا ہو اور دفع ششم یہ ہے کہ اس  
سے یہ توقع بھی ہو کہ گوئی کی ان اس کو اوصاف مذکورہ میں رسوخ کا صرف وہی ضروریہ  
حاصل ہوئے ہیں کہ وہ کاندہ و ترقی کے لیے اس سالک کا وہی مدد بھی حاصل کر لے گا تا  
(اثرات المساوی ص ۱۲)

اور چونکہ کسی کو مجاز میں داخل کرنے کی بناء اوقات مذکورہ کے درجہ ضروریہ کے تحقق کا پیشی کو صرف جن غالب ہیں حاصل ہوتا ہے۔ ان اوقات کے حصول کا یقینی علم نہیں ہوتا اور نہ یہ یقینی علم ہونے کی کوئی صورت ممکن ہے۔ موجودہ اوقات کے حصول کے ضمن در درجہ کامل کے حصول کی توقع پر اجازت دیتے دے دی جاتی ہے اور کمزور و بیشتر شیخ کا یہ گمان واقع کے مطابق بھی ہوتا ہے اور اس کی یہ توقع صحیح ثابت ہوتی ہے۔

اس معیار کے علم کے بعد جس طرح کسی اجازت یافتہ کو اپنے بارے میں اس غلط فہمی کا کوئی موقع نہیں رہتا کہ ان کو صفت تقویٰ و صلاح وغیرہ میں اسی وقت رسوخ کا درجہ کامل بھی حاصل ہو گیا ہے اور پیش کی طرف سے اجازت ہیئت کامل رسوخ کی شہادت ہے جس سے اپنی اس کو وجود حاکمیت پر قناعت کر کے ٹھکر صلاح سے غفلت اور باطنی ترقی سے رکاوٹ پیدا ہونے کا امکان تھا۔ بلکہ درجہ کامل کے حصول کی توقع نے اپنے نفس کی گمراہی اور ان کی اصلاح کی فکر میں پہلے سے ہی زیادہ متوجہ اور مشغول کر دیا۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اصلاح سے زندگی کے تعلق اور طرح میں بخت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ صلاح و تقویٰ کے حصول کے نتیجے کی اب کوئی صورت ہی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے زندگی کے ارض ٹھکر تک ہر لمحہ اپنی اصلاح کی فکر اور ضمن میں رہنے کی ضرورت ہے اور حصول مقصود کے لیے ہر وقت کوشاں رہنا چاہیئے۔

اس طرح مذاخو استہ اگر کسی اجازت یافتہ کی موجودہ حالت میں بہتر ہو کر کوئی عکس ہو جائے اور موجودہ حالت باقی نہ رہے یا شیخ

کی توقع کے برخلاف کسی کو توقع دہش کا رسوخ حاصل نہ ہو تو اجازت دینے والے شیخ کی نگاہ بصیرت اور اس کے کل معرفت میں کسی قسم کے نقص کا شہدہ کرنے اور بدگمانی کے کہنے کا بھی اس معیار کے ملحوظ رکھنے سے پوری طرح متنبہ ہو جاتا ہے۔

اس معیار اجازت و خدمت کی برتری بحسب و غریب تحقیق حضرت مولانا محمد حمزہ رحمہ اللہ اپنے رسالہ اشکات الحقیقہ عن استخوان الطریقہ میں بڑے سلیس اور چمکدار سے مسئلہ کے ساتھ فرمائی ہے اسی رسالہ کا تذکرہ زیر عنوان تالیفات اوپر آچکا ہے۔

اس رسالہ میں حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں:-

”اجازت و استخوان کی یہ حقیقت زمانہ سابق کے موافق ہے۔ آج کل مشائخ نے بوجہ کوتاہی عمر و وقت فراغ وغیرہ کے کسی قدر توسیع کر لیا ہے۔ یعنی پہلے زمانے میں تو اجازت و خدمت اس وقت دی جاتی تھی جبکہ طالب شیخ کے وہاں یکشت میں فانی و دراصل ہو چکا ہو اور مدت خسرین نے یہ دیکھ کر کہ وقت کامل اور وصول کامل حاصل ہونے کے لیے عمر و مدت کی ضرورت ہے۔ اگر اس درجہ کا انتظار کر کے اجازت دی جایا کرے تو تعلیم و تلقین اذکار کا کام بند ہو جائے گا۔ اس لیے وہ اس وقت اجازت دے دیتے ہیں۔ جبکہ طالب کو تھوکن ابتدائی کے مقابل ایک درجہ تلقین کا عطا ہو جاوے اور ذکر اللہ کا فہم ایسا ہو جاوے کہ اکثر اوقات زہولی نہ ہوتا ہو اور مقام فناء اور دیگر مقامات سلوک سے کچھ کم نہ بہت حاصل ہو جاوے گو انہی رسوخ حاصل نہ ہو۔ اس درجہ میں شیخ کو طالب فانی واصل تو نہیں ہوتا مگر وصول

کی قابلیت قریب یہی حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر صاحب اپنے نفس کی نگہداشت  
رفرائی کبر و عجب وغیرہ تمام معاصی سے اسی طرح کرتا رہے جیسے ابتدا سلوک  
مجاہدہ کے وقت کرتا تھا اور ذکر و محو و پرہیز و رکنے اور شیخ سے مثل سابق  
تعلق قائم رکھے تو ایک وقت میں ضرور داخل و فانی ہو جائے گا اور اس وقت  
میں غالب سے ان امور کی امید غالب ہوتی ہے کہ وہ ایسا ضرور کرتا رہے گا۔  
اور چونکہ اس وقت طالب کو طریق سے مناسبت و وحدہ بما حاصل ہو چکی ہے تو  
وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ دوسروں کو دعویٰ کا راستہ بتلا سکے اجازت  
دے دی جاتی ہے۔

جس طرح ایک طالب علم سنا یافتہ مدرسے سے نکل کر کتب بینی و تعلیم و  
تدیس کا کام کر کے دس پندرہ سال کے بعد عالم فہم ہو جاتا ہے اسی طرح  
وہ صاحب بھی جس کو مقامات سلوک سے کچھ مناسبت حاصل ہو چکی ہے اور  
شیخ نے اس کو اجازت دی دے ہے اگر برابر کام میں رہا رہا۔ در  
نگہداشت نفس سے غافل و غور تو کچھ عرصے بعد فانی کا لازماً واسطی ہو  
جاتا ہے اور جس طرح کہ وہ طالب علم جو مدرسے سے نکل کر کتب بینی و تعلیم و  
تدیس اور دنیا کے دھندوں میں بڑھ کر مناسبت نہیں، مدرسے وغیرہ سے  
بالکل جدا ہو جائے تو جن برائیوں کو وہ اعتقاد و مناسبت علیہ بالکل زائل  
ہو جاتی ہے وہ حد سے قادر و مست وقت حاصل تھی۔ اسی طرح وہ طالب جو  
مقامات سلوک سے مناسبت حاصل کرنے کے بعد اپنے نفس کی مناسبت  
سے منور و جانشین اور تکلیف کے بعد بھی کامیاب کرنے لگے اس کی مناسبت  
کر کرہ زائل اور قابلیت قریب بقوت و ہمواری ہے۔

## صاحب نسبت اور صاحب مناسبت کا فرق

ان دونوں کی حد متوں کو حضرت مولانا رحمہ اللہ نے بہت واضح  
الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو ہر زبان کے ہر آدمی کی زبان پر گونے کے قابل ہے۔  
حضرت مولانا فرماتے ہیں :-

**فرق** آغا خان، کوہاں اپنی جابجائی نہ صاحب نسبت اور صاحب مناسبت  
ایسا باریک ہے۔ صاحب نسبت سے حق تعالیٰ کو تعلق ہو جاتا  
ہے اور صاحب مناسبت کو صرف طریق معلوم ہو جاتا ہے۔

صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو ہر چیز کا  
خالق متبادلہ کہے۔ مخلوق کے فعل سے نظر بالکل اٹھ جاوے۔ کسی فعل میں  
مخلوق کو خدا کا اثر یک نہ پادے اور یہ مغفون درجہ اعتقاد میں نہ ہو بلکہ ہر وقت  
وحدانہ اس کا مشاہدہ ہوگا ہو۔

بلکہ دعا میں بعد من بعد من احد الا باذن اللہ وان یرولث  
تخلیقہ وادبغضلہ۔ جس کا اثر ہوگا کہ مخلوق سے خوار و علی بالکل ہی  
استغناء ہو جائے گا یعنی مقصد، نیز یہ کسی حق تعالیٰ کو تعلق ہوگا اور وہ  
فانی و واسطی ہوگا تو اس کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ اس شخص کا اللہ اور  
خوابش بالکل فانی ہو جاوے کہ اپنے واسطے کوئی حالت تجویز نہ کرے  
جس حالت میں حق تعالیٰ شائد کہیں اس پر نہ لکھی ہے۔ کبر و عجب و حب جاہ  
وغیرہ۔ یہ بالکل بری ہو۔ اگر نیک و عجب وغیرہ باقی ہیں تو سمجھ لو کہ تم صاحب  
نسبت دراصل و فانی نہیں ہو بلکہ تم کو صرف طریق کا علم ہو گیا ہے اور تم

نقص صاحب مناسبت ہوتا

**نمازین کے لیے دستور العمل** اجازت کے بعد نمازین کو جن باتوں کا ہر وقت طریق کے باقی درغور نہ رکھنے کے لیے جن باتوں کی رعایت کرنا دراصل پرکار بند رہنا ضروری ہے حضرت مولانا رحمہ اللہ کے رسالہ مذکورہ سے انتخاب کہہ کے ان کا مختصر طور پر تذکرہ کروں گا سب معلوم ہوتا ہے یہ امور حضرت مولانا رحمہ اللہ کے متوسلین ہی کے لیے نہیں بلکہ ہر سلسلہ دلوں کے لیے مفید اور اس قابل ہیں کہ ان کو ہر سلسلہ کے نمازین اپنے لیے بطور دستور العمل کے جو فیضد مابین :

حضرت مولانا رحمہ اللہ اور شاد فرماتے ہیں :

(۱) شیخ سے اپنے کو متنی اور مستقل نہ سمجھے بکریہ اپنے کو اس کا معنی سمجھے سال بھر میں دو چار دفعہ کم از کم اس کی زیارت سے مستفید ہوا اور ہر مہینہ خط و کتابت سے اپنے اتوں کی اطلاع دیتا رہے عزت کے بعد اپنے کو شیخ سے متقی سمجھ لینا سزاوارہ اور سمجھنا تک ہے اور ناشایست سبب مناصب ہے اس کے بعد عہدہ شرفی نہ کہ عہدہ جبرتی کہ سب امتیں و اہل خلق کے مشایخ کی عبارت نقل فرماتے ہیں حضرت مولانا شاد فرماتے ہیں :

اس مہدیت سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ مرید صاحب شیخ کے مقام پر پہنچ جاتا اس وقت تو اس کا وہ چھوٹا ہے جس کے بعد شیخ کی احتیاج قرابت میں ہوتی ہے نہ کہ خود ہی میں نہ ہے تو جو مرید شیخ کے مقام پر بھی پہنچ گیا نہیں پہنچا اس کا تو بھی دو دو بھی نہیں چھوٹا وہ شیخ سے کہو کہ مستحق ہو سکتا ہے اور

ان کی اکثر نمازین کو قبل از وصول مقدم شیخ اجازت دے دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

(۲) اجازت کے بعد نماز کو نفس کی نگہداشت اور مجاہدہ سے غافل نہ ہونا چاہیئے مجاہدہ کی اب بھی ضرورت ہے نہ کہ ہر وقت رہے گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ تمہیں کے لیے مجاہدہ کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس وقت میں ذوق و شوق اور بخشش کا قلب میں زیادہ رہتا ہے جس سے قوی نفسانیہ پہلے مغلوب تھے۔ اس وقت قوی نفسانیہ پہرہ میں شروع ہوتے ہیں مگر تیزی سے قوت سے منہی درست ہو جاتا ہے۔ جیسے تعلیم یافتہ اور شاگرد تہ محو سے بھی شمرات کرنے لگتے ہیں مگر واسطے اشارے سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً اگر وجوب و حسب مجاہدہ سے اجازت کے بعد نفس کی نگہداشت پہلے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ معلوم و درودات و رجوع خلق سے ان مراحض کا عود کرنا شروع ہوتا ہے۔

(۳) ذکر الہی کا اجازت کے بعد بھی پابند رہتے۔ صرف مزاجت پر اکتفا نہ کرے۔ معمولات حسب فرقت مناسبت مقدار میں مقرر کر کے ان پر بہت سے دوام کرے۔ معمولات میں تلاوت قرآن اور درود شریف استغفار کی بھی معتد بہ مقدار ہونی چاہیئے۔

دم اتق تقاضے سے بیشتر لڑن و ترسان رہنے اور اس نعمت کے حصول پر تلاش و وطن نہ ہو اس مستراح و مکرتے میں رہتا ہے اور یہ دعا کرتا رہتے کہ خداوند! اس نعمت کو سلب نہ کیجیو بلکہ روز بروز اس میں ترقی عطا ہو۔ ان قدماء اہل بدیگر نمازین پابندی کرتے ہیں تو انشاء اللہ سب نعمت سے

بیشتر محفوظ رہیں گے۔

(النور ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ از ۱۳۳۵ھ)

شیخ کے مقام پر پھر دیکھنے کا جو ذکر اوپر کی عبارت میں آیا ہے اس کی تشریح خود حضرت مولانا رحمہ نے رسالہ مذکورہ کے حاشیہ میں ان الفاظ سے فرمادی ہے کہ:

”شیخ کے مقام پر پہنچنے کا یہ مطلب نہیں کہ و شیخ کے برابر ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب ہر دیکھنے والے سے خاص تعلق معلوم ہوتا ہے تو اس تعلق و مناسبت کی وجہ سے یہ کہو شیخ کے خاص مقام سے بھی تعلق اور مناسبت اور اس کا ذوق حاصل ہوتا ہے گو دونوں کے تعلق و ذوق میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔“

شیخ کی وفات کے بعد اس کے فیوض و برکات کے حاصل کرنے اور اس کی تعلیمات سے استفادہ کرنے کے لیے شیخ کی تالیفات و تصانیف کے مطالعہ میں وکثرت مفید ہے اور شیخ کے سوانح اور حوالہ اندہ اندک اور طریق تربیت کا تذکرہ کرتے رہنا اور اس پر عمل پیرا رہنا حضرت شیخ کے ساتھ بقاء تعلق کا باعث اور اذیاد محبت، انس کا باعث ہوتا ہے اور حضرت حکیم الامت قانونی کے ارشاد کے مطابق بھی حب شیخ کلید سعادت اور مفتاح غریب ہے۔

حضرت شانوی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبد الوہاب ثانی رحمۃ اللہ علیہ لا ارشاد دیتے تھے کہ:

”جس کے اندر دو چیزیں ہیں ابتداً سنت اور حب شیخ اس کو سب کچھ حاصل ہے ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر تعلیمات بھی نظر آتے ہوں تو وہ بھی سب

انوار میں درج ہیں کسی میں کسی ہے تو پھر اگر انوار بھی نظر آتے ہوں تو وہ بھی سب تعلیمات ہیں۔“

اللہ تعالیٰ یہ دونوں دولتیں علی و علیہ اکمالاً ہم سے عطا کر حضرت اقدس کی تعلیمات و ہدایات کی برکت سے عطا فرمائیں۔ آمین۔

(دار خاتمہ السون)

یہ تو وہی ہو گیا ہے کہ کو اپنے شیخ کے خاص مقام سے کسی قدر مناسبت اور اس کا کچھ وقت بھی مائل ہوتا ہے اس کی پوری پوری قائم مقامی اور ہر طرح سے اس کے ساتھ کامل مناسبت کا پیدا ہو جانا تو یہ بہت ہی شان و نادر بات ہے ورنہ خاص سے خاص موصول مستحب اور خلیفہ مبارک کو بھی شیخ کے خاص مقام اور خصوصی ذوق کا ادراک نہ ہوتا ہے اور پھر بھی دونوں کے تعلق و ذوق میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

اشرف السوانح کی حسب ذیل عبارت میں بھی حضرت قانونی نے اس چیز کا اظہار منہمایا ہے۔ خود عزیز الحق تحریر فرماتے ہیں:-

”حضرت والہ کے خواہ مخواہ اور بجا خواہ و بجا ہونا مولوی ظفر احمد صاحب دہت فیوہم نے بنا بر غرضیت تعلق اپنے ایک اعلیٰ نہایت ہی استیقا کے ساتھ اور کسی حدیث شریف کا حوالہ دے کر حضرت والہ سے پوچھا کہ اپنے خدام و مخلصین میں سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے؟ اس پر حضرت والہ نے بے تعلف و تحریر فرمادے مایا کہ میں کسی شخص سے نہیں ڈرتا اگر کوئی اس کا مصداق ہوتا۔ فرمودہ وارن یہ بات تو یہ ہے کہ اب ملک سے

ہر کے نفس خود شہید یار میں و زردین بن بخت امیر میں

پوری منہایت کی کونہیں ہوتی اور اجنبیت کا مدار وہی ہے ؟

(شہرت سوانح صفحہ ۲۷)

اس عبارت میں حضرت عظیم اہانت تھا تو کسی نے اپنے تمام متبعین سے پوری منہایت کی تلقین فرمائی ہے مگر حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ پر حق تعالیٰ کا یہ خصوصی فضل و احسان تھا کہ حضرت شہید شہید نوئی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت مولانا کے عارفین حال کے جواب میں مولانا کو تلقین کمال تناسب کی خبر سے نواز ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنا یہ حال لکھا تھا کہ :

”کل دور کے وقت میں یہ معلوم ہو رہا تھا کہ خانہ کعبہ کی خدمت کے قعب میں کوئی نئی جہت پیدا ہو رہی ہے جس کا اثر موجب ضبط کامل کے حضرت پر نظر ہر منہیں ہوتا اور احتیاط پر اس کا اثر پڑ رہا ہے کہ دل لقا، اللہ کے اشتیاق میں بسے چلن ہے۔“

حضرت عظیم اہانت تھا تو کسی نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

”ماشاء اللہ نہایت عجیب و رکاب ہے۔ مجمل طور اس حالت کو مشاہدہ عزیز و مضعف و غلبہ انکسار و افتخار و فناء و عروج و انحطاط ہے جو اسباب و ذریعہ آثار ہیں مہریت کے یکایک منسل حقیقت و حکمت اس کی نسبت ہرگز بہت کم ہر شخص اس کے سمجھنے کے لئے کوشش کرے گا۔ مگر یہ کہ جو کچھ فرم سے خود کہنے کو تھا مگر بعد از مدائن۔ لیکن جو کچھ کہتا ہے۔ قعب کو بہ کمال تناسب اس کا اور کچھ بانی اللہ ہو گیا۔ اس لئے اس کی جلد ہی کچھ دنوں میں اگر تم سے اس کا فیضان ملے گا تو تم سے میں نہ کہ میرا۔ حال نہیں بلکہ اس تناظر میں جو بعض احوال مقلد میں فرم سے ظہور کرے میں اس کا ارتقاء بھی متوقع ہے کہ تم اس ارتقاء کا واسطہ بن

سکتے ہو ؟ فاقہ ہے فیہ مفتاح الخیر۔

حضرت عظیم اہانت مولانا صاحب نوئی رحمہ اللہ کا دوبارہ اس نئی کمال تناسب اور خصوصی تعلق کی خبر دیتے ہوئے مولانا صاحب نوئی رحمہ اللہ کا فیضان فرمایا حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ کے حق میں فضل و کمال کی تمام باتیں اور باہر شہرت ہونے کے ساتھ حضرت مولانا صاحب نوئی رحمہ اللہ کے متبعین اور متبعین کے لئے بھی بڑی سرمایہ سکون اور تہنیت الطیب ہے۔

**فہرست مجازین**

حضرت مولانا صاحب نوئی رحمہ اللہ نے جن حضرات صاحبین کو مجاز بیت بیعت قرار دیا یا اجازت بیعت دے کر مجاز بیت بنایا ہے اور ان کے ناموں کو اپنی خود نوشت میں اس میں نہیں تحریریت سے ذکر فرمایا ہے اسی ترتیب سے ذیل میں اس فہرست مجازین کو درج کیا جا رہا ہے تاکہ جالبین کو حضرت اہل اجازت کا علم ہو جائے اور وہ موجودہ حضرت سے استفادہ کر سکیں اور جو حضرات وفات پا چکے ہیں ان کے حق میں دعا ہے کہ حضرت و رفیع درجت کرتے رہیں۔ فہرست مجازین یہ ہے :-

۱۔ مولانا شمس الحق خیر پوری صدر جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ میں ان کا اپنے وطن میں انتقال ہو گیا۔

۲۔ مولوی حبیب اللہ صاحب سید سلطنت جو شہر میں سربراہ گنج کے سرکاری سکول میں تعلیم دیتے تھے۔

۳۔ مولوی صدیق الرحمن مدرس جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ۔

۴۔ مولوی امین صاحب سیدنی

۵۔ مولوی نذیر حسین صاحب ملہٹی۔

مولانا عثمان الحق صاحب تھانوی میکب لائیں کراچی، موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل، پاکستان کے تیار اور ممتاز عالم دین اور مشہور خطیب ہیں، بڑا ولید کا حکم دارالعلوم مولانا گمرانی میں ہی اپنے تہذیبی فیض سے لوگوں کو فیضیاب کردہ ہے۔

۷۔ فتویٰ علی صاحب اسلام پورہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور، یہ حضرت مولانا مرحوم رحمہ اللہ علیہ کے پہلے مجاز ہیں جن کے خطوط مسئلہ تربیت حضرت حکیم انصاری تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے نظر استعماں کے بعد النظر الجلی بالشرع اعلیٰ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ مرحوم نے حضرت حکیم، امت متعاقب کی کتابوں سے متفرق مضامین کو جمع کر کے اشرف الجواب وغیرہ مختلف ناموں سے شائع کر کے بڑی خدمت انجام دی ہے جن سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔ مرحوم کے بعض ایسے مسودات بھی ہیں جو جن میں ہو سکے۔ ۱۰۔ روزی الحمد رحمہ اللہ بمطابق ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء کو وفات پا گئے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے محل اسلام پورہ پھیلے کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسمہ۔

۸۔ مولوی حافظ عباس علی صاحب مد فیت قرآن زمان سیکندہ اسٹنٹ ٹیچر ایم ایف بی سیال پور ضلع تھانوی کراچی (دہائے علوم)

۹۔ مولوی عبدالشکور صاحب ترمیز بہتم مدرسہ تہذیبیہ سابلال ضلع سرگودھا۔

۱۰۔ مولوی عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ تہذیبیہ ضلع ڈیرہ (دہائے علوم)

۱۱۔ مولوی محمد رفیع صاحب مدرسہ تہذیبیہ ضلع ڈیرہ (دہائے علوم)

۱۔ مولوی محمود داؤد ہاشم مفتی بر ماہرشی سورتی، جانا مسہر اکون۔ یہ حضرت حکیم الامت تھانوی مدرسہ کے ہی تربیت یافتہ تھے۔ حضرت تھانوی کے بعد انہوں نے حضرت مولانا کی طرف رجوع کیا اور تعلیم کے بعد حضرت مولانا نے ان کو اپنا جاز بیت بنا لیا۔

۱۲۔ مولانا محمد شفیق صاحب مسات و لیسار۔

۱۳۔ مولانا محمد عزیز الرحمن صاحب نظری کلائی شیخ الحدیث مدرسہ دارالعلوم شاہ باغ (پیشہ ور سائنس مشرقی پاکستان)

حضرت حکیم الامت تھانوی نے بعض حضرات کو صرف علوم کے لیے بیعت و تعلیم کی اجازت فرمائی تھی اس طایق کے موافق حضرت مولانا مرحوم کے حلقہ کی قبرست میں بھی بعض ایسے حضرات کے نام ہیں جن کو صرف علوم کے لیے بیعت و تعلیم کی اجازت تھی اس لیے ان کے ناموں کے ساتھ (دہائے علوم) لکھا جوا ہے۔

(ف) حضرت حکیم الامت تھانوی کی خصوصیت تربیت میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ علاوہ مجاز بیت کے بعض اصحاب کو جن میں تعلیم کی کافی صلاحیت ہوتی تھی مگر اجتہاد شرع شرط بیعت میں لیکن خاص صورت کا انتظام ہوتا تھا۔ مجاز تعلیم بواسطہ صحبت یعنی تعلیم بغیر بیعت کی اجازت دے کر ان کا لقب مجاز بالصحبت تجویز کیا جاتا تھا۔ لیکن ان کو صرف بواسطہ صحبت کے نفع پہنچنے کے لیے اجازت دی گئی تھی۔ بیعت کرنے کی اجازت ایسے اصحاب کو نہیں دی گئی تھی اور متعدد اس لیے تھا کہ جب ان اصحاب میں تعلیم و تحقیق کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے تو ان کے بعض حالات خاصہ کے بحال کے انتظام میں لوگوں کو ان سے

نہ نہ اٹھنے اور ان کے اٹھنے میں سے بھی کوئی محروم نہ رہا جس نے کہ جتنا وہ اپنی بات کو جوہرہ میں پہنچانے کے اہل ہیں اور خود ان حضرات کو بھی اپنی کی کا علم ہو کر اپنی ہر قسم کی اصلاح اور تحکیم کی فکر میں لگے ہو جائے۔ ان میں سے بعض حضرات کو بعد میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ملیں گے خود ہی جب ان میں حالات منتظرہ ہونا ہو گئے جانو بیعت بنا کر اجازت بیعت عطا فرمائی ہے۔  
(دعا خزانہ اشرف السواغ)

ان میں سے ایسے حضرات ہیں کہ حضرت حکیم الامت نے اجازت بیعت عطا فرمائی تھی وہ تو حضرت حکیم الامت کی طرف سے ہی مجاز بیعت ہو گئے۔ اور غلامہ اشرف میں ان کا شمار ہو گیا۔ لیکن بعض حضرات نے حضرت عتاقی کے بعد حضرت مولانا کے کسی مجاز بیعت کی طرف رجوع کر لیا اور اس مجاز بیعت نے ان کو مجاز بیعت کر دیا تو وہ ان مجاز بیعت کے مجاز بیعت کہلا رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا خضر احمر صاحب کے مجازین میں سے نمبر کی یہی بات ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خلیفہ اور مسترشد خاص صاحب مکتبہ عقی علی محمد صاحب مرحوم رحمہ اللہ علیہ کے عہدہ کے جواب میں اجازت کی وضاحت فرمائی ہے:

(ف) اجازت بیعت دینے والی صفت حکیم الامتؒ کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ جو بغیر اہل علم قابل اجازت ہوتے تو انہیں ان کو صرف عوام کی بیعت کرنے کی اجازت نہ فرمائی جاتی تھی جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر اہل علم سے ہی ہر بات اہل علم کی نقل ہوتی مشکل ہوتی ہے بلکہ اجازت یافتگان کے نام کے ساتھ اس بات کو ظاہر کرنے کے

یہ نام کے آگے دیا ہو گا۔ ہاں مولانا فرمایا جاتا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم کے بارین کی قدرت میں بھی وہ اس کا یہی حال ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کی اس تقریر کا اس جگہ فقہ دین حریمت ساکین کا کام کرنے والوں کے لیے مفید معلوم ہوتا ہے۔ خود اہل علم صاحب مرحوم کے غیر محبوبہ محبوبہ پر بیعت ہے۔ اس سے حریمت حکیم الامت کی نفی کے خاص درجہ تربیت کا علم ہوتا ہے۔ جس کا یہی غور کہ اصل کا کام کرنے والوں خصوصیت کے ساتھ سلسلہ فقہ کے ساتھ نہ ہو سکیں گے یہ بیعت ہی نافی ہے۔

بندہ ناچیز خضر احمد عثمانی مفتی المدینہ  
سنت مولانا مرحوم کی غیر مطلوبہ تحریر  
عرفن کو تا ہے کہ حضرت حکیم الامت

مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مولانا مفتوحات ہیں لیکن وہ خاص تہذیب ہیں جن سے حضرت رحمہ اللہ علیہ کے بعد یہی کارنامہ اچھی طرف دینا چاہتے ہیں لیکن ان کے خاص درجہ تربیت ہی ہے جو عرصہ سے منظور تھا۔ امام تاج الدین محدود سے چند اشیا کی کے یہاں یہ طرز احتساب و تجویز و رد و ترویج باقی کا قدر یہ طریقہ باقی رہا تھا۔

اس رسالہ میں اس طرز کے مفتوحات کو یک جا نہیں کیا گیا ہے جو ذخیرہ مفتوحات میں مندرجہ ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ساکین و عامر میں کو یہ مجموعہ یک جا ہونے کی وجہ سے بہت نافع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ صوفی علی محمد صاحب کی حسن نعت کو قبول منہ مائیں اور عام و خاص کے لیے نافی بنائیں۔ آمین۔ والسلام۔

**حقیقت بیعت** حضرت حکیم غلام غفران علی کے طرز تربیت کی یہی صورت تھی کہ اس میں اصلاح اخلاق و اعمال پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ اور بیعت کی فائز صورت اور رسمی طریقہ (باطن پر مبنی نہ تھے) کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ بغیر اس کا جبری صورت بیعت کے بھی تعلیم و تربیت اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا اس سے حضرت غفران علی کا مقصد اس فعلی کی اصلاح تھی جو بیعت کے بعد اور اس کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے علم لوگوں میں پھیل گئی تھی کہ وہ اس کا جبری صورت ہی کو بیعت کی حقیقت سمجھنے لگے تھے۔

حضرت مولانا غفران عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے بھی حقیقت بیعت کو واضح فرماتے ہوئے اس عمل کی اصلاح واضح طور پر فرمائی ہے۔ چنانچہ اپنے ایک مہتر شدہ نوٹانہ حکیم انیس احمد علی کے نام اپنے ایک محبوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔۔

محرمی عزیز حکیم انیس احمد علی

اسلام حکیم دارالہدٰی و برکات:

بیعت با حقین با حق دینے کا نام نہیں ہے۔ غیبت و محبت اور تباہ کا نام ہے۔ وہ آپ کے دارالہدٰی کو حاصل ہے۔ اس سے کہ: حضرت حق تعالیٰ تعالیٰ سے بیعت کا شرف نہ کہتے ہیں۔ آپ کے مدرسہ کے ساتھ کی غیبت و محبت حاصل سے تو آپ کے بیعت کا حق ہے کہ میں اس طرح آپ کی سلسلہ تربیت نہ کہتے ہیں۔ اور بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔

فقدما السلام غفران عثمانی علیہ الرحمۃ و بکرمہ

چونکہ اپنی اصلاح و تربیت بیکری تو یہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ مہتر شدہ مہتر و مولیٰ کے ساتھ ملی لائق مضبوط اور اس پر کامل اعتماد و حاصل ہر ممکن کے کہنے کہنے سے جو لائق ہو تا ہے وہ اتنا مضبوط اور کچھ نہیں ہوتا اس لیے ہمارے اکابر باقصوں حضرت حکیم الامت حق تعالیٰ رحمہ اللہ علیہ نے یہ حربہ پسند نہیں تھا کہ دوسروں کے کہنے اور تحقیق کرنے سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کیا جائے۔ بلکہ یہ حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ براہ راست ہر شخص کو خود ہی قائم کرنا چاہا ہے۔

چنانچہ مولانا انیس احمد علی نے اپنے بعض دوستوں کی درخواستیں بیعت سے لیے کو نام نہاد مہتر شدہ علیہ کی خدمت میں بجا لانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت میں فرمائی بلکہ اہتمام فرمایا۔

”آپ جن حضرت کی درخواستیں بجا لائے جیتے ہیں یہ طریقہ کے خلاف ہے جس کو نہ خود مجھ سے تعلق ہو گا اس کی درخواست قبول کریں گا کسی کے تعلق پیدا کرنے سے وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔“

و السلام غفران عثمانی

حضرت مولانا مہتر شدہ احمد علیہ کا یہ طریقہ ہمارے زمانے کے تربیت و مسلک کا کام کرنے والوں کے لیے لائق تحقیر ہے جس کو اپنی طرف سے لوگوں کی اتجاہات اور کثرت مریدین کا حق نہیں ہر وقت رہتا ہے۔ حالانکہ اس راستہ میں غیبت و طلب اور صدق و انصاف قابل قدر اور لائق لحاظ ہے۔



عام مردوں کو نصیحت | علماء سے بکثرت ملتے رہو۔ ان سے مسائل پوچھتے رہو، اگر آپ سے پوچھنے پر تو بہت سی زحمت پڑتی

گھر اور صفائی معاملات دیکھتے رہو۔ اور اس پر عمل کرو۔ تعلیم الدین کے چار حصے پہلے پڑھ لیو۔ لباس غلب شرع مت پہنوجیے ٹخنوں سے نیچے پاخانہ پاکوتہ پنکوں یا ریشمی یا زرد وندی کا کپڑا یا چار اھل سے زیادہ چوڑی لیس دار ٹوٹی یا اتنے ہی کام کا سچا کا دار جو تھما، وازی مت کشاؤ اور نہ اس کو منڈاؤ البتہ شعی سے جتنی زائد ہو اس کا اختیار ہے۔ جتنی زمین منت کے غلب داری ہو بری ہیں سب کو چھڑ دو۔ جیسے مولود، فاسق، مکرس اور شادی بیاہ عتیقہ، فتنہ، بسم اللہ کی رسم اور تباہ دوسوں، چالیسواں وغیرہ، شب بڑ کا علوہ، محکم کا تہوار منانا، میلوں شیلوں میں جانا ان سب کو ترک کرنے کے علاوہ آتش بازی، تصویر دار کھلونے وغیرہ سے بچو۔ زبان کو نصیحت اور گالی گوبچ سے بچاؤ۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھو، گانا بجانا مت، شرع پر کام کے لیے توبہ گنہ سے مت بچا کر دو۔ بیکار اس سے دینی سیکو۔ لہجہ دعا کرنے کا معائنہ نہیں۔ ایسا مت سمجھو کہ اگر خداوند تو ہر کے پاس کیا جاویں۔ یہ مت سمجھو کہ ہر کو سب خبر دینی ہے ان سے کہنے کی کیا ضرورت ہے، خواب پر ہونے سے بچے ملا مت کرو۔

خام عورتوں کو نصیحت | شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ۔ اولاد کے ہونے یا نہ ہونے سے بچنے کے لیے ٹونے ٹونے مت کرو۔ فال مت کھولو۔ جس سے شرع میں پندہ

سے چاہے وہ پر ہو چاہے اور یک ہی نزدیک کا ناتہ دار ہو سب سے ٹھیک پندہ کرو۔ غلب شرع لباس مت پہنوجیے کپڑوں دار یا نچا۔ یا کمرے میں پیٹ یا کھڑی یا بازو کٹے ہوں یا ایسا باریک کپڑا پہنیں یا سر کے بال جھٹکے ہوں یا سب چھڑ دو کسی کو جھانک کر نہ دیکھو۔ کوئی کام نام کے واسطے مت کرو کوٹنے، طعنے دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ۔ پانچوں وقت نماز اول وقت پڑھو۔ ایام سے جب پاک ہو خوب خیال رکھو، کسی وقت کی نماز یا ہم بندہ ہونے کے بعد نہ رہ جائے۔ خداوند کی تابعداری کرو۔ اس مال اس سے بچا کر خرچ مت کرو۔ جہاں رسم رسوم کی صفائی وغیرہ تقسیم ہوتی اور وہاں مت جاؤ۔

خاص ذکر شاغل لوگوں کو وصیت | ہر عمر میں منت پر عمل کر لے کا اہتمام کرو۔ اگر کسی سے

کوئی بات غلب مزاج پیش آوے مہر و عمل لیا کرو۔ کبھی اپنے کو صاحب کمال مت سمجھو جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے خوب سوچ لیا کرو۔ مال دجاہ کی طبع و عرص مت کرو توبہ گنہوں کا شغل مت رکھو۔

ذہنی تعلقات مت بڑھاؤ۔ بے ضرورت بہت ساسا مان مت لے کر دو حتی الامکان غلبت میں رہ کر بدوں ضرورت و محنت لوگوں سے زیادہ مت ملو۔ اگر تلب پر کچھ اتوال یا معلوم وارد ہوں شیئ سے اطلاع کرو۔ اگر تعویذ کی کتابیں دیکھنے کا شوق ہو تو پہلے علیم الدین کا نسخہ پڑھو اور بعد شوی کا مطالعہ کر لو جبکہ تم معقول و عقل کے جامع عالم ہو، سخن پردہ سے مت کرو۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو اسی سے التجا رکھو اور انتقام کی درخواست کرو۔



فارغ ہو جاتے تھے۔ البتہ آخری عمر میں بااستثنا اہل خصوصیت کہ کہ ان کے خطوط کا جواب درست خود ادا فرماتے تھے۔ دوسروں کے خطوط کا جواب اپنے بعض خدام کو ادا فرما دیا کرتے تھے اور وہ جواب تحریر کر دیا کرتے تھے۔ اس خدمت پر دوسرے خدام کے علاوہ خود حضرت مولانا رحمہم بھی مامور تھے اور حضرت کے ادا کرنے پر حضرت کے نام پر آئے ہوئے خطوط کا جواب تحریر کرتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت تھانوی کی بلند اور خصوصیات کے اس خصوصیت سے بھی حضرت مولانا رحمہم کو نوازا تھا۔ بھر جیت اس پر ہے کہ اس پیرائہ سال میں درس و تدریس اور علمی تعلیمی مشاغل سے بھی آپ کو فراغ حاصل نہیں تھا اور باوجود ان مشاغل کے بھی یہی تمام خطوط کا جواب خود اپنی قلم مبارک سے ہی عنایت فرماتے تھے اور اس میں کسی کا استثناء نہ تھا۔ میرے چودہ سالہ نابالغ بچے عبدالقدوسؒ نے اپنے حفظ قرآن کریم کے قلم کے لیے اس اطلاع کا اعتراف لکھا تو اس کا جواب بھی حضرت مولانا رحمہم نے اپنے دست مبارک سے ارقام فرمایا۔ دُعا اور غلامانِ قریش کے ساتھ بچے کو قرآن پاک کے پختہ یاد کرنے کا اعتراف بھی تحریر فرمایا جس کو عمامہ و توبہ اللہ بنانے کی غرض سے نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا رحمہم فرماتے ہیں :-

”حفظ قرآن پاکِ نعم ہونے سے خوش ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں جس کا طریقہ روزانہ ساتھیں ایک پارہ تلاوت کہنا تھا اس کی پابندی کریں۔“

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مولانا رحمہم کا یہ والا نامہ ارشاد کو ملا تھا اور حضرت کی وفات سے تقریباً ۱۰ روز پہلے کا تحریر فرمودہ ہے۔ انھوں نے یہی وہ والا نامہ ہے جس کے بعد ساتھی وال سے نامہ وہ پیام کا سلسلہ بند ہو گیا۔ یہ تحریر بھی کہ یہ حضرت کا

آخری مکتوب گرامی دستار پانے گا۔ جس پر ہمیشہ کے لیے خط و کتابت کا سلسلہ اس ناکارہ کے ساتھ بند ہو کر نامہ بری اور پیغام رسانی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں رہے گا۔ یہ مات ہو جائے گی۔

دعا مدامہ دے مسیر دُعا مدامہ دے

کہ ہمیشہ حضرت اقدس بر دُعا مدامہ دے

اللہ اللہ وَاِنَّا عَلٰی سَيِّئَاتِنَا حٰشَوْنَ

عرضِ اہتر

قاعدہ سے خط کے جواب کا معمول اور اس کا فریہ جواب طلب کرنے والے کے ذمہ ہے۔ اس لیے جواب کے تحریر کا فریہ دوسرے پر ڈالنا بد و دوسرے کو ذمہ بار کرنا اور اپنی کم ہمتی دکھانا ہے۔ اس لیے جواب طلب نمود کے لیے ہمیشہ جوابی خط یا الفاظ براہ ہونا چاہیے۔ یہی معمول حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی ندیس سرہ اور حضرت مولانا عثمانی رحمہم علیہ کا تھا کہ غیر جوابی خط کا جواب اکثر نہیں دیا کرتے تھے۔ البتہ مواقع خصوصیت اس قاعدہ سے مستثنیٰ تھے۔

اس لیے اگر غیر جوابی خطوط کا جواب اپنے شریعت سے دے دیا جائے تو کسی طرح بھی مجیب کے ذمہ نہیں ہے تو یہ بڑے حوصلہ کی بات اور مسکام اخلاق میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ اور اس میں حقوق مسلم کی نگہداشت دل دہنی اور تطبیق قلب مسلم کی فضیلت بھی ہے۔ لیکن کسی شرعی خدشہ کے بغیر جوابی خطوط کا جواب بھی نہ دینا بعد درجہ مجبوب اور مکام اخلاق کے خلاف ہونے

کے ساتھ مسلمان کی تکلیفی اور سبب ایذا دہن مسلم بھی ہے۔ کیونکہ خط کا جواب نہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بالفاظ سلام و کلام کا جواب نہ دینا جب کہ جواب کے لیے خط یا الفاظ بھی ہمراہ ہو۔ فقہاء و کرام نے خط کو خطاب کے حکم میں قرار دیا ہے۔

**حضرت مولانا مرحوم کی ایک مختصریر** النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں  
جس زمانے میں مسند حیات میں خواجہ علی رہا تھا اور مسند یقین نے حضرت مولانا مرحوم رحمہ اللہ عالیہ اور مولانا اشتہام الحق صاحب خانوئی کو اپنا ثالث تسلیم کر لیا تھا اور مولانا اشتہام الحق صاحب کی طرف سے فریقین کو اپنے دلائل تحریر کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اس پر دوسرے فریق کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ تحریری مناظرہ بدعت ہے۔ اس لئے اس فریق کا عقیدہ کہہ کر حقیقت حال سامنے کرنا چاہی تو حضرت مولانا مرحوم کی حسب ذیل تحریر میرے عزیز کے خطاب میں موصول ہوئی جس میں تصریح ہے کہ تحریر خطاب کے حکم میں ہے۔  
اور اقام فرماتے ہیں:-

”جس شخص کا وہ عقیدہ ہو جو آپ نے لکھا ہے وہ جماعت اہل سنت سے خارج ہے۔ ایسی تک ہمارے پاس ناٹا ہے ان کا انکار نہیں کیا اور نہ ہم نے ان کو تحریری مناظرہ پر مجبور کیا۔ مولوی اشتہام الحق نے صرف یہ لکھ دیا تھا کہ تقریر میں مناظرہ ہے پہلے مسند یقین اپنے دلائل تحریر ابھی بھیج دیں تاکہ ان کو دیکھیں اس آسانی ہو کیونکہ تقریر کا معقول رہنا بہت دشوار ہے اس میں بدعت کی کیا بات ہے؟ اور مناظرہ تحریری

بھی جو تحریری بدعت کیسے ہوگی، الکتب حکم الخطاب فقہاء کا مسلمہ اصول ہے۔  
واللہ اعلم بالصواب


**عملیات**  
ہمارے اکابر کا معمول عملیات کے بارے میں بھی افراط و تفریط سے پاک اور معتدل رہا ہے۔ یہ تو نمایاں اور تجویز گذشتہ سے ان حضرات کو انکار و انکار تھا اور نہ ہی اس میں ہتھکنڈا و اشتغال ہی تھا بلکہ دوسرے اشغال ضروری کے لیے اس میں اشتغال کو مضر سمجھتے تھے البتہ عام لوگوں کو نماز کے تجویز گذشتہ کرنے والوں سے بچانے کی خاطر ان کے لئے تجویز گذشتہ کر دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت مولانا نے اپنی ایک تحریر میں اکابر کی اس معمولیت کا ذکر فرمایا ہے۔ عملیات کے ایک رسالے ”اعجاز قرآنی“ پر تقریباً میں تحریر فرماتے ہیں:-

”آپ کا رسالہ ”اعجاز قرآنی“ معمولی نوعیت کا ہے کہ عام لوگ ان اعمال کی وجہ سے کافروں یا منافقوں کی طرف رجوع کرنے سے ڈر جائیں گے ہمارے اکابر نے اس معمولیت سے تجویز دینے میں مضائقہ نہیں سمجھا ورنہ ان حضرات کو ان سے دل چسپی نہ تھی“

اپنے اکابر کے معمول کے مطابق حضرت مولانا مرحوم کا بھی معمول تھا کہ ان عملیات میں اشتغال و ہتھکنڈا کے بغیر مزد و مزدور کی حاجت روائی کے لیے ورد و وظیفہ بھی بیکار دیکرتے تھے اور حاجت مندوں کی ضرورت کے موافق تجویز بھی لکھ دیا کرتے تھے اور ماٹرائڈ اس بارہ میں بھی آپ کا یقین عام اور جاری تھا۔ مخلوق خدا کو اس سے بھی خوب نفع ہوا اور آپ کو عملیات سے ایک خاص مناسبت حاصل تھی۔  
آسیب زدہ نہیں بلکہ اس کا علاج بھی آپ تجویزات کے ذریعہ فرمایا کرتے تھے اور

بہنہ قتل عام اراضی کے علاوہ آسیب زدہ مریضوں کا علاج بھی آپ تعویذات کے ذریعہ فرمایا کرتے تھے۔ بھتیژی زید کے لوہے میں بھی شامل ہیں۔ یہ گنہہ برائے آسیب زدہ سے برائے حفاظت اثر کا کثروم جانوں موزیدہ ایک کے عملیات مولانا مرحوم کی روایت سے بھی بھتیژی زید کے تحت مذکور میں شامل کئے گئے ہیں۔ اس قسم کے معجزات اور ذاتی تجربات کی ایک بڑی یادداشت آپ کے پاس تین ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ احقہ نے ان معجزات میں سے کچھ نقل کرنے کی درخواست بڑی غلطی کی تو تحریر فرمایا:-

” عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمہ اللہ علیہ !

اس قسم کے معجزات کی ایک کتاب تیار ہوگئی ہے نقل کے لیے وقت ملتا دشوار ہے۔ ایک تو یہ عام مکتوباتوں جو میں ہر توہین میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا کرتا ہوں۔ یہ توہات کا اسم اعظم ہے جو اپنے بزرگوں میں سے مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ اور مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے معمول تھا اس کی شکل یہ ہے  ان کو اشکال سبحیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی مناسب دُعا اعمال قرآنی سے مریض کے مناسب بخود پڑھنے اور نیز یہ تنہا بھی کافی ہے۔ “ والسلام والرحمہ

خضر احمدی منہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

دوسرے ایک مرتبہ میں حال پر آپ نے رد و تحریر کیلئے دوح ذیل عمل کرنے کے لیے تحریر فرمایا کہ سودہ بقرہ و مدانہ پڑھ کر پھر پڑھنا۔ یہ ہمہ گیر اند بانی پرہم کہ کہہ لائیں اور پھر بانی میں اور پانی کی کرکٹ کر لیں۔ چالیس دن عمل کیا جائے سحر کوٹ جانے کا۔

آسیب زدہ کے لیے:- ایک مرتبہ زیادہ قوی تر آسیب بخون موت میں عمل ذیل کر لیں کہ باریت فرمائی اگر تو میرے نانہہ:- ہو تو آسیب زدہ سے کہا جانے کہ روزانہ سورہ فاتحہ آیتہ الکرسی سورہ یٰن۔ چاروں دن بانی پرہم کو کہ تین گھنٹہ پی لے باقی بانی میں اور بانی ملا کر عمل کرے۔ ۴۰ دن کاٹھن ہے۔

آوارگی کے دفعہ:- زید اور علیہم کے شوق کے لیے:- بچہ کے دورہ ہو جانے اور علیہم چھوڑنے کی شکیات پر دُعا کے ساتھ تحریر فرمایا:-

اس کو دورہ فاتحہ آیتہ الکرسی چاروں دن بانی پرہم کر کے پلاتے ہیں اس کو بخیر رہی جانے کہ یہ بانی پڑھا ہوا ہے۔ “

نقش بدوح:- حضرت مولانا مرحوم کے مخصوص عملیات و مجربات میں نقش بدوح کی چاندی کی انگوٹھی اور توہین کو بڑی خصوصیت و اہمیت حاصل تھی اس نقش کے گونا گوں فوائد و اثرات بہت زیادہ ہیں۔ برصغیر ہندوستان کے علاوہ بلجول، برما، سعودی عرب اور بہت سے افریقی ممالک میں بھی اس نقش کے توہین اور انگوٹھیں طلب کی جاتی تھیں۔ حضرت مولانا نے اپنے صاحبزادگان مولانا عمر احمد شامی اور مولانا قمر احمد عثمانی کو اس نقش کی اجازت مرحمت فرمادی تھی اور مولانا کا یہ فیض محمد اللہ جاری ہے۔



## حضرت علامہ عصر اور مشائخ زمانہ کے ساتھ محترم مولانا کے خصوصی تعلقات اور ان کے بارے میں آپ کے تاثرات

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے اساتذہ کرام کے ناموں کا تذکرہ کرنے کے بعد تقریر فرمایا ہے "اساتذہ کرام جن سے سند حدیث حاصل کی ہے ان سے ہی زیادہ متاثر ہوا ہوں۔ ان کے علاوہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی سے بھی متاثر ہوا ہوں اور مولانا سید سلطی ناسک سے بھی اور علامہ محمد زاہد الکوثری مصری اور علامہ سالم علیہ السلام استاذ جامعہ سعودیہ مدینہ منورہ سے بھی اگرچہ آخر کے دو حضرات سے ملاقات نہیں ہوئی مگر غائبانہ ہی ان کے فعل و کمال سے متاثر ہوا ہوں۔ علامہ زاہد الکوثری اور علامہ سالم علیہ السلام علیہ السلام اس قدر مقدّم و ممتاز ہیں کہ بہت گراں یاد تقریریں لکھی ہیں جو ان کے کمال علم و دانش کی شاہد ہیں۔ (دفعہ ۱۸ منظر)

حضرت مولانا نے اپنے صاحب کلام سلطی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا مرحوم کا تاثر یہ ہے کہ "میرے بچے صاحب کلام سلطی علم حدیث میں کمال کے ساتھ عربی و اسلامیات میں کمال تھے ان کا ایک شعر جو انہوں نے اپنی پہلی بیوی کے مرتبہ میں لکھا یہ ہے

حکم و عطا یرحم المہین لعم اذل تلق العواد بکل یوم عینیں

مولانا نے اس شعر کو اپنی پہلی بیوی کے مرتبہ میں شامل کر کے اس کو بچہ لکھ دیا ہے اس کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ خصوصی تعلق حضرت مولانا محمد عینہ صاحب کو حاصل تھا اس کا ذکر اس تذکرہ میں جایا جائیگا۔

۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں:۔  
 "مولانا سید سلیمان ندوی علم تاریخ اور عربی و اسلامیات کے باہر تھے۔ انہیں اکثر اپنے اشعار عربیہ میں ملاقات کے لیے محبت" مولانا مرحوم کی جانب سے ان کے زمانہ میں لکھنؤ سے ایک مایوسہ اور مارشالین "عربی لکھنؤ" میں مولانا سید سلیمان ندوی کے محترمہ حضرت عائشہ عریٰ کی ایک کچی تھکتے تھے۔ سید صاحب اس وقت زندہ میں تعلیم پا رہے تھے۔ مولانا مرحوم نے سید صاحب سے مکاتبت کا سلسلہ اگرچہ اسی وقت سے جاری کر دیا تھا اور غائبانہ تعارف بھی جو بچہ تھا مکاتبت کی فوجت بہت بعد میں آئی جبکہ دونوں ہی بزرگ بڑھاپے کی حد میں داخل ہو چکے تھے۔ سب سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جس زمانہ میں حضرت حکیم اہل سنت حضرت مولانا عریٰ ہو کر لکھنؤ ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور مولانا سید سلیمان ندوی حضرت عائشہ عریٰ سے ملنے کے لیے تھانہ جموں تشریف لائے تھے حضرت سے تو ملاقات نہ ہوئی۔ مولانا مرحوم اس وقت تھانہ جموں تھے ان سے ملاقات کے بعد کراچی، اسلام آباد اور پاکستان کے متعلق باقی ہوں اس لیے سید صاحب وہیں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ عریٰ کی وفات سے چند دن پہلے جب سید صاحب تھانہ جموں تشریف لائے اس وقت میں مولانا سے ملاقات ہوئی اور پھر حضرت حکیم اہل سنت کی وفات کے بعد بھی ملاقات میں سید صاحب کو ان ملاقات ہوئی تھی اور ۱۹۸۱ء کے سفر میں کہ کراچی میں مولانا عریٰ کے قتل کے بعد سید صاحب کے متفقہ کرتے اور مولانا مرحوم کے جواب کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔

۲۔ حضرت قدس شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی دہلوی کے ساتھ  
حسن عقیدت کا اظہار مولانا مرحوم نے اپنے آخری پیام پر مانہ تحریک خلافت میں ان  
الفاظ کے ساتھ کیا ہے نہ ہم کو حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرف سے کبھی  
مخالفت ہوئی اور نہ اب ہے بلکہ ہم ان کے ساتھ حسن عقیدت کو اپنے لیے ذریعہ  
نجات سمجھتے ہیں۔ (اشرف المصالح صفحہ ۳۷)

حضرت شیخ الہند جزیرہ مانسہرہ رہائی کے بعد جب دیوبند واپس تشریف  
لائے تو مولانا مرحوم نے اپنے جذبات محبت و عقیدت کا اظہار ایک عربی قصیدہ میں  
بڑے فصیحاً اور بیعتاً انداز میں کیا تھا۔ یہ سارا قصیدہ اسی زمانے میں  
مقامہ بھون کے ماہنامہ "النور" میں شائع ہوا تھا۔ اس قصیدہ کے یہ  
دو شعر یاد ہیں:-

ذال النعام دشاہ کل مکان بطولہ بدرتہ فی اللہ  
تبرہ تمامہ جریں لہ کو ہر گز دشمن ہوئی ایسے بگڑنے کو نہ ہونے چاہیے ہم نے  
دوح المایۃ عیدہ خلف الامیدان بقدر وہ شیخہ وادع ربانی  
زندگی کی روح بدوں میرے لاناوی گئی شیخہ محمدہ ان کے تشریف لےنے سے  
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مرحوم کی  
ہی درخواست پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے مولانا خاں قدس سرف نے حضرت  
شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ کے حالات میں ایک رسالہ ذکر نمود کر پیر فرمایا تھا اور اس  
کا مفید و نفع بخشہ مرقم نے قریر فرمایا ہے جس کے آخر میں حضرت شیخ الہند کا مرثیہ  
میں عربی میں مولانا مرحوم کی مٹکی ہوا ہے۔ یہ سب کچھ اسی زمانہ میں رسالہ النور مقامہ بھون  
میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے بارے میں مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں:-  
مولانا خلیل احمد صاحب نسبت صاحب اور کمال الہامیت کے ساتھ علم فقہ میں  
بڑے کامل تھے۔  
صاحب تاریخ مغلہ ہر تحریر کرتے ہیں:-

» سالہ جلسہ جمادی الاول ۱۲۸۰ ھ میں کاکیا نواں جلسہ جامعہ میں بیٹ  
سات بیہ مضرت ہوا۔ مجلس کا افتتاح درجہ مخفای قرائت سے ہوا۔ اس کے بعد مولانا  
خفای صاحب دایہ ٹولہ مقرر ہوئے مولانا اشفاق الرحمن صاحب کانہ ملوی نے سنا یا۔  
پھر مولانا احمد صاحب زبد مجاہد نے ایک عربی قصیدہ (جو مولانا کا ہی تحریر کیا وہ تھا)  
جس میں مدح نبوی صلی علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کے  
مستحق بڑے بلند الفاظ، ان کے حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے  
اپنے زمانہ میں یکتائی کو بڑے اچھے انداز سے سراہا تھا، پڑھ کر سنایا۔ تبرکاً اس کے  
چند اشعار بھی درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

تقوم علم حب الخلیل ولہ یکن یسئلوا علی من ودا خلیل  
اس صاحب تو کو کھولنے خلیل کی کت پر ملت کر تپے مگر میرا دل ایک جہت سے میرا جی ہوکتا  
قدمہ نفوس العاشقین فانیہ لعمریہ شفاہ کل قلب خلیل  
مٹا کی کا بائیں پر نہا ہوں کیو کہ وہ میری جان کی قسم بر بیماری شفاہ ہیں۔  
تراہ اذا ما جہتہ متھلل بنور من اللہ العظیم جلیل  
جب تم ان کے پاس آؤ تو ان کے چہرے کو خدا کے بزرگ کے نصیحت پکانہ ہواؤ گے۔  
ایعد لوی من لہ یشت بعد وجہہ ولن یجدوا حقاً بمشیل  
کیڑا بھی نہایت اب بھی میں کیجے حالت کرتا ہے مگر کہ یہ ہے کہ انکی نظیر میر گز نہ ملے گی۔

قد لاح من بعد معيا جماله  
 كبرته الجليل عدو ط  
 اگر وہ اسے ان کا باہل چہرہ ظاہر ہو جائے تو برصاعت کٹ دے گا نہ کی بھر کچھ گئے ۔  
 يقولون ان الحب قتالة الفتى  
 وطوبى لقلب الخدم قاتل  
 لوگ کہتے ہیں کہ حب ان کے لیے قاتل ہے مگر ہوں کہ عاشق متول کے لیے ہمارے باجوہ ۔  
 كان سهاد نبود ما كان فيه واحد  
 اذاله يكن فيه جبال خنيل  
 سارا پوری جب مولانا جلال کے ہوتے تو گویا اس میں کوئی بھی نہ ہوتا ۔  
 وعنه دواعي الشوق من حب احد  
 فاعلى تخير الارض خير نزيل  
 مرنہ کو سردی کا نہ مسلم کہ بہت پیدا ہوئی اور لاشی سے جو تو وہ بہتر زمین میں بہتر مقام ہو گئے ۔  
 انى لى لعل الحين هداية  
 لوجه يروق القير من جبين  
 وہ اپنے نبی میں جو قدم جان کے لیے ہادی ہیں کہ ایسے خوبصورت چہرے کے ساتھ تشریف  
 لے کر آئے اور جانتے بے گمان تھے ۔  
 اما نابعدا عجز الناس مشله  
 فلابد من الدعوى بغير دلائل  
 آپ ہمارے پاس ایسے کچھ بڑا معجزہ لائے ہیں کہ بغیر کسی قدم و گام و تائید کے کیونکہ  
 وگرنے بلا دلائل دعویٰ میں نہیں ہوتا ۔  
 عليه سلام الله مادام عاشق  
 وصال حبيب اذ هاب  
 آپ ہر وقت ان کی طرف سے سلام و سلام ہوتا ہے جب تک کہ کوئی عاشق ہو سکے وصال کی  
 یا اس کے بعد کی بات کہ تاکر تائبہ ۔  
 (از تائید مفاہیر)  
 ان شاء الله کہ یہ عقیدہ درمیان تائید ہذا الجمود جلد ثانی کے آخر میں بھی  
 شورش ہے اس شمار میں بھی حضرت کو اسرار پوری اور حضرت کو صورت کی تعینیت  
 کی تعریف بڑے عمدہ پیرایہ میں کی گئی ہے ۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کے بارہ میں مولانا محمد حسین کے تذکرہ

مولانا محمد حسین فرماتے ہیں کہ :-

” حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ صمدی کو تمام اہل سنت اور تفسیر میں کمال حاصل  
 تھا ۔ تربیت اسماک و اصلاح مفاہیر حضرت کا بڑا کارنامہ ہے ۔ وہ اپنے  
 زمانے کے مجدد تھے ۔“

(نور المصباح)

بیک اور مجدد تحریر فرماتے ہیں :-

” حضرت تھانوی حکیم الامت قدس سرہ نے اپنے تجدیدی کارناموں میں  
 جہاں اور بہت سی عظیم انسان اسامی خدمتیں انجام دی ہیں ان ہی میں ایک  
 کارنامہ یہ ہے کہ باب میں معاشرت کو زندہ فرما دیا ۔ واقعی آپ کے  
 لیے بجا طور پر اللہ تعالیٰ نے قلوب رجال میں لقب حکیم الامت مجدد الفاتح  
 القادس فرمایا تھا ۔“

(رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۳۰)

حضرت مولانا محمد حسین نے رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۳۰ تک

حضرت حکیم الامت تھانوی کی بیانات ملاحظہ کیے ہیں تحریر فرمایا تھا جب صفحہ ۳۳۰ سے  
 حضرت کی وفات کے بعد لیکن شروع کیا اور پہلی مرتبہ حضرت حکیم الامت کے نام  
 کے ساتھ بجائے ان لقب کے جو زندگی کے ساتھ خاص تھے ایسے الفاظ کا  
 استعمال کیا کہ ان کا وقت کے بعد استعمال کیا جاتا ہے تو اس پر حضرت مولانا محمد حسین نے اپنی  
 جن تعلیمی بیانات اور علمی تاثرات کا اظہار فرمایا ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہیں  
 اور قلم فرماتے ہیں :-





مولانا مرحوم کو تحریری طور پر مبارک باد

تحریری بشارت باوجود انتہائی محنت کے اپنے دست مبارک سے لکھ کر عطا فرمائی تھی۔ اس میں تحریر مقاصد فی کمہ المنورۃ و جعلنا ہادیا لہذا لہا عین یہ تحریر دے کر فرمایا پڑھ لیا اور سمجھ لیا۔ مولانا نے عرض کیا پہلے لفظ نہیں پڑھا گیا فرمایا ہنسی لکھ (مبارک باد) مولانا نے عرض کیا اب سمجھ گیا و اس محنت پر سچہ شکر بجالائے۔ وہی حضرت شیخ کا اپنے کسی توسل اور منصب کو اپنے آخری وقت میں مبارک کر دینا۔ و اس سے دائمی خوشی و دنیا سے جانا اس کے لیے بڑی ہی خوش بختی اور خوش نصیبی کی بات ہے کہ کون کون کی رضا اور خوشنودی ہی داریں کی فلاح اور سعادت کی کلید ہے۔

حضرت نور محمد مرحوم اس مبارک باد کے ذکر کے بعد یہ تمام مسلمات فرماتے ہیں :-  
 ۱۔ حضرت عظیمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ بعض غلام کو جو اس وقت زندہ تھا کہ مولانا مرحوم فوت ہوئے اس بشارت سے پہلے محبت کے پھٹلش تھی حضرت کے انتقال کے بعد انہوں نے محمدؐ سے معافی مانگی تھی کہ اپنے غلام کا یہ شہ پڑھ کر کہ کون معاف کر دیا۔  
 ۲۔ سفینہ حبیب کہ روپہ آگ کا غلابت فرماتے ہیں کہ یہ محمدؐ ہوتا خدا کیجئے :  
 (تولوا انظر موتہ ۲۶)

مولانا کا غلاب

جب سادہ شین سازش کر رہے تھے اس زمانہ میں احقر نے غلاب میں اپنے بھائی حضرت عثمانؒ کو دیکھا کہ باغی ان کو غلامت سے معزول کرنا چاہتے تھے انہوں نے اپنے کو معزول نہیں کیا اور شہید کر دیئے گئے ہیں۔ میں نے

یہی سمجھ کر کہ مسلمانہ میں یہ معاملہ ہو رہا ہے اور میرے وہ غلام وراثت میں شمار ہوئے اور باغیوں کی کچھ نہ چلی اسی طرح میرا بھی معاملہ ہو گا۔

مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں : مولانا ترقی فی طلب صاحب راج کہتا کی ایک کتاب

نے حکیم حبیب دہلویؒ کو صاحب لکھنؤ لکھنؤ کے مسلمان ایک تہذیب کے کتاب راج کہتا کی تھی جس میں جسے جسے لوگوں کا تذکرہ تھا اور یہ کتاب پانچ لکھنؤ کے تھی کہ کون کون ہے۔ اس میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی تھا۔ رد و رد بھی دیا دیا۔ مولانا کے مسلمان میں حضرت عظیمہؓ کی مخالفت کا ذکر بھی تھا جس میں یہ فقرہ بھی تھا کہ ایسے دشمن مدیون میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ پھر حضرت کے غلام میں سے بارہ غلام کا ذکر بھی تھا جن میں اس احقر کا نام بھی تھا اور مولانا محمد طیب صاحب کا بھی و حافظہ محمد الیاس صاحب کا بھی و حذلی صاحب کا بھی۔  
 نوٹ : حضرت عظیمہؓ کی کتاب کے متعلق فرمایا تھا کہ یا تو اس کا مصنف علم جفر و جادو کا ماہر تھا کہ پہلے زمانے میں اس علم کے یہ اصول موجود تھے یا کوئی صاحب کشت۔ قہاد اللہ اعلم۔

(مکتوب گرامی مولانا مرحوم بنام مولانا محمد صاحب رحمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## باب ہشتم

### مذہب و سیاست

سیاست کا مذہب کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اسلام میں سیاست کا کیا درجہ ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے پہلا سیاست کے معنی اور مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے لیے ضرورت ہے۔ اس کے بعد بتایا جائیگا کہ اس کا مذہب اور اسلام سے کیا تعلق ہے؟

**سیاست کے لفظی اور اصطلاحی معنی**  
سیاست کے لفظی معنی دیجیو جوں یا جھپٹی کے ہیں۔ لفظ "سیاس" اس کی اصطلاح سے

سے ماخوذ ہے جس کے معنی نگران کے ہیں لیکن سیاسی اصطلاحی معنی ملکی دیکھ بھال اور نظام ملکی کے لیے برابر اور غور سے اندر اس کے لیے قوانین وضع کرنے کے ہیں۔

کتب مکتبہ فلسفہ کے حوالے سے مذہب و تمدن و اخلاق اور تدبیر منزل کی طرح سیاست مدینہ بھی مدینہ کی ایک قسم کا نام ہے جس میں بہت سے افراد کی بورڈ ہوا کرتے ہیں کی ضروریات و مصالح اور کسی ایک شہر یا ملک کے لیے جو مال اور اس کے نظام سے بحث کی گئی ہو اسی سیاست مدینہ اور تدبیر دار کو عزت عام میں سیاست کہا جاتا ہے۔ سیاست کے اس معنی مفہوم

اور معنی مفہوم ہو جانے کے بعد واضح ہو گیا ہو گا کہ عام طور پر ملک میں جو سیاست ہوتی ہے اور اس نقطہ کو سن کر عام ذہنوں میں جو معنی آتے ہیں نیز فکر و خیال اور دعا بازی اور عیاری و چالاکیاں یہ یورپی سیاست ہے۔ شرعی سیاست سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے اور اسی سیاست سے مذہب و اسلام نے اپنے شجرہ میں اپنے متعلقین کو عبیدہ رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

**سیاست کی تعریف**  
اس کے بعد جاننا چاہیے کہ تدبیر ملک داری اور ملک کا نظام میں کونسی سیاست کہا جاتا ہے اس کے دو حصے ہیں ایک بات کا عملی حصہ اور اس کے احکام شرعیہ ہیں۔ سیاست کا یہ حصہ شریعت کا جزو و اس کا حصہ ہے چنانچہ کتاب "المرشد" فقہ کا ایک مستقل جزو و باب ہے۔ دوسرا تدبیریں اور تعلیم و انعم کے ذریعہ ہر دور میں علماء نے اس کو باقی اور قائم رکھا ہے اور شریعت سے اس کا حصہ کی عملی طور پر عمل ملت کہ ہے۔ سیاست کا ثبوت وہ حصہ ہے جس سے ہر مملکت کو قائم ہونا چاہیے اور اس کی واقعیت حاصل کرنا عالم کے فرض معنی میں شامل ہے۔ دوسرا حصہ سیاست کا ملک داری کا نظام اور اس کا قائم رکھنے کی تجربات تدابیر ہیں جو ہر زمانہ میں حالات و واقعات اور احوال و ظہور کے تغیر و تبدل سے بدلتی رہتی ہیں۔

پھر جو کہ خبر کا دوا و مدار حالت و واقعات کے پیش نظر اور ان سے واقفیت حاصل ہونے پر ہے اس لیے تجربات تدابیر میں علماء کے حالات مختلف ہو سکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ واقعہ ہے کسی عالم کو ایسے حالات سے دلچسپی اور مدد نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے ان کا تجربہ کم ہو اور دوسرے کو ایسے حالات اور واقعات سے زیادہ دلچسپی اور وابستگی ہونے کے سبب زیادہ

تجربہ حاصل ہو۔ تجربہ کی یہی بیش حالات اور واقعات کی واقعیت کہ کئی بیش پر مبنی ہوئی ہے اور ہر عالم کا حالات واقعات سے واقعیت حاصل کرنا اور تجربہ بہ کار ہونا اگرچہ ضروری نہیں ہے لیکن چونکہ دنیا کی کوئی چیز نہ تدبیر اور کسی شخص کا کوئی عمل اور اس کی رائے الٰہی نہیں ہو سکتی جو شریعت کی حدود سے باہر اور مذہب کی گرفت سے آزاد ہو اور جس کا حکم شرعی جائز یا ناجائز ہو نہ شریعت سے معلوم نہ کیا جاسکتا ہو۔ اس لیے علم شریعت کے لیے ہر عمل اور ہر تجویز و تدبیر سے تحقیق شرعی حکم کا علم رکھنا اور اس سے واقعیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور شریعت کی ان تدابیر اور تجاویز پر عمل کرنے والوں کے لیے بھی علماء شریعت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ عمل کرنے سے پہلے علماء شریعت سے معلوم کریں کہ یہ تدابیر اور تجاویز اندر سے شریعت و مذہب قابل عمل اور جائز ہیں یا نہیں۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے فہم طب میں اصلاح احوال بدن و تدابیر مددوں کی گئی ہیں اور حفاظت میں ان تدابیر کی عملی طور پر مشق کر دینی جاتی ہے مگر یہ ہر بہتہ کی ان تدابیر کا جاننے والا جب تک کسی طبیب کے پاس نہ کہ طبیب نہیں کرے گا اور ان طبی تدابیر پر عمل نہیں کرے گا اس وقت تک تک طب کے عالم ہونے کے باوجود اس کی وجہ یہ نہیں ہو سکتی۔

اصلاح احوال بدن کی تدبیر کا علم حاصل کرنا اور ہر طبیب میں ان تدابیر پر عمل کرنا اگرچہ طبیب کے فرائض میں داخل ہے اور بیشطبیب وہ اس پر عمل پیرا ہونے کا تکلف ہے مگر ان طبی تدابیر کے متعلق تجاویز اور عدم تجاویز شرعی یا فقہی کرنا عالم شریعت کا فرض منصبی ہے اور طبیب کے ذمہ لازم ہے کہ

وہ ان تدابیر پر غور کرنے سے پہلے ان کے جواز اور عدم جواز کو بھی مد نظر نہ لیتے سے معلوم کرے۔ ایسا ہی سیاست مدنیہ میں نظام ملکی کی ان تدابیر اور تجاویز کا حال ہے جن کا تعلق واقعات اور تجربات سے ہے۔ یہ ہر عالم کے لیے ایسی سیاسی تدابیر ہیں جو ہر کلاہ و تاج و ہیمنے سے اور نہ ہی اس قسم کے تجربات کا حاصل نہ ہو یا کسی عالم سے نہ ہی ان میں شمار کرنے کے لائق ہے کیونکہ ایسے تجربات میں مہارت حاصل کرنے کے ذرائع دوسرے ہیں جن کا خصوصاً ایسے امور سے ملنا سبب کے علاوہ وقت غاصہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ لیکن ایسے تجربات رکھنے والوں پر ہر حال لازم ہے کہ ان کے تجربہ کی بناء پر جن تدابیر و تجاویز پر عمل کرنا ملکی معاملہ کے لیے مفید اور زیر غور ہو ان پر عمل کرنے سے پہلے ان کے بارے میں علماء شریعت سے متقواب کریں اور ان کے جواز اور عدم جواز کی تحقیق کریں۔

سیاسی جماعت کا کام نظام ملکی کو قائم رکھنے والی اور سیاسی تدابیر میں تجربہ کاروں کی جماعت کا ایک کام تو یہ ہے کہ وہ اپنی سیاسی بصیرت اور تجربات کے پیش نظر ایسی تدابیر پر غور و فکر کرتی رہے جو ان نظام کے لیے مفید ہوں اور دوسرا کام اس کا یہ ہے کہ خود نگار کے بعد جو تجاویز اس کو قابل عمل اور مفید معلوم ہوں ان کے متعلق علماء شریعت سے شرعی احکام معلوم کر کے اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔

ور جماعت علماء کا کام حالات میں ملکی سیاسیات علماء کا اصل کام سے متعلق اصل کام تو یہی ہے کہ وہ ان تدابیر کے شرعی احکام اور ان کے جواز اور عدم جواز کی تحقیق کر کے ان کے بارے میں یہ

فیصلہ صادر کرے کہ غلام تدبیر اور تجویز از روئے شریعت جائز اور ناجائز بل ہے اور غلام تدبیر اور تجویز شرعاً جائز اور ناجائز بل ہے۔

جب معلوم ہو گیا کہ ان دونوں جماعتوں کا دھڑہ غلّ ملک اور منہ انضامیہ نہیں کہ ایک جماعت کا کام تدابیر کا تحقیق کرنا اور ان میں سے جائز تدابیر کو بروئے کار لانا اور ملک میں عمل طور پر ان کا نافذ کرنا ہے اور دوسری جماعت علماء کا اصل کام ان تدابیر کے بارے میں شرعی احکام بتانا ہے۔ تو اب یہ کس قدر حقیقت نشانی کی بات ہے کہ ایک جماعت کے لڑنے پر دوسری جماعت کو مجبور کیا جاتا ہے اور ایک جماعت کی ذمہ داریوں کو دوسری جماعت کے سر ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

**استثنائی حالت** البتہ اگر کسی وقت کوئی جماعت اہل سیاست کی ایسی موجود نہ ہو کہ وہ علماء سے احکام شرعیہ

دریافت کر کے عمل کیا کرے اور جو سیاسی جماعت موجود ہو وہ نظام ملکی کی تدابیر پر عمل پیرا ہونے میں محدود شریعت سے بچے و دیگر جاتی ہو تو پھر ایسے وقت میں علماء کے ذمہ یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ یا تو ایک ایسی ہیئت بنائیں جو علماء احکام میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و فرائضی سیاست اور تدابیر امور مملکت کا تجربہ بھی ملتی ہو اور وہ جماعت علمی اور علمی طور پر سیاست کی جان ہو یا پھر موجودہ جماعت میں سے کسی ہیئت کو اس پر آمادہ کریں۔ کہ وہ علماء شریعت سے احکام معلوم کر کے ان کی پراپریت پر عمل کرنے کی پابندی کرے۔

اور یہ ہے کہ ایسی جماعت جماعت کا انتظام کرنے کی شرط یہ ہے کہ

اس پر قدرت و استطاعت حاصل ہو کیونکہ انسان انکھ و ذریعہ او امانے فرض کا اپنی استطاعت و قدرت کے موافق ہی مملکت چھوڑتا ہے۔

**شرعی دلیل** قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے باوجود ان میں ایک نبی موجود نہ ہونے کے باوجود ان کے لیے ایک مستقل بادشاہ کے مقرر کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ خود پر نبی کے لیے بھی سببامیات میں تجویز اور مناسبیت لازم میں سے نہیں تاجہ دیگر رعایا کو شایہ چاہے وہ نہ ایسی درخواست رو کر دی جاتی۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی نبی میں نقص کا ہونا جائز نہیں ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ ایسے تجربات اور نہایت کا نہ ہونا نقص نہیں ہے بہر حال نبی کے ہوتے ہوئے ان سے یہ کاہلینا اثبات مدعا کے لیے کافی ہے کہ کمال نبوت کے لیے سیاسی تجربہ لازم نہیں ہے۔

اور امور تجربہ کا علم اگرچہ اپنے آثار و فائدہ کے ایک اعتبار سے کمالی ہے مگر اس کے فقدان سے نقص لازم نہیں آتا اور جب اس کی یہ ہے کہ کمالی نقص متناقص نہیں ہیں کہ کمالی نقص کے وقت کو مستعزم ہو کر متفاد بیت دولوں کا دفع اور درمیان میں واسطہ کا ہونا جائز ہے۔

چنانچہ بہشت حاکم کمالی ہے مگر اس کا عدم بھی نقص نہیں ورنہ بحسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود کمال جامعیت اور سیاست میں ماہریت کے بھی غزوہ احواب میں خندق کو دھونے کی تدبیر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوئی۔ فقہ تدبیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انتہا اعظم بامود و بین کمہ ایسے تجربوں پر مبنی ہے اور ان اس کا یہ ہے کہ ایسے

تجربہ اور تدبیر ہی اپنی ذات میں دنیوی امور میں گویا عارضہ عارض سے دین ہو جاتے ہیں اس لیے ان کا نہ جانا کسی درجہ میں کمال مقصود میں قاذور نہیں (ماخوذ از رسالہ رفیع فی اثبات علی سیاست من ثبوت حضرت عاتقی) اوپر کی حقیقت سے ایک تو یہ بات ثابت ہو چکی کہ سیاست کا عملی مضامین تدبیر و تجربہ ہی چونکہ اپنی ذات میں دنیوی امور ہوتے ہیں اور اصل میں شریعت کا جز نہیں ہیں گویا عارض سے دین ہو جاتے ہیں اس لیے ان امور تجربہ کی باقاعدہ تفصیل اور ان کے معلوم کرنے کے لیے جدید ہندو کا اور اس میں مضمین حصہ لینا دوسرے امور دنیوی کی طرح عالم شریعت کے اصل مضامین اور اس کی ذمہ داری میں شامل نہیں ہے۔ ہاں جب کوئی جماعت بھی اس کام کو شریعت کے موافق انجام نہ دے رہی ہو تو پھر کس عارض کی وجہ سے وہی طور پر یہ ذمہ داری بھی علماء کی جماعت پر ہی عائد ہو جاتی ہے البتہ ایسے سیاسی تجربات کے بخلاف اور عدم جو کہ تحقیق کرنا ہر حال میں عالم شریعت کے ذمہ ہے اس کا فہم حق نہیں ہے۔ اس طرح یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ان مذاہبہ سیاسیہ پر عمل کرنے والوں کے لیے علماء شریعت سے کسی رشتہ کی استغناء نہیں ہے بلکہ ان پر عمل کرنے کے لیے علماء کی طرز و رجحان کو سمجھنے کی ان کو ہر وقت احتیاج اور ضرورت ہے۔

دوسری بات اس حقیقت سے یہ معلوم ہوئی کہ علماء کا اصل وظیفہ اور ان کا فرض نہیں ان کے دین کی تحریک و ترویج کے لیے علماء کی جو جماعت احکام شریعت کا تشریح و تفسیر میں مصروف عمل ہوگی اور اس وجہ سے وہ ان امور سیاسیہ میں مشغول نہیں ہوتے تو وہ جماعت علم اپنے اصل فرض نہیں کی اور ان کی

ہوئی ہے اس لیے ان کے شمولیت نہ تو وہ کسی کوتاہی عمل کی مرتبہ اور نہ ہی وہ عملی طور پر کسی نقص میں مبتلا ہے۔

اس جگہ ایک قابل ملاحظہ مضمون عاریہ علی کی طرف توجہ ایک قابل اصرار غلطی کرنے کی ضرورت ہے کہ سیاست مکی میں عمل

حصہ لینے والی جماعت علماء اور اس کی مکی ریاست مذہب کو۔ دوسری جماعت علماء سے علم عربیہ کو مل کر تجربہ جاتا ہے جو اپنے اصلی فرض منصبی کے ادا کرنے میں تنہا اور ان کے عملی خدمات مسائل شریعت کی تحقیقات میں مشغول ہیں اور اس طرح وہ اپنے عملی منصب کی حق ادا کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے کہ علماء کی جو جماعت علمی خدمات میں سرگرم عمل اور جائز ناجائز امور کی تحقیقات سے لوگوں کو آگاہ کر کے اور ان کی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہے وہ دین کی اصل خدمت انجام دے رہی ہے اس لیے کہ علماء شریعت کا کام یہی ہے کہ دین کے عقائد و اعمال اور انصاف و معاملات وغیرہ کی حفاظت و تبلیغ کا فرض انجام دیں اور دین کے شعبہ سیاست کو بھی لادینی سیاست کے تقورات اور اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں اور اگر کسی وقت ان کو ملکی اقتدار حاصل ہو یا نظم و حکومت میں اثر و رسوخ حاصل ہو جائے تو وہ اس کو بھی دین کے شعبہ عقائد اور اعمال و اخلاق کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ بنائیں اور اس اقتدار کو دین کے مفادات کے قائم کرنے اور ملکات کے ازالہ کا وسیلہ تصور کریں کیونکہ دین کا یہ شعبہ سیاست اپنی ذات سے خود مطلوب و مقصود نہیں ہے بلکہ دین کے دوسرے شعبوں حق و عبادات وغیرہ کے قائم کرنے کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے مطلوب ہے۔

اب یہ تو یہ طریق کار اور طبعی عمل ہے کہ سیاست اقتدار کو ذرا دیر کے درجہ میں رکھ کر اس سے عہد و فوات کے قائم کرنے اور حکومت کے زوال کا کام لیا جائے اور زمین میں حکومت اور تسلط کو دین کے تمام شعبوں کی خدمات سہرا بنام دینے جانے کا وسیع بنایا جائے مگر خود اقتدار کو ہی مقصود بالذات بنا کر اس کے حصول کے لیے اس طرز سرگرداں ہو جانے کو دین کے دوسرے تمام شعبوں کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جائے اور یہ معلوم ہونے لگے کہ یہی کئی اقتدار اور سیاست ہی اصل دین ہے اور دوسرے تمام دینی شعبے گویا اس کے تابع اور اس کی فرعا ہیں تو یہ ایک غیر طبعی عمل اور قلب موضوع ہو گا۔ اور اگر اس عملی سیاست میں شریعت کی حدود کی بھی پرواہ نہ کی جائے اور مذہب کی قید سے آزاد ہو کر حصہ لیا جائے تب تو اس کے لادینی ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔ ایسی جسے سیاست کے بارے میں کہا گیا ہے۔

نہر ہو دین سیاست سے تو نہ جاتی ہے جگیزتی

اس جگہ سے دین و مذہب اور سیاست کے درمیان تعلق کا ماحول واضح ہو جاتا ہے کہ سیاست دین و مذہب کا ایک شعبہ اور اس میں کچھ متنازع ہے اور یہ دین اور مذہب اسلام کو جو ایک ثابت و دائمی بات ہے وہ اپنے تمام شعبوں پر حاوی ہونے کی وجہ سے اس شعبہ سیاست پر بھی حاوی ہے اور یہ شعبہ سیاست بھی دوسرے تمام دینی شعبوں کی طرح مذہب کی حدود و قیود کا پابند ہے اب جو سیاست اس میں بغیر وقت و نہ آزاد ہو اس سیاست کا دین و مذہب سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ ایسے ہی آزاد اور بے قید سیاست کو چغیزتی اور لادینی سیاست کا نام دیا گیا ہے۔

بہر حال جن لوگوں نے سیاست کے بارے میں یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ سیاست کو مذہب اور اسلام سے کوئی سروکار اور واسطہ نہیں ہے ان کا یہ نظریہ قضا خدا اور سر امر باطل ہے ایسے لوگوں کو یا تو اسلام کے مکمل مخالفیات ہونے اور مذہب کے انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں پر حاوی ہونے اور اس کے مادی اور روحانی تمام ضروریات کے کفیل و مہتمم ہونے کی بالکل خبر ہی نہیں ہے یا پھر وہ اسلام کے ہمہ گیر اور جامع نظام حیات ہوسنے سے دیدہ وافتہ اٹھارے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

### علماء اور سیاست

تاریخ اسلام کے اوراق سے یہ حقیقت روشن ہے کہ ابتدائے اسلام سے ہی بیٹے علماء کی جماعت نے سیاست میں حصہ لیا ہے اور کتب و سنت کے عالم ہونے کی حیثیت سے حضرت علماء کرام نے اسلام کے دوسرے شعبوں کی طرح اس کے شعبہ سیاست میں بھی سہری اور نگرانی کا فرض ہمیشہ انجام دیا ہے اور لادینی سیاست کے غلط رجحانات اور گندی سیاست کی آلودگیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی کوششیں علمائے کرام کا ہم کار نامہ ہے البتہ سیاست میں حصہ لینے اور ملکی خدمات میں شرکت کرنے کا بیشرہ اور ہر دور میں ایک ہی طرز نہیں رہا بلکہ زمانہ اور حالات کے مطابق علماء کی طرف سے ہر دور میں اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز، ابوحنیفہ، علامہ ابن تیمیہ اور حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ بہت سے اکابر امت نے اپنے اپنے زمانہ میں میں طرز علم و فضل میں امت کی ہجواری اور امامت فرمائی ہے اسی طرح ان حضرات نے اسلام کے تمام حکمرانی اور امور سیاست میں بھی رہنمائی

سندھائی ہے۔ مگر اس دہنائی میں سب کا ایک ہی طریقہ کار اور ایک ہی طرز عمل نہیں رہا۔

یعنی حضرت نے اگر اپنے خطاب اور حکومت کے ذریعے حکمرانوں اور بادشاہان اسلام کی رہنمائی فرمائی ہے تو دوسرے یعنی حضرت نے کاروبار حکومت میں ذیل کار اور نظام ملکی میں علی طور پر شریک ہو کر بھی کام کرتے حکومت کی ذمہ داریوں کو نبھایا ہے اور مسلمانوں کے وقت کی طرف سے جہدہ پائے جلیلہ اور منصب عظیم پر فائز ہو کر اپنی قدس و استقامت کے موافق صورت حال کے درست کرنے کی کوشش اور سعی کی ہے۔

حدیث میل امام زہری رحمہ اللہ علیہ کا خلیفہ عبدالملک کے زمانے سے لے کر خلیفہ یزید بن عبدالملک کے زمانہ حکومت تک کاروبار مملکت میں شریک رہنا اور جناب امام شیعہ کا ان ہی عبدالملک کی طرف سے جہدہ سفارت قبول کر کے قبضہ روم کی طرف جانا اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کا خلیفہ ہارون کی طرف سے قاضی القضاہ کے عہدے کو قبول کرنا۔ پھر یحییٰ بن محمد بن زہری بن عیاد امام ابن قزوم کا ہری کا وزارت کے عہدہ میں رہنا اور اسی طرف کے بہت سے واقعات ہیں جن سے یہ یقین ملتا ہے کہ امام کا طرز عمل واضح ہو رہا ہے کہ انہوں نے شیعہ سیاست اور ملک و ملت کی دور پرستہ لے کر مدینہ احوال کی کوشش فرمائی ہے۔

لیکن یہ یقین اگر برائے کرام نے کاروبار حکومت اور سیاست میں مل کر نہ لیا کہ صاحب اقتدار اور مسلمان اور عین کے ہاتھ میں زمام اختیار تھی اس کا بھی دہنائی اور اصلاح کی طرف توجہ نہ فرمائی اور اسی طریقے سے حکمرانوں کی سیاست

کار خ لا دینی سیاست سے دین و مذہب اور دینی سیاست کی طرف توجہ نہ ملنے کے لیے بار آورسی فرما کر اپنا فرض خدمت اسلام اور اصلاح امت کے لیے انجام دیا۔ اس کی مثال ہندوستان کی سیاست میں انگریز کے مداخلت کی اصلاح کے لیے حضرت عبداللہ ثانی کا پور عزم مبارک ائمہ سنیہ سے چٹا پڑ حضرت مجدد صاحب کے ملکیت کا بہت بڑا عرصہ اس زمانہ کے امراء اور صاحب جاہ و منصب لوگوں کے نام ایسی ہی اور امراء ہیں۔

سیاست کے بارے میں علماء کرام کے اس مختلف طرز عمل اور طریقہ کار کے خیال پر کرنے کے باوجود ان سب کا مشترک نقطہ نگاہ ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ مملکت میں قرآن و سنت اور احکام اسلام کا اجراء ہو اور نظام ملکی کو تبدیل کر کے اس میں اسلامی طرز سیاست جاری کیا جائے اس کے سوا ان حضرات کے پیش نظر اور کچھ نہیں تھا صرف اقتدار پر قبضہ کرنا اور سیاست برائے سیاست ان کا مقصد اور مشغول نہیں تھا اور نہ وہ سیاسی امور میں اس طرح مہمک اور سیاست کے پیچھے اس طرح گئے ہوئے تھے کہ شب و روز اسی کا ذکر و فکر ہو اور رات دن اسی کی کاوشیں کے سوا ان کی کوئی مشغلہ ہی نہ ہو بلکہ یہ حضرات اپنے علمی اور اصلاحی مشاغل میں مشغول رہتے تھے اور دوسرے شعبوں کے ساتھ حسب ضرورت نظام ملکی کی اصلاح میں بھی حصہ لیتے رہتے تھے۔ پھر کبھی یہ اصلاح صرف علمی دہنائی کی مدد تک محدود ہو جاتی تھی اور کبھی ضرورت واقع ہونے پر عملی طور پر یہی سیاست میں شرکت کی جاتی تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور ان کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین وغیرہ نے قرآن و

سنت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح کرنے اور ہیرت و کفر دار کے عملی نمونے تیار کرنے ہیں اپنی عمر میں صرف فرادیس اور اپنی کتابوں میں مکی سیاست کے بھی ایسے اصول و قواعد بیان کئے ہیں جو کہ دیکھ کر فلاسفہ یورپ بھی حیران و ششدر رہ گئے۔ اسی طرح ان حضرات نے سیاست مکی کے بارے میں بھی ایسی مصلی و رہنمائی فرمائی جن کی نظیر نہ مل سکتی ہے۔

مگر عملی طور پر نظام مکی میں عمیل کار ہونے کا موقع حضرت شاہ ولی اللہ ان کے مذکورہ حاشیوں کو بیشتر نہیں آیا البتہ بعد میں اسی خاندان کے ایک نسب فرزند مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور دوسرے روحانی فرزند حضرت سید احمد شہید نے وقت آنے پر مسلمانوں میں جہادی روح پھونکی اور پھر تکرار کے کرشمے نفس میدان کارزار میں اتر آئے اور کئی برسے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان جہان آفرین کے سپرد فرما کر اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے۔

اسی طرح جب ضرورت و حالات کے تقاضے کے پیش نظر حضرت مولانا رشید احمد گلوچی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نونوئی نے بھی اپنے پیرو مرشد اور ولی کا حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے زیرِ کان ۱۲۵۸ھ میں حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد جو بند کیا۔ مگر ۱۲۵۹ھ سے پہلے اور اس کے بعد کی تمام زندگی میں ان حضرات نے اپنے اساتذہ کرام حضرت خاندان ولی اللہ کے اثر و رسوخ کے مطابق علم و عمل کی شمع روشن رکھے اور قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی بسر کی اور تحریر و تقریر اور ارشاد و ہدایت اور ظاہری و باطنی افکار کے مختلف اور اعلیٰ سے دنیا تا اسلام کا سنوار کر کے ہمیں یہی مشغول رہے۔

حضرت مولانا نونوئی اس واقعہ ۱۲۵۹ھ کے بعد تقریباً ۱۵ سال تک بیعت نہ کیا سہتہ اور حضرت مولانا رشید احمد گلوچی تو اس جنگ کے ۵ سال ہی تک بیعت نہ رہے ہیں مگر ان دونوں محراب کا کسی مکی اور کسی خارجی کی طرح کسی نہ کی ثابت نہیں ہوتا حالانکہ ۱۲۵۹ھ کے بعد جلد ہی ۱۲۵۸ھ میں مکی و مدینہ کے لیے ہاکوس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم ہوئی مکی مر حضرت گلوچی نے اس میں علی شریعت اختیار نہیں فرمائی البتہ اس کی ن فتن کی حالت کے پیش نظر اس میں شرکت کا فتنے صادر فرما کر نہ ہو سکی۔ چنانچہ فرمائی تھی۔

نہاد و اہل حضرت سے ظاہری اور باطنی فیض و تربیت حاصل کر رہو ان میں و السلام کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الحدیث نے بھی اپنے زندگی کا بہت بڑا حصہ اسی تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت میں گزارا ہے اور دنیا کو اپنے فیضِ ظاہر اور فیضِ باطن سے فیض یاب فرمایا ہے لیکن ایک وقت آیا کہ جب مکی حالات اور سیاسیات حاضرہ میں عملی طور پر حصہ لینے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت مولانا شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ نے موقع اور وقت کے مناسب اس میں بھی اپنے اجتہاد اور دینی بصیرت کے تحت پورے اخص کے ساتھ حصہ لیا اور دین کے اس شعبہ میں بھی ایسی مجاہدانہ سرگرمی سے کام لیا جس کی نظیر بہت ہی کمیاب ہے۔

مگر حضرت شیخ الحدیث کے زندگی کے کاموں پر عمومی طور سے نظر رکھنے والے پر یہ بات عیاں ہے کہ کتاب و سنت کے علم اور شیخ طریقت ہونے کی حیثیت سے حضرت شیخ کا اصل کام اور دائرہ کار دین کے تقاضوں اور روحانی شعبوں میں تعلیم و تربیت سے متعلق خدایا کی تعلیم و اصلاح رہا ہے۔

## نقش حیات

حضرت مولانا مدنی کے سوانح حیات کے تذکرے اور وجہ تالیف میں مولانا حفیظ الرحمن صاحب سید باڑی ناظم اعلیٰ جمعیت العلماء ہند نے سوال کے جواب میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔ مولانا موصوف نے پہلے تو یہ سوال قائم کیا کہ آخر شیخ الحدیث اور ان کے رفقاء کا نام نے پورے اقوام خصوصاً انگریزی اقتدار کی مخالفت میں سیاست کی پُر آشوب اور ہنگامہ آرا زندگی کیوں اختیار کی؟ پھر اس کے جواب میں اس حقیقت کا ان نقلوں میں انکشاف کیا کہ:

”یوں تو یہ سوال سیاسی نظام اور پولیٹیکل لیڈروں کے نقشہ نظر سے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا لیکن وہ گوشہ نشین، مٹاپرست مونی عالم جو رضا الہی میں غرق ہو کر ایک کیچنگی کی زندگی سے الگ تنگ رہتے ہوں۔ جن کا تقدس کا شہرہ خواہ تمام دنیا میں کیوں نہ ہو لیکن خود ان کی اپنی جدوجہد کا دائرہ خافتا ہوں اور مدرسوں سے وابستہ اور تکیہ و تقین و تبلیغ جن کا طریق کار خاموش علم و عمل اور پُر کشوں کو دلاستہ مشعل رہا ہو۔ ایسے قدرتی صفات بزرگوں کا راستہ عالم اور راحت و آرام سے بڑھ کر درس و تدریس، تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، تادیب و تصنیف اور تفسیر و افتاد وغیرہ کے مقدس مشغلے سے لڑائی و کشش ہونے والی بات کچھ سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ یہ عداقتات سے اس کی مطابقت ہوتی ہے کہ چونکہ حضرت شیخ الحدیث نے درس و تدریس وغیرہ کے مقدس مشاغل کے ساتھ ساتھ ہی حکومت کے خلاف اپنی یکم تیار فرمائی تھی۔ ان سے دست کش ہو کر اور ان ہی مشاغل میں مشغول رہنے کے ساتھ ستر مزاجی پیش آگیا اور ان سے اس سافری سے سب سے بڑا۔ دینی ہند پر، مہاجہ کے بعد ہی وفات ہو گئی۔ (دکشاں ہو کر یک یک سیاست

جہان میں کود پڑنا اور حکومت مسلمہ کے مقابل صفت آراء جو بانا معمولی بات نہیں بلکہ بہت ہی اہم سوال ہے۔ یہ مسئلہ

مولانا موصوف نے حضرت شیخ الحدیث کی جدوجہد کا دائرہ خافتا ہوں اور مدرسوں سے وابستہ ہوتے ہوئے حضرت موصوف کی تکیہ و تقین و تبلیغ جن کا طریق کار خاموش علم و عمل اور پُر کشوں کو دلاستہ مشعل رہا ہو۔ ایسے قدرتی صفات بزرگوں کا راستہ عالم اور راحت و آرام سے بڑھ کر درس و تدریس، تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، تادیب و تصنیف اور تفسیر و افتاد وغیرہ کے مقدس مشغلے سے لڑائی و کشش ہونے والی بات کچھ سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ یہ عداقتات سے اس کی مطابقت ہوتی ہے کہ چونکہ حضرت شیخ الحدیث نے درس و تدریس وغیرہ کے مقدس مشاغل کے ساتھ ساتھ ہی حکومت کے خلاف اپنی یکم تیار فرمائی تھی۔ ان سے دست کش ہو کر اور ان ہی مشاغل میں مشغول رہنے کے ساتھ ستر مزاجی پیش آگیا اور ان سے اس سافری سے سب سے بڑا۔ دینی ہند پر، مہاجہ کے بعد ہی وفات ہو گئی۔ (دکشاں ہو کر یک یک سیاست

طالب علم کے لیے فکر انگیز بات | ہمارے بیٹے کا علم کے لیے یہ بات ایک مٹاپرست مونی عالم کے لیے ایک کیچنگی کی زندگی سے الگ تنگ مدرسوں اور خافتا ہوں ہیں زندگی گزارنا اور ان خافتا ہوں اور مدرسوں کے تقدس و مشاغل میں مشغول رہنا یا ان حضرات کا اصل کام ہے اس لیے جب ایسی زندگی اور ان مقدس مشاغل سے دست کش ہو کر سیاست میں کودنا پڑا اور ملکی حالات میں عملی تبدیلیاں پڑا تو یہ طریق کار تبدیلی بہت ہی اہم سوال پیدا کرنے کا سبب بن گئی اور مولانا حفیظ الرحمن صاحب حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب نقش حیات کی جداول کا بیشتر حصہ اسی سوال کا مدخل و منقل جواب ہے۔

آج کل ہمارے عزیز طلبہ کے جن شعبوں میں اشتغال کو اپنی عمروں کا  
ضائقہ بنانے میں باہر کے کم از کم ان شعبوں میں انہماک و اشتغال کو سیاست میں  
حصہ لینے سے کم تر اور فروتر غور کر کے ان مقدس مشاغل کو بغور سمجھنا دیکھتے  
ہیں ان کو کچھ لینا چاہیے کہ ہمارے اسلام کو قائم اور کاروبار بند کرنے کی ضرورتوں  
کا زیادہ تر حصہ ان ہی مقدس مشاغل میں اشتغال و انہماک کے ساتھ گزارا جاتا ہے  
اور اسی تعلیم و تربیت کو دین کی اصل خدمت اور اپنا مقصد زندگی قرار دیا  
ہوا تھا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ضرورت کے مطابق ہمارے اکابر نے ملکی  
حالات اور سیاست میں بھی عملی حصہ لیا ہے اور اس شعبہ میں بھی بڑی قابلِ قدر  
اور بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔

اس لیے جن طرح یورپ زدہ طبقہ کا جس نے سیاسیات کو پاپائے  
روم سے الگ کر دیا ہے اور سیاست کو مذہب کی قید سے آزاد کر دیا ہے۔ یہ خیال  
دوست نہیں ہے کہ علماء کو سیاسیات میں حصہ لینا چاہیے اور نظامِ مملکت اور  
تدابیرِ مملکت میں داخل و ملازمی سے علماء کو بالکل اجتناب و احتراز کرنا چاہیے حالانکہ  
اسلام میں اس نظر پر اور خیال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے مختلف  
شعبوں میں سے سیاست بھی اسلام کا ہی ایک شعبہ ہے اس لیے اسلامی سیاست  
کے لیے ضروری ہے کہ باقی جمیع عینِ مملکت اسلام سے ہدایات حاصل  
کر کے اس پر عمل کیا کریں اور علماء کی جماعتوں کی ملکی رہنمائی کا فرض انجام دیتے  
رہیں اور اگر کسی کوئی جماعت نہ ہو تو ایسے وقت میں علماء پر یہ ذمہ داری عائد  
ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسی جماعت تیار کریں جو اسلامی سیاست کے مطابق  
ادارہ مملکت کی نگرانی کا فرض انجام دے۔ غرضیکہ اسلامی اور مملکت کی سیاست کے

لیے علماء کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ بہر حال نہ تو مغربی تعلیم اور  
مطابق یہ سیاست علماء کے لیے خطرناک ہے اور نہ ہی انہماک ہے کہ علماء کے  
لیے اس کے سوا کوئی شغل نہ ہو اور دن رات اس میں بہاؤ اور شب و روز  
ملکی اور سیاسی معاملات کی ہی دھن لگتی رہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ یہ مذہبی نہیں ہے کہ علماء کی  
پوری جماعت سیاست میں ملوث رہے اور سب کے سب ملکی سیاسیات اور  
ادارہ مملکت کے سرانجام دینے میں ہی مشغول ہو جائیں بلکہ تقسیمِ خدمات کے  
مذہب کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے لیے بعد نگاہات ایک جماعت کا تیار  
ہونا ہی کافی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی خصوصیت اور قربت  
تعلقات ہونے کے باوجود حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو  
اپنے منہ آزادی کی تحریک میں نہ صرف یہ کہ شریک ہی نہیں فرمایا تھا بلکہ عمر  
میں حضرت موصوف کو اس سے آگاہ بھی نہیں فرمایا تھا۔ اگر ہر شخص کی شرکت اس  
میں ضروری ہوتی تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو  
عرصہ ایک سال سے بے خبر کیوں رکھا؟

حضرت مدنی خود اترام فرماتے ہیں  
”واقعتاً میں تمہارے باوجودیکہ حضرت محمد پر بہت زیادہ کرم فرماتے مگر اس  
وقت تک کسی کا مددگار کی خبر نہیں لی گئی۔“

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ جب مولانا عزیز علی صاحب نے  
مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کی تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا مدنی

فی شریعت کو قبول نہیں فرمایا، حضرت مدنی کی تحریر ہے :

”مولانا عزیز علی صاحب نے حضرت شیخ الہند سے عرض کیا کہ حسین احمد کو بھی اس مشن میں شامل کر لینا اور اپنی کامدائیوں کی خبر دینا چاہے تو فرمایا کہ وہ صرف ہندوؤں کے لیے ہندوستان آیا ہے اس کو شوش مت کرو۔“

(فتوح حیات ص ۱۳۷)

علامہ ربانی کی سیاست اور نظام نگری میں دخل اندازی چو نکہ دین مذہب کی معرکہ زدہ قیود و حدود میں مقتدا اور محدود اور مذہبی احکام کی پابندی ہوتی ہے اس لیے حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کی سیاسی تحریک ہو یا مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا مشائخہ کے ہنگامہ میں علی حصرہ لینا ہو۔ اسی طرح جنگ عظیم کے زمانہ کی تحریکات میں حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن صاحب رحمہ اللہ علیہ کا شریعت کو مناسب کا بھی مقصد محدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے ملکی حالات میں دخل اندازی اور سیاسی اقدام کو ممتنع۔

چنانچہ تحریک ہند کواملا کے زمانے میں جبکہ بڑے بڑے لیڈرز ذات کی رو میں بہر کر اپنے مل میں محدود شریعت سے بے دخل نہ رہے تھے اس وقت بھی حضرت شیخ الہند شریعت کی مکمل کی کسی حالت میں کسی طرح کی نرمی برتنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

جمعیت علماء ہند کے سالانہ جلسہ میں حضرت شیخ الہند کی طرف سے جو خدو بدلتا نرمی کی حالت اس کے ذیل کے الفاظ اس حقیقت کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں :-

”مسلمان نے احسان کا بدلہ احسان قرار دیا ہے لیکن ظالم یہ کہ احسان اس کا نام ہے کہ آپ اپنی چیز کسی کو نہ دیں۔ مگر دوسری بات یہ کہ احسان نہیں کہتے اس لیے آپ برادران وطن ہندوؤں کو نہیں دے سکتے بلکہ اس کا وہی کام کر سکتے ہیں جو اخلاقی اور شرعی۔ مگر اپنے اختیارات سے کر سکتے ہیں۔ مذہبی احکام خدا کی امانت ہیں اس پر تمہارا اختیار نہیں ہے اس لیے لازم ہے کہ محدود مذہب کے اندر نہ کرو گم احسان کے بدلے احسان کو اور دونوں قوانین کو ایک ایسے زبردست دشمن کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارے مذہب اور تمہاری آزادی کو پامال کر رہا ہے۔“

(خطبہ ص ۳۰)

ذکرہ العالیات حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ کا نظریہ صاف واضح ہے کہ احکام خدا کی امانت ہیں اس لیے اپنی نژاداری اور احسان اور جہد و جہد کو محدود مذہب کے اندر رکھنے کی تلقین فرما رہے ہیں اور تحریک میں کسی بھی روش کو ہرگز پسند نہیں فرماتے جو محدود مذہب سے ادھر ادھر ہو اور کوئی بھی مسلمان جذبات کی زد میں بہہ کر کسی غیر اسلامی حرکت یا شعار کو اختیار کرنے کے چنانچہ تحریک ترک رسالت کے زمانے میں جب بعض مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کے پوش میں اگر محدود مذہب سے تجاوز کرتے ہوئے اپنی بیشایوں پر قبضہ لگائے اور ایسی باتوں میں مبتلا ہونے لگے جو قطعاً حرام تھیں تو حضرت مومن نے غلبہ ترک نوات میں اس پر سخت نیکر فرمائی غلبہ کی عبادت یہ ہے۔

”بہت سے غیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب اور عوام الناس اور بعض

لیڈروں کی ان غلط کاریوں پر مستند فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً مسہ بانی ہاؤس میں جگہ نشہ و دوا امت کیا جانا یا قربانی کے معاملہ کو سہ کر دینا کارن خلافت کا گھوڑا شالیں پہنانا یا قاضی لکھانا یا ہندوؤں کی ارضیوں کے ساتھ غصہ و اداہ نام مست، کہتے ہوئے جانا یا یہ کہ کتا امام مہدی کی جگر امام کا گھنہ تشریف لائے ہیں یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگی تو مسلمان کا گھنہ نبی ہونے یا مسلمان و حدیث میں ہر کی ہوئی عمر شربت پرستی کو ناپا یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں وغیرہ وغیرہ بلاشبہ نبی جی جب اپنی قوم کے ٹپسے سربراہ کردہ افراد کو سستا ہوں کہ وہ اس قسم کے محرمات یا کفریات کے مرکب ہوئے ہیں اور وہ بائیں زبان سے بے وعش کی نکال دیتے ہیں جن کو کس کر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو میرا دل پاس پاس ہو جاتا ہے اور قہقہہ کرتا ہوں کہ اس طوفان بے تیزی کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملت سے باطل کیسوی بہتر ہے ؟

### قطب ترک مولاۃ ص ۱۰۲

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ غلطہ گواہ ہے کہ اس وقت ہندو مسلم اتحاد کے جوش میں بہت بری طرح محدود نہ تھا کہ پال کی چار باغیا اور غلام الناس ہی نہیں بلکہ بعض لیڈروں اور قوم کے سربراہ کردہ افراد تک بھی اس قسم کے محرمات یا کفریات کا ارتکاب کر رہے تھے جن کو سکتہ قبول شیخ الہند ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو میرا یہ محرمات و کفریات کے ارتکاب پر حضرت شیخ الہند کا دل کیوں پاس پاس ہو جاتا اور وہ کیوں اس طوفان بے تیزی سے

کیسوی کا قہقہہ فرماتے ؟

اس غلطی سے بھی بات واضح ہے کہ حضرت شیخ الہند ہندو مسلم اتحاد میں مسلمانوں کی کسی ایسی بات سے ہرگز متفق نہیں تھے جس میں مسلمان جذبات سے مطلوب ہو کر شریٹر اسلامی سے ٹک کر ذمہ داری اور احرام ہٹ جائیں اور اس سے یہ بھی واضح ہے کہ حضرت مولانا خضر احمد عثمانی وغیرہ جو حضرات اس وقت ہندو مسلم اتحاد کے خواجہ اور مام ان اس اور میں لیڈروں کی ان غلط کاریوں پر مستند فرما رہے تھے۔ ان حضرات کا یہ انتباہ حضرت شیخ الہند کے منشا دے کے موافق تھا اور اس ہندو مسلم اتحاد سے ان حضرات کی علیحدگی سے بھی حضرت شیخ الہند کے مقصد کی تکمیل ہو رہی تھی۔ کیونکہ حضرت شیخ الہند ایسی حالت میں جبکہ اس اتفاق سے پیدا شدہ طوفان بے تیزی کا روکنا قدرت میں نہ ہوا ان معاملت سے بالکل کیسوی کو بہتر قرار دیتے ہوئے خود بھی اس کا قہقہہ فرما رہے تھے۔

اس وقت جن حضرات نے ایسے محرمات اور کفریات کے ارتکاب کے روکنے پر خود کو کاردار نہ پا کر اس طوفان بے تیزی سے اپنے کو علیحدہ کئے رکھا اور ان غلط کاریوں پر مستند فرمایا۔ ان حضرات نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے طرز عمل کی ہرگز مخالفت نہیں فرمائی۔ بلکہ بعض لیڈروں اور قوم کے سربراہ کردہ افراد جو محرمات اور کفریات کا اعلان یا ارتکاب کر رہے تھے یہ حضرات ان کی حرکات اور عواقب کا برملا اظہار کر کے اور ان پر مستند فرما کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے منشا د اور مقصد ہی کی تکمیل فرما رہے تھے۔











































































































































































علم لدنی و لدنی کی طرف توجہ  
 علم لدنی کی طرف توجہ کی گئی تھی  
 فکرت کے بعد اعلیٰ لکھنؤ کے معاصرین  
 ان کی کتاب لکھنؤ میں ترقی کی دلیلیں  
 من الفت عامہ لیس لکھنؤ  
 ایک ہزار سال سے اس کا کوئی شیلڈ نہیں لیا  
 والیجہ بالآیات فی اثباتہ  
 لکھنؤ میں ترقی کی ثابت کرنے کی  
 حذات لکھنؤ قطعا ضاحا حضا  
 یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں جن کی کتب خانہ لکھنؤ  
 و مسائل فی التقدیر و الاموال و مالہ  
 اور بہت سے رسائل میں منظر الیہ امتیازات میں  
 امداد الاحکام الفادوی الکلیہ  
 آثار و احکام کا قیام کے سب حق عظیم ان کی تحقیقات کے ہی سے  
 ولہ مقاصت بکل محالہ  
 اور ان کے بہت سے مضامین میں ہر نوعی مسائل  
 اشعار کا عمر بیت و جمیعہ  
 آپ لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 شیعہ و اوج الخلفاء و الخلفاء  
 ترقی کی دلیلیں لکھنؤ میں ترقی کے بہت سے

بیمہ و اشغال و اذکار و فہمہ  
 بہت اہم امور ہیں ان کے فہم سے ترقی  
 بل فی کتابتہ اقل قلیلہ  
 بہت ہی کم کتب و کتابت میں ہی وہ لوگ داخل  
 لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 ایک اہم امر ہے ان کی ترقی سے وہ  
 بالخاصہ لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 ترقی میں آپ کا دور میں ہی ہے اور  
 و بہت کتب لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 اور وہیں ترقی کے اور امداد کے  
 بالعمد و النجاء و السبب و النجاء  
 ہندوستان میں ترقی کے اور امداد کے  
 و بہت کتب لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 اور بہت کتب لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 لکھنؤ میں ترقی کے اور امداد کے  
 ان سب میں سے کوئی ایک ایسا نہیں کہ نہیں کے  
 و مضمون بالحق و مضمون بالحق  
 اور ان کے اور امداد کے اور امداد کے  
 ترقی کے لیے کہ ہندوستان کے کافروں  
 سے دوستی نہ کرے۔

حمتانوں و خادموں کو ایسا  
 یہ نیت کرنا ہے جس سے کہ دوسرے فیصلے  
 و علیہ الجہد و حادنا لکھ  
 ادم پر واجب کو شعلہ الگ اپنے اس کے  
 نعمت اللہ عز و جل  
 یہ کہ غیر ملے کے مدد ملے کے لیے ہے  
 و الکفر من اعدائہ و الہمتا  
 اور کفر کے دشمنوں میں ہے اعدائہ ہر  
 لہ یصلح اقام الہ اعلامہ  
 بہت قوی سے اس کے لیے کہ پیش پر کان نہ دیکھ  
 و اذ انتہا کا لکھ رہا تھا  
 ادا ہا کی لکھ رہا تھا کہ لکھی ہوئی شیطان کے  
 اذ لم یجد ایتانہ تبعنا  
 جب کانوں کا سامنا نہ پائی ہو گاتا ہوا دشا  
 نادے باطنی صوت یا مسلمین  
 آپ نے ہندو کے لکھ رہا ہے  
 المسلمون ہم ہم لایستجیب  
 ہر سن میں وہ بتا رہا ہے کہ دین میں  
 خیر اللہ یہ مقام ان حال  
 کہ توفیق سے ہر جہان و انگریز ہو

و المومنون الکی امل جنان  
 ادراک کے لیے کہ یہ نیت دے ہیں  
 یا ایتانہ لکھ رہا تھا  
 کو یان و اوس پر مدد کر دیا جاتے  
 ارکان مملکت لیاکستان  
 حکومت کے لکھ رہا تھا کہ لکھی ہوئی  
 لیل و لیل و عندا سیتان  
 رات اور دن دونوں کے لیے ہے ہر برے  
 ظفر و شبیر لہ عضدان  
 کہ وہ لکھ رہا تھا کہ لکھی ہوئی  
 التہانوی الشیخ کل اوان  
 حضرت تھانوی صاحب فرما ہر وقت پر  
 قد اعلیا اعدا پاکستان  
 اعلیٰ دونوں نے لکھی ہوئی کہ لکھی ہوئی  
 ظفر و فتم دغم مفسدستان  
 تہلیل کے ساتھ لکھ رہا تھا کہ لکھی ہوئی  
 و فزارقہ و الارف و الارف  
 زندگی سے درست نہ لکھی ہوئی  
 بالیہ لکھ رہا تھا کہ لکھی ہوئی  
 کاش پاکستان لکھی ہوئی کہ لکھی ہوئی

لہ یطلبہ الا اجور والہمنا  
 سوائے اسے دیکھ کر جو کہ طلبہ میں کیا  
 اذہمہا الرضاۃ ثم الفعلان  
 کیونکہ دونوں کے دونوں کا کام سب کی تعلیم  
 اعطاهما اجرا جزیلا ونبھا  
 متفضل بالعبود والفضلان  
 متفضل بالعبود والفضلان  
 ہمارے ہمارے گناہوں پر جو گناہوں کو جو ہم پر کرتا ہے  
 وجزاہما محتاجا واقعا  
 محتاجا واما فی الواقع  
 اور ہم ہر ایک میں کیلئے ہے ان کو ہر کسی پر  
 ظفر اذا ما فاقات عتالہ  
 لیکن  
 مولا ظفر یعنی تاج و ظفر ہم سے فتنہ ہو کر

بالیق و فی یوم تباہت بعدہ  
 کاش ہمارے پروردگار ان کے بعد بھی د  
 کون بعدہ القرن منہ تفضل  
 اس صدی میں ان کا وجود ایک احسان تھا  
 ہوجیہ للفضل والنبھان  
 وہ توفیق اور شہادت کی وجہ سے اللہ کے پیغمبر ہیں  
 فی جنتہ بالظہر والرضوان  
 بہشت میں ہیں ہر باری اور رسالت بھی ہیں

بہشت میں ہیں ہر باری اور رسالت بھی ہیں

## القطعة التاریخیہ

ظفر احمد الشیخ شیخ المہدی  
 نبی الملایق والرشد لم یتطلب  
 مولا ظفر احمد شیخ ہدایت نے پستان نے ملک کو  
 فہم یصلحت صیحات ساحل البتہ  
 فلا دخل قتل "ہلما علی ظفر"  
 وہ قدر ہو گئے وہ ہر ایک کی زبان کی کوشش کرتے دالے تم تو تاریخ لکھ لکھ کر کوئی نہیں تو کیا یہ لکھ

ظفر احمد الجبیر فی کل علم  
 مولا ظفر احمد جو ہر علم میں رہے باہر سے  
 لقد سافر الیوم عن غیر عقل  
 آج بخیر کوشش کے چھوٹے سفر گئے۔  
 وکان اجتہادہ فی الفہوم  
 اور سعادت و مطلب میں اجتہاد کا دھیر رکھتے تھے  
 فلا دخل قالوا "فہم ین العلوم"  
 تدریک کے وہی وہی  
 نے کہا یہ بات ہی علم دالے تھے

کرد مولا ظفر احمد وفات  
 سال رحلت چوں زہانت خواستم  
 فیض ہا کر بود از ان بید نماند  
 گفت او "ہائے ظفر احمد نماند"  
 ۱۳۹۳ھ

ظفر احمد شیخ علم و معارف  
 کجا فیض ظاہر کہا فیض باطن  
 پر ارتقی و تہجد با ما تنقہتی  
 بتاریخ گفت "درج از ما تنقہتی"  
 ۱۳۹۴ھ

(البدیع در معراج النفل ۱۳۹۵ھ)



از مولانا انیس احمد صدیقی "تفرات" انتشار بلوچ پبلیکیشنز

## تاریخ وفات

حق سے واصل ہوا، شیخ زینت ہوا

عاقبت خیر ہو، سال رحلت ہوا

۱۳۹۲ھ

از مولانا محمد احمد صاحب تھانوی مہتمم مدرسہ اشرفیہ مکیہ

"علامہ مولوی تقی الرحمن" از اولیاء بود " (۱۹۸۴ء)  
"سند" بابت ختم از قسطنطنیہ (۱۳۹۲ھ)

(از بلوچ)

## دیگر

آہ بیدار اجل نے کر دیئے بے سرو پا

عقل و دہر، مہر و فقر، درس و نظر

۹۰۰ ۳۰۰ ۹۰۰ ۳۰۰

۱۳۹۲ھ

از جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب ابرساہی والی سرگودھا

مولانا تقی احمد عثمانی مرگم

انہوں نے کہ حائی سنت چلا گیا اسلام کا وہ شیخ طریقت چلا گیا

جن کی کل فضا ہے زمانہ ادا سی ہے اُن کا قاب راہ ہدایت چلا گیا

اشرف کا جانشین اور قائم کا ہم تھا وہ دوست دار قائد ملت چلا گیا

شیر اور غیل وہ دونوں کا ہم ملیں حمہ مرشد یک جہت چلا گیا

است کا شیر خواہ وہ ملت کا دہندہ وہ رازدارِ صلہ و شرف چلا گیا

مریت پہ آبرائی کی ہزاروں ہلی جوتیں انہوں! پاس بان شریعت چلا گیا

نزدہ قصہ پانچویں

نمبر ۱۱۹

طوبی' ریسرچ لائبریری  
اسلامی اردو، انگلش کتب،  
تاریخی، سفرنامے، لغات،  
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)